تذکرہ خواجگان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

ظواہر السرائر

حضرت جی بابا اٹکیؒ

از

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ

ترجمہ و تحشیہ

محمد غضنفر علی وڑائچ

ترتیب و تہذیب

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

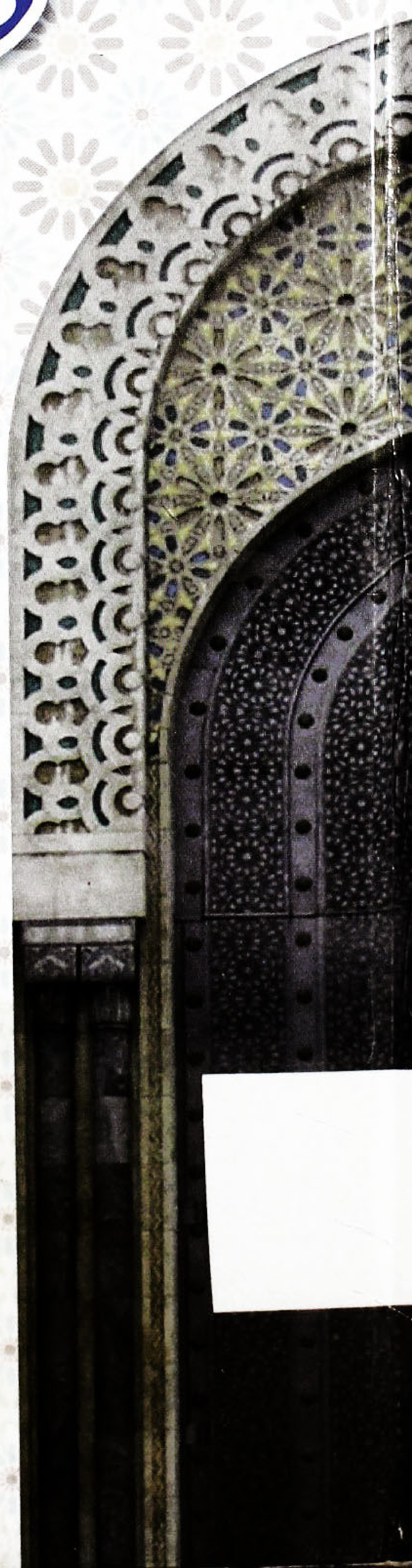

تذکرہ خواجگان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

ظواہر السرائر

منظر سوم، فصل دوم

بابت: حضرت جی باباؒ اٹکی

از

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ

ترجمہ و تحشیہ: محمد غضنفر علی وڑائچ

ترتیب و تہذیب: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

اردو سائنس بورڈ

299-اپر مال، لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات نمبر 466

جملہ حقوق بحق اردو سائنس بورڈ، لاہور
وفاقی وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان

نگران : خالد اقبال یاسر

سرورق : محمد طاہر حجازی

لے آؤٹ : طارق جاوید، فرحت سعید

اہتمام طباعت : زبیر وحید
خالد ظہیر قریشی

مطبع : عدن پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ، کوپر روڈ، لاہور

ناشر : اردو سائنس بورڈ، 299- اپر مال، لاہور

فون: 5758475 فیکس: 5754281

e-mail : info@urduscienceboard.org

Website:www.urduscienceboard.org

شاخیں:

منظور چیمبرز، گاڑی کھاتہ، حیدر آباد فون و فیکس : 022-9200070

سویکار نو سکوائر، خیبر بازار، پشاور فون و فیکس : 091-2553257

سیل پوائنٹ: فرسٹ فلور، خالد پلازہ، اردو بازار، لاہور فون: 7050194

ISBN 978 - 969 - 477 - 141 - 0

طبع اوّل : 2007ء

قیمت : -/350 روپے

297.692
53

صاحب زادہ عبدالرؤف مرحوم

آخری گدّی نشین، درگاہ حضرت جی باباؒ

کے

نام

مندرجات

-1	مُقدّمہ: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ	5...
-2	بارے میاں محمد عمر چمکنی ؒ	39...
-3	بارے حضرت جی بابا اٹکی ؒ	42...
-4	چند غلط فہمیوں کا ازالہ	55...
-5	رُوحانی شجرہ حضرت جی بابا اٹکی ؒ	65...

o

-6	آغاز تذکرہ، ظواہر السرائر	68...
-7	بیان حضرت میاں محمد عمر چمکنی ؒ	70...
-8	حواشی و حوالہ جات	235...
-9	فرہنگ (نام اشخاص، مقدمات)	245...

Marfat.com

فہرست

1-	[illegible]	...5
2-	[illegible]	...39
3-	[illegible]	...42
4-	[illegible]	...55
5-	[illegible]	...65
6-	[illegible]	...68
7-	[illegible]	...70
8-	[illegible]	...235
9-	[illegible]	...245

مقدمہ

حضرت میاں محمد عمر چمکنی کا تحریر کردہ فارسی تذکرہ: "ظواہر السرائر"، بہ عہد مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر، بروز جمعۃ المبارک سہ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ مطابق ۷ اگست ۱۷۰۰ء کو تکمیل کو پہنچا۔ "ظواہر السرائر" کا موضوع خاص تصوف ہے۔ اس ضخیم تذکرے میں مصنف کے شب و روز اور مشاغل کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ خواجگانِ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے احوال، آثار، کرامات، مجاہدات اور اقوال دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ بالخصوص حضرت آدم بنوریؒ، حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ، سیر الاعظم محمد یحییٰ المعروف حضرت جی بابا اٹکیؒ، سید عبدالشکورؒ اور شیخ تلا اٹکیؒ کے حوالے سے یہ ایک مستند مخزن ہے، جو افلاکی کی کتاب "مناقب العارفین" سے گہری مشابہت رکھتی ہے۔

تذکرہ: "ظواہر السرائر" کا آغاز تمہید سے ہوتا ہے۔ بقیہ کتاب تین ابواب (مناظر) پر مشتمل ہے اور ہر باب کی دو دو فصلیں ہیں۔ باب سوم کی فصل دوم حضرت جی بابا اٹکیؒ کے خاندانی پس منظر، حقائق و معارف، خوارق و عادات، نیز اُن کے تعلق سے حضرت ہدیہؒ (جی باباؒ کے پردادا) شیخ الیاسؒ (جی باباؒ کے دادا) اٹک کے ایک ولی شیخ تلاؒ، سید عبدالشکورؒ، حضرت سعدی بلخاریؒ، دلدار بیگؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ (فرزند اکبر حضرت جی باباؒ) کے احوال و آثار پر محیط ہے۔

میں نے حضرت جی بابا اٹکیؒ سے اپنی خاندانی نسبت (ننھیال کی طرف سے)

Marfat.com

کے سبب ضروری خیال کیا کہ فارسی تذکرہ: ظواہر السرائر'' کے منظر سوم کی فصل دوم کا اُردو ترجمہ کروالیا جائے تاکہ اُن لوگوں تک بھی جو فارسی سے نابلد ہیں، حضرت جی باباؒ کے ظاہر و پوشیدہ احوال و آثار نیز اقوال و فرمودات پہنچ جائیں۔ یوں حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے بیان بہ زبانِ فارسی کے اُردو ترجمے کی بنیاد، تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ خلیل الرحمٰن داؤدی) مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی کے صفحہ ۲۷۰ (ب) تا ۳۷۵ (الف) کا فارسی متن ہے۔

تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' نسخۂ خلیل الرحمٰن داؤدی کے ترقیمہ میں تاریخ کتابت شوال ۱۱۱۹ھ (بہ مطابق دسمبر ۱۷۰۷ء) درج ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ نسخۂ داؤدی، ''ظواہر السرائر'' کی تکمیل ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ (مطابق ۷/ اگست ۱۷۰۰ء) کے سات برس بعد مصنف کے خطی نسخے کی نقل کے طور پر تیار کیا گیا۔

نسخۂ داؤدی کے صفحہ ۳۷۳ (ب) پر تین قطعات (ایک عربی اور دو فارسی) درج ہیں جو اس تذکرے کے سالِ تکمیل کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایک فارسی قطعہ ملاحظہ ہو:

آمد زبواطن این ظواہر
بمنی زبرای مرد ناظر
تاریخِ تمام اُوست ظاہر
بی شک ز حروف آن ظواہر

لفظ ''ظواہر'' پر غور کریں تو ظ=۹۰۰، و=۶، ا=۱، ہ=۵، ر=۲۰۰ کا حاصل ۱۱۱۲ھ (بہ مطابق ۱۷۰۰ھ) بصورت تاریخ تکمیل برآمد ہوتا ہے۔ جب کہ تذکرہ میں مصنف نے خود تاریخ تکمیل: ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ درج کردی ہے۔ مصنف کا اصل خطی نسخہ، تاحال دستیاب نہیں۔ جب کہ نقل بہ مطابق اصل کی رُو سے قدیم تر ''نسخۂ داؤدی'' (تاریخ کتابت: شوال ۱۱۱۹ھ/ دسمبر ۱۷۰۷) سفید کاغذ پر خطِ نستعلیق میں $\frac{1}{2}$۷×۱۵ انچ

Marfat.com

کی بڑی تقطیع پر ۲۴۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ نسخۂ داؤدی کے آخر میں شامل میاں محمد عمر چمکنیؒ کے ہاتھ کی تحریر (خطِ شکستہ) سے ثابت ہے کہ یہ نسخہ اُن کی اپنی نگرانی میں کتابت ہوا۔ چند ابتدائی صفحات کرم خوردہ ہیں لیکن عبارت قابلِ فہم ہے البتہ بعض مقامات پر آگے چل کر روشنائی مدھم پڑنے کے سبب الفاظ پڑھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ باریک قلم اور واضح حروف ہونے کے باوجود کچھ مقامات پر اِملا کی اغلاط بھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں، جنہیں سہوِ کاتب ہی کہیں گے۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ جیسے عربی اور فارسی کے عالم اور شاعر سے اِملا کی ایسی اغلاط کا سرزد ہونا بعید از قیاس ہے۔ پھر یہ بھی طے ہے کہ یہ نسخہ انہوں نے کتابت کروایا۔

فارسی عبارت میں کچھ مقامات پر اوقاف نگاری کی کمی بھی بُری طرح کھٹکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عبارت میں اوقاف نگاری کا چلن بہت بعد کی چیز ہے۔ البتہ اس کا احساس اُس زمانے میں بھی رہا تو ہوگا۔ بعض مقامات (جو تعداد میں بہت تھوڑے سے ہیں) میں جُملے کی بُنت، رموزِ اوقاف سے بے گانگی کے سبب نا قابلِ فہم ہی نہیں گمراہ کُن ہوگئی۔ مثال کے طور پر حضورِ اکرمؐ کے حضور تمام اولیاء کرام کی حاضری سے متعلق بیان میں ''بزرگواراں رانمی'' کو قوسین میں ہونا چاہیے تھا، یا بیان اس طرح ہوتا کہ مطلب غتر بود ہونے سے بچ جاتا۔ میرے رفیق کار پروفیسر محمد غضنفر علی وڑائچ نے اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس نقص کو دور کر دیا۔

میاں محمد عمر چمکنیؒ کا اندازِ تحریر ایسا ہے کہ بات دل سے نکلے اور دل میں جا بیٹھے۔ اُنھوں نے فارسی زبان پر بے پناہ قدرت ہونے کے باوجود پُر تکلف فارسی لکھنے سے گریز کیا۔ یُوں اُن کی تحریر کی تفہیم میں کوئی اڑچن پیدا ہوتی ہے تو صرف اُن مقامات پر، جہاں صوفیانہ اصطلاحات برتی گئی ہیں۔ مترجم نے ایسے مقامات کو اصطلاحات سے پاک کر کے مصنف کے بیان کو عام قاری کے لیے بھی قابلِ فہم بنا دیا ہے۔

فارسی متن میں قرآنی آیات، احادیث اور تصوّف سے متعلق قدیم کتب سے

Marfat.com

حسبِ حال روایات و واقعات، اشعار اور اقوال کا بلا حوالہ نقل کر دینا ایسا ہی ہے کہ میاں محمد عمر چمکنی نے اسے ایک معلومہ حقیقت جانا کہ سبھی جانتے ہوں گے۔ لہٰذا انھوں نے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور قدیمی کتب سے حسبِ ضرورت مواد چنتے ہوئے جان بوجھ کر حوالہ نہیں دیا۔ بہ صورتِ دیگر ان کے لیے یہ کام کچھ ایسا مشکل نہ تھا۔ اس سے بعض مقامات پر ابہام کی صورت پیدا ہوئی تو مترجم پروفیسر محمد غضنفر علی وڑائچ نے ابہام کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ٹکا کر کام کیا اور قرآنِ حکیم، احادیث مبارکہ اور قدیمی کتب سے مکمل متن ڈھونڈ نکالا۔ جب کہ ایسے مقامات، جہاں مصنف نے وضاحت نہیں کی کہ مواد کہاں سے لیا اور کتنا حصہ لیا، تو اُن مقامات کے لیے مترجم نے حواشی قائم کر دیے۔ دیکھیے: حواشی و حوالہ جات: ۲، ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۹، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۹۔ یہ کچھ آسان کام نہ تھا۔ بالخصوص نسخہ داؤدی کے صفحہ ۲۹۷ (ب) کے وسط پر قرآنِ حکیم کی سورہ نمبر: ۱۸ آیت نمبر ۴۹ کا ایک ٹکڑا بغیر حوالہ کے درج ہے۔ اس کی نشاندہی از حد مشکل کام تھا۔ محمد عمر چمکنی نے آیت کے درمیان میں سے ایک ٹکڑا چنا، جس کا ترجمہ ہے:

> اور کہیں گے، ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو، مگر اسے لکھ رکھا ہے۔

جبکہ وڑائچ صاحب نے پوری آیت کی نشاندہی کر دی۔

اب پوری آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

> اور اعمال کی کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو تم گناہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہو گا، اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے، ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ اور جو اعمال کیے ہوں گے، سب حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

میاں محمد عمر چمکنی نے اکثر واقعات (بالخصوص حضرت سعدی بلخاری کی بیماری

اور رحلت) کے بیان میں بہ طرز محدثین سلسلۂ روایت بھی تحریر کر دیا ہے۔ یہ ان کے محتاط انداز بیان کی دلیل ہے۔ البتہ پورے تذکرے میں، جہاں کہیں حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوری (اصل نام: محمد صادق) کا ذکر خیر آیا ہے تو انہیں "حضرت ایشاں" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ جس سے قاری کا ذہن جلال الدین محمد اکبر کے عہد حکومت میں بخارا میں تولد ہونے والے ایک اور معروف صوفی بزرگ خواجہ خاوند محمود المعروف "حضرت ایشاں" کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ خواجہ خاوند محمود کا تعلق بھی لاہور سے رہا۔ ان کا وصال شاہجہان کے عہد میں ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں ہوا۔ ان کا مزار بیگم پورہ، لاہور میں دارالقرآن کے قریب ہے اور شہر لاہور کے شہر خورد و کلاں ان کے نزدیک "حضرت ایشاں" کے لقب سے صرف وہی بزرگ مشہور ہیں۔ لہٰذا میں نے بہ وقت نظر ثانی، فارسی سے ترجمہ کردہ اردو متن میں جہاں جہاں "حضرت ایشاں" آیا ہے، قوسین میں سعدی بلخاری کا نام درج کر دیا ہے۔

یہاں ایک اور وضاحت کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ قدیم شہر اٹک (اکبر اعظم کا عطا کردہ نام "اٹک بنارس"، بروزن کٹک بنارس) میں قلعہ کے باہر سلسلۂ قادریہ کے ایک صوفی بزرگ خواجہ ابراہیم بخاری بھی مدفون ہیں اور وہ بھی اپنے دور میں "حضرت ایشاں" کے لقب سے مشہور تھے۔ آغا شہباز خضروی نے ان کی تاریخ وفات ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء بتائی ہے۔ البتہ تذکرہ "ظواہر السرائر" ان کے ذکر سے خالی ہے۔ جو مجھے پایا کہ تذکرہ "ظواہر السرائر" میں حضرت بزرگ کے مرید حضرت آدم بنوری (م: ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ مطابق دسمبر ۱۶۴۳ء، مدفن: مدینہ منورہ)، حضرت الاعظم کے مرید حضرت محمد یحییٰ المعروف حضرت جی بابا اٹکی اور "حضرت ایشاں" کے مرید حضرت سعدی بلخاری ہیں۔ لیکن مختلف ادوار میں مختلف بزرگوں کو "حضرت ایشاں" کے لقب سے پکارے جانے سے متعلق معلوم ہوا کہ ان سب کے سب بزرگوں کا تعلق ماوراء النہر سلطنت ترکستان (کے قدیم شہر بخارا) سے تھا۔ اس لیے انہیں مختلف ادوار میں اسی لقب سے پکارا گیا۔ اس

Marfat.com

تمیز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہ کوئی اُن سے پہلے اس لقب سے ملقب ہوا یا نہیں۔

یہاں ایک اور وضاحت بھی ضروری خیال کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس طرح میاں محمد عمر چمکنیؒ نے ''ظواہر السرائر'' (منظر سوم، فصل دوم) میں حضرت سعدی بلخاریؒ کے پشاور سے دوسری بار واپسی کے سفر سے متعلق اپنی اور حضرت سعدی بلخاری کی گفتگو کو رقم کرنے سے اجتناب کیا، اُسی طرح ہم نے بھی ''ظواہر السرائر'' (منظر سوم، فصل دوم) کا آخری حصہ کتاب کے متن سے الگ کر کے فرہنگ میں ڈال دیا۔ وہ حصہ حضرت سعدی بلخاریؒ کی رحلت سے متعلق مختلف بیانات پر مشتمل ہے۔ یہ اس لیے بھی کیا گیا کہ اُس حصے سے قبل حضرت جی باباؒ سے متعلق میاں محمد عمر چمکنیؒ کا بیان اختتام کو پہنچ گیا تھا۔

عہد جدید کے پروردہ سائنٹیفک اذہان صوفیانہ معاملات کی معنی خیزی کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور تین سو برس قبل کی تصنیف کو اکیسویں صدی عیسوی میں منظر عام پر لانے کے اپنے تقاضے۔ یہاں یہ وضاحت بھی از حد ضروری ہے کہ یہ کتاب سالک اور راہِ سلوک کی مشکلات، رُوحانی تجربات، ریاضت، خلوت، گوشہ گیری اور رُشد و ہدایت کی ولایت تک پہنچنے کی جُستجو کے حوالے سے ایک جہانِ معنی ہے لیکن عہد جدید کے سائنٹیفک اذہان کے لیے نہیں، لہٰذا جسے اس موضوع سے ربطِ خاص نہ ہو، اُس کے لیے یہ کتاب ہے ہی نہیں۔

اس تذکرے میں جہاں کہیں حضورِ اکرمؐ یا صحابہ کرام اور دیگر اکابرین کو حاضر ناظر کے طور پر لیا گیا، یا اُن سے حالتِ مراقبہ میں کسی طور ملاقات کا ذکر کیا گیا تو اس میں عام قاری کے لیے حیرت کا سامان موجود ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ اُن مواقع پر حضرت جی بابا اکُنیؒ کا ایک فرمان ضرور ذہن میں رکھا جائے۔ حضرت جی باباؒ فرماتے ہیں:

''(درویش کے لیے) خواب بہ منزلہ خلوتِ اور بیداری، بہ منزل صُحبت ہے۔''

(''ظواہر السرائر'' (نسخۂ داؤدی) صفحہ ۳۱۶۔ب)

Marfat.com

علمِ نفسیات میں پانچ حسیات کام کرتی ہیں اور اُن سے جو اِدراک حاصل ہوتا ہے وہی ہمارے اعمال و افعال و افکار کا مُحرک بتایا جاتا ہے۔ پھر ماورائے نفسیات (Parapsychology) ہے۔ یعنی نفسی مظاہر، خیال رسائی (ٹیلی پیتھی)، غیر معمولی بصیرت یا بروں حسی ادراک کا مطالعہ و تحقیق۔ ورڈز ورتھ کے ہاں ہمہ اُوست (Pantheism) کی لے اسی سے پیدا ہوئی۔ ورڈز ورتھ کے تجربات خاموش (Mute) اور پُراسرار (Mysterious) تھے۔ اُسے تو بعض اوقات یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ یوں کہہ لیں کہ بغیر کسی حسی معاونت کے ورڈز ورتھ کی رسائی فطرت تک تھی۔ یعنی فطرت بول رہی تھی اور وہ اُس کا امانت دار تھا۔ یہ کیفیت قدرے مماثل ہے اہل تصوف کی چند خفتہ کیفیات سے۔ اسی طرح جان کیٹس کے نفسی تجربات پر کہیں کہیں تصوف کی پرچھائیں پڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یا پھر میرزا غالب کا معاصر ولیم بلیک ہے، جو اہلِ تصوف کے بہت قریب پہنچ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اُس کا اپنی محبوبہ کو یہ کہنا کہ ''یہ نظم جو تم دیکھ رہی ہو، میری نہیں، میری حیثیت تو محض ایک محرر کی ہے۔ اصل تخلیق کار تو کوئی اور ہے۔'' جیسے میرزا غالب نے کہا تھا:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

یہی وہ مقام ہے جہاں ولیم بلیک اور میرزا غالب محض میڈیم یا ایجنٹ دکھائی دیتے ہیں، خالق ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے۔ یہ حالت بھی بہت بڑے ظرف کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اہلِ تصوف تو بہ یک وقت اپنی ذات اور دنیا کے متعلقات کی مکمل نفی کر رہے ہوتے ہیں۔ اہلِ تصوف کے ہاں ماورائے نفسیات سے ملتی جلتی صورتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں اور اُس کے سوا بھی بہت کچھ۔ اس کے قریب قریب اگر کوئی صورت دکھائی دیتی ہے تو وہ جاپانی روحانی طریق ''Reiki'' ہے، جسے ''زندگی کی عالمگیر

Marfat.com

طاقت بھی کہا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہندو مت کے جوگ کی بھی وہ صورت نہیں۔

"جوگ، تارک الدنیا جوگی کے زہد کا دوسرا نام ہے۔ بے شک یہ بھی ایک مشکل کام ہے لیکن جوگی کی مشکل اتنی بڑی نہیں جتنی بڑی مشکل میں صوفی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صوفی دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں رہتا۔ اس کے مقابلے میں جب جوگی نے دنیا سے اور دنیا کے متعلقات سے رشتہ توڑ لیا تو مشکل سے نکل گیا۔ گو دنیا سے اور دنیا کے متعلقات سے رشتہ توڑ لینا بھی بڑا مشکل کام ہے لیکن صوفی کس قدر مشکل میں ہوتا ہے، اس کا اندازہ محض دنیا اور دنیا کے متعلقات سے جڑے ہوئے لوگ قطعاً نہیں کر سکتے۔"

حضرت جی بابا کا فرمان ہے: "جب مرشدِ کامل و اکمل اپنے مرید کو آغازِ تربیت میں چشمے پر لے جاتا ہے تو یہ اسمِ ذات کی تعلیم ہے۔"

(ظواہر السرائر، (نسخہ داؤدی) صفحہ ۱۲۳-ب)

تصوف میں تربیتِ سالک کا ایک طریقہ زبان و بیان سے متعلق ہے اور دوسرا طریقہ القائی و انعکاسی ہے جسے اہلِ تصوف کے ہاں "توجہ" کہا جاتا ہے۔ اہلِ تصوف کے ہاں مروج یہ دوسرا (القائی و انعکاسی) طریقہ علمائے ظاہر کے ہاں قطعاً مروج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور مولانا رومؒ جیسے یکتائے روزگار علماء اپنے جملہ ظاہری کمالاتِ علمی کے باوجود اسی القائی و انعکاسی طریقے کے ذریعے شیخ بو علی فارمدیؒ، حضرت نجم الدین کبریٰؒ اور حضرت شمس تبریزؒ سے فیض یاب ہوئے اور انہیں کے رنگ میں رنگے گئے۔

القائی و انعکاسی طریق میں اصل خزینہ سینۂ شیخ ہے اور شیخ (مرشد) کی روحانی "توجہ" کے زیرِ اثر سالک درجہ بدرجہ روحانی منازل طے کرتا ہے۔ یہ مرشد پر منحصر ہے کہ وہ خود کس روحانی منصب پر فائز ہے اور کتنی دیر میں فیضیاب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ غوث سے اوپر کے درجات کے حامل اولیائے کرام توجہ میں قوت کی شدت کے باعث سالک کو سالوں کا روحانی سفر دنوں میں طے کرانے کے اہل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور

Marfat.com

پر عبد کی توجہ کی قوت، قطب ابدال کی قوت سے دس لاکھ سنکھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ سنکھ برابر ہوتا ہے سو کروڑ کے۔ اب سو کروڑ کو دس لاکھ سے ضرب دے لیجیے۔ اس پر اضافہ یہ کہ عبد اپنی غیبی توجہ سے بھی منازلِ سلوک طے کروا سکتے ہیں۔ سالک کی روحانی تعلیم اور تربیت کا عمل اُس کے قلب سے شروع ہوتا ہے۔ رسولِ اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

''انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ وہ اگر ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم درست اور اگر وہی خراب ہو جائے تو سارا وجود فاسد [illegible] وہ دل ہے۔''

''اور اپنے رب کا ذکر عاجزی اور خوف سے، دل میں اور دھیمی آواز سے صبح و شام کیا کرو۔ اور غافلین میں سے نہ ہو۔'' (قرآنِ حکیم)

حضورِ اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے: ''ہر شے کی صیقل ہوتی ہے اور دل کی صیقل (پالش) اللہ کا ذکر ہے۔''

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ عالمِ بیداری میں بھی اگر کوئی شخص ریاضت و مجاہدہ سے کام لے اور دل کو غصہ و شہوت اور اخلاقِ رذیلہ کے چنگل میں نہ پھنسنے دے، نیز اس جہان سے آنکھ پھیر کر گوشۂ خلوت اختیار کر لے، آنکھیں موند لے، حواس کو معطل کر دے، دل کی عالمِ ملکوت سے مناسبت یوں پیدا کر لے کہ ہمیشہ اور تسلسل کے ساتھ زبان کی بجائے دل سے اللہ اللہ کہا کرے، یہاں تک کہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے نیز سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے اُسے کسی شے کی سُدھ بُدھ نہ رہے تو خواہ وہ بیداری کیوں نہ ہو، اس کا روزنِ دل اس طرح کشادہ رہے گا اور جو کچھ دیگر لوگ خواب میں دیکھتے ہیں، وہ اُسے بیداری میں دیکھنے کا اہل ہو گا۔

(''کیمیائے سعادت''، ص: ۸۱)

ذکر کی تین اقسام ہیں: (۱) ذکرِ جلی (یعنی بہ آوازِ بلند)، (۲) ذکرِ خفی (دل ہی دل میں زبان سے ذکر) اور ذکرِ قلبی (کہ زبان نہ ہلے اور قلب جاری ہو جائے)۔ ذکر میں مرکزِ توجہ دل ہوتا ہے اور اللہ کہتے ہوئے ''اللہ'' کی ضرب دل پر لگائی جاتی ہے تاکہ وہ

Marfat.com

صیقل ہو۔ مراقبہ اور حبس دم، ریاضت کے مختلف طریقے ہیں جو توفیقِ ربی تو ہیں لیکن اُن میں سالک کی شخصی استعداد اور لیاقت کو دخل ہوتا ہے جب کہ القائی اور انعکاسی توجہ کا انحصار سراسر مُرشد کی عطا پر ہے۔ سالک نے دیکھنا یہ ہے کہ اُس کا مُرشد رُوحانی مناصب میں سے کس درجے پر فائز ہے اور توجہ کی کس قدر طاقت کا حامل ہے۔

روحانی مناصب

ا۔ عبد:

مراتبِ ولایت کا یہ سب سے بلند درجہ ہے۔ قرآنِ حکیم میں پیغمبر حضرت ایوبؑ کو ''عبد'' بتایا گیا ہے ''اور ہمارے عبد ایوبؑ کو یاد کیجئے۔'' (قرآن)

قرآن حکیم میں حضورِ اکرمؐ کو ''عبدہٗ و رسولہٗ'' پکارا گیا ہے۔ یعنی ''عبد'' بھی اور ''رسول اللہ'' بھی۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے مطابق عالمِ غیب میں ''عبد'' کا نام ''محمد'' بتایا جاتا ہے۔ مولانا نے ایک ہی وقت میں عبد کے درجے پر فائز اکابرین کی زیادہ سے زیادہ تعداد صرف چار بتائی ہے۔ مولانا تھانوی کے مطابق حضرت عبدالقادر جیلانیؒ بھی ''عبد'' کے درجے پر فائز تھے۔

۲۔ صدیق:

یہ منصب عبد سے ایک درجہ کم ہے۔ لیکن قرآن حکیم میں بعض انبیاء کو ''صدیق'' بھی بتایا گیا ہے ''اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ یعنی انبیاء اور صدیقین'' (قرآن)......

''اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجئے، وہ صدیق اور نبی تھے۔'' (قرآن)

حضرت انس سے روایت ہے: ''حضورِ اکرمؐ ایک روز اُحد پہاڑ پر چڑھے تو آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ بھی تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا تو آپؐ نے اپنے پاؤں سے

Marfat.com

(ٹھوکر لگاتے ہوئے) اشارہ کیا اور فرمایا: ''اے اُحد! ٹھہر جا۔ تجھ پر (اِس وقت) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' (بخاری)

شریعت میں صدیق، عبد اور نبی میں اتنا قریبی اتصال دکھائی دیتا ہے کہ جہاں صدیقیت و عبدیت کی حد ختم ہوتی ہے، وہیں سے نبوت کی حدود کا آغاز ہوتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے حضرت امام غزالیؒ کو ''صدیق'' بتایا ہے۔

۳۔ قیوم:

اِس درجے پر فائز عارف کو اللہ کا وزیر قرار دیا جاتا ہے۔ امامِ ربانی نے فرمایا: ''وہ عارف جو قیوم کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہو، وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ کہ مخلوقِ خدا کے اہم امور کا تعلق اُسی سے ہے۔ گو انعام تو بادشاہ ہی کی جانب سے عطا ہوگا مگر وزیر کی وساطت سے۔''

۴۔ قُطبِ وحدت:

مراتبِ ولایت میں یہ درجہ ''فرد'' اور ''غوث'' سے بلند تر ہے۔ بقول مولانا تھانوی، حضرت مجدد الفِ ثانیؒ قطبِ وحدت کے درجے پر فائز تھے۔

۵۔ فرد:

اِس درجہ پر فائز عارف بھی خال خال ہوئے ہیں۔

نوٹ: درجِ بالا اعلیٰ مناصب بالترتیب انبیاء، رسل اور صحابۂ کرام کے لیے مختص رہے تاہم مولانا اشرف علی تھانوی کے مطابق خصوصی حالات میں کچھ اصحاب، زمانہ مابعد میں بھی ان مناصبِ جلیلہ سے سرفراز کیے گئے۔

۶۔ غوث:

مولانا اشرف علی تھانوی کے مطابق ''غوث'' بعض حالات میں ترقی کر کے

Marfat.com

پہلے ''فرد'' کے درجے تک پہنچتا ہے اور اس کے بعد ''قطب وحدت'' تک ترقی کر جاتا ہے۔ غوث، تمام دنیا کی رُوحانی حکومت کا صدر ہوتا ہے اور اُس کے سیکرٹری کے طور پر ''قطب الاقطاب'' کام کرتا ہے۔

قطب الاقطاب

قطب الاقطاب کا سیکرٹریٹ

- قطب ارشاد
  - نجباء ۷۰
  - نقباء ۳۰۰
  - اخیار ۵۰۰ یا ۷۰۰
  - ابرار ۲۵
- قطب مدار
  - اوتاد
- قطب ابدال
  - ابدال

ابدال کو چند برسوں کے لیے مقرر کیا جاتا ہے لہٰذا ابدال بدلتے رہتے ہیں۔
اخیار، کسی ایک جگہ مقرر نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔

غوث، قُطب الاقطاب، قطب (یعنی قطبِ ارشاد، قطبِ مدار اور قطبِ ابدال)، ابدال، اوتاد، نجیب، نقباء، اخیار اور ابرار کے مناصب ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، غوث، تمام رُوحانی دنیا کا صدر، قُطب الاقطاب، سیکرٹری۔ قطب الاقطاب کے سیکرٹریٹ میں درجہ بندی کے اعتبار سے قطبِ ارشاد پہلے نمبر پر ہوتے ہیں جن کے حکم کے مطابق نجباء، نقباء، اخیار اور ابرار کام کرتے ہیں۔ قطبِ مدار، دوسرے نمبر پر، جن کے حکم کے مطابق اوتاد کام کرتے ہیں اور قطبِ ابدال تیسرے نمبر پر، جن کے حکم کے مطابق چالیس ابدال کام کرتے ہیں۔

Marfat.com

توبہ اور امورِ خیر کی توفیق قطبِ ارشاد کے فیض کے سبب ہے۔قطبِ مدار کو بقاء عالم کا سبب بتایا جاتا ہے اور قطبِ ابدال کا وجود بقاء سے متعلق امور میں فیض کا ذریعہ ہے۔اس لیے پیدائش، رزق، مصائب سے نجات اور صحت جسمانی کے حاصل ہونے کا تعلق قطبِ ابدال کے فیض سے مخصوص ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرتِ خضرؑ کو تکوینی امور میں ہر دور کے لیے ''قطبِ مدار'' اور حضرت الیاسؑ کو تکوینی امور میں ہر دور کے لیے قطبِ ابدال کا معاون ٹھہرایا گیا ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ انہی دو ہستیوں کو تصوف کی اصطلاح میں ''مکتومان'' کہا گیا ہے۔

ابدال، اوتاد، نجباء، نقباء، اخیار، اور ابرار الگ الگ امور سے متعلق ہونے کے باوجود منصب کے اعتبار سے تقریباً مساوی درجے پر فائز ہوتے ہیں۔لیکن یہ سب کے سب اپنے اپنے اقطاب کے ماتحت رہتے ہوئے تکوینی امور میں حضرتِ خضرؑ اور حضرتِ الیاسؑ کے تابع رہ کر بھی امور سرانجام دیتے ہیں۔

شریعت، لباس ہے اور تصوف، شریعت کا جسم۔شریعت ظاہر ہے اور تصوف اُسی ظاہر کا باطن۔علم تصوف کا حصول اور راہِ تصوف سراسر علم سے متعلق ہے اور اس راہِ عمل میں صوفیائے کرام نے ہر دور میں انبیاء کرام کی پیروی کے ساتھ احکاماتِ شریعت اور اوامر و نواہی کا اتباع کیا۔اللہ سے خاص نسبت انھیں ہمہ وقت توحید کے سمندر میں غوطہ زن رکھتی ہے جسے صوفیانہ اصطلاح میں حال (بہ معنی کیفیت) کہتے ہیں۔فقر و تصوف میں حال سے مراد وہ کیفیت ہے جب سلوک الی اللہ کے راستے میں سالک اپنے احساس میں کوئی یکسر انوکھی تبدیلی محسوس کرتا ہے۔سالک کا حال ہر دم مُتغیر رہتا ہے۔جب کہ غُرود کی کیفیت میں سالک ہمہ وقت روتا ہی رہتا ہے۔اسی طرح جذب کی کیفیت ہے۔ ان کیفیات کو سمجھنے سمجھانے کے سلسلے میں مخفی علوم کے ماہرین اور ماہرین ماورائے نفسیات کے مطالعات بھی توجہ کے طالب ہیں لیکن اس ضمن میں صوفیاء کی اپنی تشریحات

کا کوئی نعم البدل نہیں۔ البتہ عام قاری کے لیے اُن تشریحات کی تفہیم میں سب سے بڑی اڑچن صوفیانہ اصطلاحات ہیں۔ مجبوراً قاری لُغت سے رجوع کرتا ہے لیکن ہماری بدقسمتی کہ عربی، فارسی اور اردو کی اچھی سے اچھی لُغت بھی اس ضمن میں راہنمائی کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ راہِ سلوک اور سالک کی کیفیات کی تفہیم تو رہی اپنی جگہ، ہمارے بڑے بڑے شارحین نے صوفی شعراء کا مطالعہ صوفیانہ اصطلاحات سے بے گانہ رہ کر کیا، نتیجہ معلوم۔ میر و سودا کے عہد تک تصوف ہر شخص کی زندگی اور چلن میں داخل تھا۔ یُوں ہم صوفیانہ اصطلاحات سے بیگانہ رہ کر میر درد، میر تقی میر، مرزا رفیع سودا اور غلام ہمدانی مصحفی کے کلام کی ملٹی ڈائمنشنل کیفیات سے کیوں کر واقف ہو سکتے ہیں جو اُن کے کلام کا وصفِ خاص ہے۔ لہٰذا ابتداء میں ہی یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ میاں محمد عمر چمکنیؒ کے فارسی تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' (منظر سوم، فصل دوم) کا یہ اردو ترجمہ کُلّی طور پر لفظی ترجمے کے طور پر نہ لیا جائے۔ مترجم کی کوشش البتہ یہی رہی ہے کہ تفہیم ممکن ہو اور بہ وقتِ نظرِ ثانی اِس فقیر نے بھی یہی کوشش کی۔

صوفیاء کے بیان میں تصّوف سے متعلق اصطلاحات اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بالعموم اِن اصطلاحات کو اس لیے برتا جاتا ہے کہ اہلِ تصّوف کے ظواہر سے متعلق بھی اگر کچھ کہنا ہے تو صرف اہلِ تصّوف تک بات پہنچے۔ جب کہ سرائر (پوشیدہ احوال) کا معاملہ تو سراسر اخفا کا ہوتا ہے لہٰذا اُس کے بیان میں تو اصطلاحات میں بات کیے بغیر کوئی چارۂ کار رہے ہی نہیں۔ اِس ضمن میں محض دو تین امثال دیکھتے چلیے:

بقول نہال چند لاہوری، مترجم و مؤلف ''مذہبِ عشق'' کہتے ہیں: ''تصّوف میں ''طالبِ دنیا'' مؤنث ہیں اور ''طالبِ مولیٰ'' ''مرد''۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر ہم طالبِ دنیا رہیں گے تو بظاہر مرد ہونے کے باوجود بصورتِ زن، ناقص العقل ہی رہیں گے۔

اہلِ تصّوف کے ہاں ''گُلِ مُراد'' کے حصول یا تلاش یا جستجو کے معنی ہیں جستجوئے حق جب کہ ''سُرمۂ بینائی'' سے مراد ہے ''نورِ حق''۔ یوں قارئین اگر کسی مرحلے پر تفہیم سے

Marfat.com

متعلق کسی نوع کی دقت محسوس کریں تو شاہ سیّد محمد ذوقی کی ''سرِ دلبراں'' مطبوعہ محفل ذوقیہ ۶۷۔A-C/۱۴ نارتھ کراچی، طبع اوّل : ۱۳۷۱ھ مطابق ۵۲۔۱۹۵۱ء، مولانا اشرف علی تھانوی کی ''شریعت وطریقت'' مطبوعہ: کتب خانہ اشرفیہ، جامعہ مسجد روڈ، راولپنڈی (تکمیل: ۱۳۷۱ھ مطابق ۵۲۔۱۹۵۱ء) اور صاحبزادہ محمد عمر سجادہ نشین بیربل شریف کی ''دستورِ تصوف'' المعروف ''انقلابِ حقیقت'' مطبوعہ: مکتبہ الرحمٰن السّلفیہ، نیو سول لائن، سرگودھا سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اِن تالیفات میں لُغت کا انداز برتا گیا ہے لیکن ہیں کُلی طور پر صُوفیانہ اصطلاحات کی تشریحات سے متعلق۔ رسمی بول چال کے انداز میں صوفیانہ اصطلاحات کو برتنے کا قرینہ ملاحظہ کرنا ہو تو ''مکتوباتِ ربانی'' از شیخ احمد سرہندیؒ اور ''مکتوباتِ صدی'' از شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا مطالعہ سودمند رہے گا۔

میاں محمد عمر چمکنیؒ کے تذکرہ: ''ظواہرالسرائر'' کے عنوان کے حوالے سے یہ صراحت ضروری ہے کہ ''ظواہر'' جمع ہے ''ظاہر'' کی، اور اِس سے مراد ہے ظاہری علم واعمال جب کہ ''سرائر'' سے مُراد اعمالِ باطنی ہیں جو قلب کے مقامات واحوال سے متعلق ہیں۔

بارے مُصنف، تذکرہ: ظواہرالسرائر

تذکرہ: ''ظواہرالسرائر'' کے مصنف میاں محمد عمر چمکنیؒ (پ: صفرالمظفر ۱۰۸۴ھ بہ مطابق مئی ۱۶۷۳ء۔م: بروز پنجشنبہ رجب المرجب ۱۱۹۰ھ بہ مطابق اگست ۱۷۷۶ء) مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں دوآبہ رچنا میں ساندل بار کے قصبہ سیّد والہ سے تین میل کے فاصلے پر آباد موضع فرید آباد، منٹگمری (حال: ساہیوال) کے جاگیردار اسرائیلی النسل افغان محمد ابراہیم خان، بن قادر خان (المعروف کلا خان)، بن فقیر خان، بن آدم خان، بن احمد خان، بن یوسف خان، بن ایمل خان، بن عیسیٰ خان (روحانی نسبت: سَرہ بنی) کے ہاں چمکنیؒ پشاور میں پیدا ہوئے۔ (بہ حوالہ: ''ظواہرالسرائر'')

Marfat.com

میاں محمد عمر چمکنیؒ اپنے احوال میں فرماتے ہیں: ''این فقیر محمد عمر بن ابراہیم محمدی مشرب است۔ من جہت النسب مشہور بہ افغان است......افغان مذکور بن ملک طالوت و ملک طالوت مذکور از بنی اسرائیل است و اسرائیل عبارت از مہتر یعقوب است۔''

(مقدمہ:......المعالی'')

میاں محمد عمر چمکنیؒ کے اجداد کا تعلق حضرت یعقوبؑ کی اولاد سے تھا اور یہ قبیلہ افغان ترکلانڑی قبیلہ کی شاخ موسیٰ خیل سے تھا۔ یہ قبیلہ ۹۵۷ھ بہ مطابق ۱۵۵۰ء تک افغانستان کی وادی کُرمّ میں آباد رہا۔ کابل کے حکمران سے اختلاف کے باعث اس قبیلے نے ۱۵ویں صدی ہجری مطابق ۱۵۹۱ء میں وادی کُرمّ سے ہجرت کی اور گگیانیوں کو زیر کرنے کے بعد علاقہ باجوڑ پر قابض ہوا۔ میاں محمد عمر چکنیؒ کے اجداد طویل مدت باجوڑ سے جانبِ مغرب علاقہ لغمان (وادی جندول) میں قیام پذیر رہے۔ بعدازآں اُن کے دادا (قادر خان المعروف کلا خان) میاکلی، باجوڑ سے مغل شہنشاہ شاہجہان کے عہد (۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء) میں لاہور آئے تو شاہجہان تکریم سے پیش آیا اور دوآبہ ساندل بار کی جاگیر عطا کی۔ علاقہ ساندل بار میں پہنچنے سے قبل یہ قبیلہ ۱۶۳۶ء تا ۱۶۳۸ء لگ بھگ دو برس شیر شاہ سوری روڈ کے کنارے پشاور کی نواحی آبادی ''چمکنی'' میں قیام پذیر رہا۔ (دیکھیے: ''The Pathans'' از Olefe Caroe صفحہ ۱۸۴)

قادر خاں صاحب نے ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۳۸ء میں اپنے کُنبے کو چمکنی سے فرید آباد منتقل کیا اور جاگیر کا انتظام سنبھالنے کے بعد فرید آباد کے ایک نواحی گاؤں سیّدوالہ کے سادات میں سے ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں شادی کی۔ اُس سیّد زادی سے اُن کا صرف ایک بیٹا محمد ابراہیم خاں پیدا ہوا۔ شادی کے چودہ برس بعد بعض ضروری امور کو نمٹانے کی غرض سے قادر خاں صاحب ۱۰۶۶ھ مطابق ۱۶۵۶ء میں اپنے تیرہ سالہ بیٹے محمد ابراہیم خاں کے ہمراہ میاکلی (علاقہ باجوڑ) کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ وہ جب یوسف زئی قبیلے کی جائے سکونت صوابی کے شمالی پہاڑی علاقے خدوخیل کے موضع کالو

Marfat.com

خان پہنچے تو دشمنوں سے ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ تیرہ چودہ برس کے محمد ابراہیم خاں نے اُس بے یار و مددگاری کی حالت میں اپنے والد (قادر خاں المعروف کلا خاں) کو خدو خیل ہی میں دفن کر دیا اور خود میاکلی، باجوڑ میں کچھ مدّت قیام کرنے کے بعد فرید آباد کا سفر اختیار کیا۔ (تذکرہ: ''صوفیائے سرحد'' ص: ۴۵۱) اُن دنوں پشاور شہر اور اُس کے نواحی علاقہ جات میں ہولناک قحط پڑا (''ظواہر السرائر'' منظر سوم، فصل دوم) بڑے بڑے اُمراء اور جاگیر دار افلاس کا شکار ہو کر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ قیاس غالب ہے کہ انہی دنوں محمد ابراہیم خاں جب براستہ شیر شاہ سوری روڈ، چمکنی سے ہوتے ہوئے اپنی جاگیر (فرید آباد) کے لیے نکلے تو چمکنی کے رئیس ملک سعید خاں بھی مع اپنے کنبہ کے اُن کے ہمراہ فرید آباد چلے آئے۔ محمد ابراہیم خاں کی شادی ملک سعید خاں کی صاحبزادی کے ساتھ فرید آباد میں ہوئی، جس کے بطن سے دو بیٹے (محمد موسیٰ اور محمد عیسیٰ) تولد ہوئے۔ (مقدمہ: ''المعالی'')

سرحد میں قحط سالی کا خاتمہ ہوا تو ملک سعید خاں اپنے کنبے سمیت فرید آباد سے چمکنی چلے آئے۔ اُن کے ہمراہ اُن کی بیاہتا بیٹی اور داماد محمد ابراہیم خاں بھی تھے۔ یوں محمد ابراہیم خاں کے تیسرے بیٹے میاں محمد عمر چمکنیؒ کی ولادت (صفر المظفر ۱۰۸۴ھ/ جنوری ۱۶۷۳ء) پشاور میں ہوئی۔ (''ظواہر السرائر'' منظر سوم، فصل دوم میں جائے ولادت پشاور درج کی گئی ہے)

محمد ابراہیم خاں، اپنی بیوی، تین بیٹوں (محمد موسیٰ، محمد عیسیٰ اور محمد عمر چمکنیؒ) اور بیٹیوں کے ساتھ فرید آباد میں مقیم تھے، جب اُن کا انتقال ہوا۔ ملک سعید خاں کو جب اپنے داماد کے انتقال کی خبر ملی تو انھوں نے اپنی بیوہ بیٹی اور نواسے نواسیوں کو ۱۰۹۳ھ مطابق ۱۶۸۲ء میں فرید آباد سے چمکنی منتقل کر دیا۔ تب میاں محمد عمر چمکنیؒ کی عمر لگ بھگ نو سال تھی۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ کا بچپن خدو خیل چمکنی اور پشاور میں گزرا۔ جوان ہوئے تو افغان عالم محمد فاضل یا پیٹی ننگرہاری، بدخشاں کے قریشی النسل عالم حاجی محمد امین پشاوری، مولانا

سیّد عبدالشکور، شیخ فرید اکبرپوری، حضرت محمد یحییٰ اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ، حضرت محمد صادق سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ اور اُن کے خلیفہ حافظ عبدالغفور مجددی پشاوری، مولانا دریا خان بابا چمکنی، اور مولانا محمد یونس گیلانی ماوروی جیسے جیّد علماء کی صُحبت مُیسر آئی۔

تربیت کے مراحل میں پہلی بار ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۹۲ء میں جب آپ کی عمر اُنتیس برس کی تھی تو آپ نے حضرت جی باباؒ کے مشورے پر لاہور کا سفر اختیار کیا اور حضرت محمد صادق سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اگلے برس حضرت سعدی بلخاریؒ جب موضع مٹہ، مُغل خیل (دوآبہ) میں محمد فاضل پاپینی ننگرہاری کے ہاں تشریف لائے تو میاں محمد عمر چمکنیؒ نے اُن سے دوسری بار ملاقات کی۔ حضرت سعدی بلخاری سے ان کی تیسری ملاقات چمکنی میں ہی ہوئی جب سعدی بلخاری، شیخ ابراہیم چشتی سے ملنے اچینہ (نواح پشاور) تشریف لائے۔ چمکنی سے اچینہ تک کے سفر میں آپ ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت سعدی بلخاریؒ کی زندگی میں اُن کی آخری ملاقات ۱۵ صفر المظفر ۱۱۰۶ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۶۹۴ء میں اُس وقت ہوئی جب حضرت سعدی بلخاریؒ لاہور سے کوہاٹ اور پشاور کے دورے پر آئے۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ نے آپ کا استقبال پشاور شہر میں کیا۔ پشاور سے واپسی پر حضرت سعدی بلخاریؒ، چمکنی میں اُن کے مہمان رہے۔ (''ظواہر السرائر'' منظر سوم، فصل دوم) اُن کی دیگر ملاقاتیں یقیناً لاہور شہر میں رہی ہوں گی۔ ۱۷۰۰ء سے قبل انھوں نے کوہاٹ، بھیرہ، خوشاب، ڈیرہ اسماعیل خاں، حاجی خاں اور ملتان کے سفر بھی کیے۔ تذکرہ ''ظواہر السرائر'' میں لکھا ہے کہ جب کبھی چمکنی سے فرید آباد کی جاگیر کو جانا ہوتا تو حضرت سعدی بلخاریؒ کے حضور ضرور حاضری دیتے تھے۔ حضرت سعدی بلخاریؒ کی رحلت ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء کے بعد آپ حضرت جی باباؒ کے ہاتھ بیعت ہوئے۔

حضرت جی باباؒ سے تکمیلِ علوم و سلوک کے بعد آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ عربی، فارسی اور پشتو پر یکساں قدرت

۱۶۸۵۱۸

رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف اور تراجم پر مشتمل کتب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت سا وقت تصنیف و ترجمہ میں گزارا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔ ابتدا میں مسجد خواجہ معروف گنج دروازہ، پشاور شہر میں نمازِ جمعہ بھی پڑھائی۔ بعدازآں اپنے اوّلین مُرشد حضرت سعدی بلخاریؒ اور مُرشدِ کامل محمد یحییٰ اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ کے طریق پر چمکنی میں اپنی رہائش گاہ سے مُتصل ایک مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کروائی۔ مسجد کا ایک حصّہ اُن کے رات کے مجاہدات اور عبادات کے لیے مخصوص تھا۔ نمازِ فجر کے بعد اُسی طریق پر راہِ سلوک کے طلبہ کو درس دیتے، جو حضرت سعدی بلخاریؒ اور حضرت جی بابا اٹکیؒ سے مخصوص تھا۔ دوروںزدیک کے بڑے بڑے اُمراء، مشائخ، علماء اور فُقہا کا آپ سے قریبی تعلق رہا لیکن اس ضمن میں تذکرہ نگاروں نے مُبالغے کی حد کر دی ہے۔ پروفیسر محمد حنیف مؤلف: ''مشائخ سرحد اور حضرت مجدد کی تحریک احیائے اسلام'' نے لکھا ہے کہ بارہویں صدی ہجری کا عظیم فاتح اور متکبر بادشاہ نادر شاہ حاکمِ ایران و افغانستان اُن کی خدمت میں سلام کرنے حاضر ہوا۔ عبدالحلیم اثر افغانی، مؤلف: ''روحانی رابطہ'' نے لکھا ہے کہ احمد شاہ ابدالی اُن کا مُرید تھا اور جب کبھی ہندوستان کی جنگی مہمات پر نکلتا تو آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔ پروفیسر محمد حنیف نے یہ بھی لکھا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کو ''دُرِ دوراں'' کا لقب میاں محمد عمر چمکنیؒ کا عطا کردہ ہے۔ حال آنکہ ایسا کچھ قطعاً نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ ایران و افغانستان نادر شاہ (مقتول: نصف شب یک شنبہ گیارہویں جمادی الاخریٰ ۱۱۶۰ھ مطابق ۲ جون ۱۷۴۷ء) ہندوستان پر بغیر کسی مقامی مددگار کے صرف ایک بار حملہ آور ہوا اور اُس کی افواج نے ۱۱ مارچ ۱۷۳۹ء بروز اتوار صبح نو بجے تا دوپہر دو بجے دہلی شہر لوٹا اور قتلِ عام کیا (بہ حوالہ ''شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات'' مرتبہ: خلیق احمد نظامی، ص ۱۷۰، ۱۷۱) مستند تاریخی کتب اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سیاسی مکتوبات نیز کسی دیگر مستند و معاصر حوالے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نادر شاہ کا میاں محمد عمر چمکنیؒ سے عقیدت کا تعلق یا کسی نوع کا سیاسی رابطہ تھا۔

Marfat.com

نادر شاہ کے بعد شاہِ افغانستان احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۷ء تا ۱۷۶۹ء ہندوستان پر نو (۹) حملے کیے۔ ابدالی، صابر شاہؒ کا مُرید تھا۔ لاہور کے مجذوب درویش صابر شاہؒ سے احمد شاہ ابدالی کی عقیدت اور محبت کا تعلق ۱۷۴۴ء میں قتلِ نادر شاہ سے تین برس قبل شہر لاہور میں قائم ہوا، جب ابدالی، نادر شاہ کا منصب دار تھا۔ ابدالی، اُس مجذوب کو اپنے ساتھ قندھار لے گیا اور ہمیشہ اپنے قریب رکھا۔ ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء میں ابدالی نے اُسی مجذوب کو ہندوستان پر پہلے حملے کے امور طے کرنے کی خاطر قلعۂ لاہور کے صوبیدار شاہ نواز خاں کے پاس بھیجا تھا اور شاہ نواز خاں نے اُسے پگھلا ہوا سیسہ پلوا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ صابر شاہ کا مزار عقب بادشاہی مسجد لاہور میں ہے۔ (دیکھیے: ''عبرت نامہ'' از مفتی علی الدین تکمیل: ۱۸۵۴ء مطبوعہ: پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور، طبع اوّل: ۱۹۶۱ء ص: ۲۰۱، ۲۰۲)

ہندوستان پر چوتھے حملے (۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء) سے پہلے احمد شاہ ابدالی کے میاں محمد عمر چمکنیؒ سے براہِ راست روحانی یا سیاسی رابطے کے شواہد نہیں ملتے۔ البتہ ہندوستان پر چوتھے حملے (۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء) کے موقع پر ابدالی اور میاں محمد عمر چمکنیؒ کے مابین سیاسی رابطہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ایک معتقد اور مُغلیہ دربار کے ایک اہم منصب دار نجیب الدولہ (دورانیہ منصبِ جلیلہ دہلی شہر: ۱۷۶۱ء تا ۱۷۷۰ء) نے کروایا۔ اس لیے کہ نجیب الدولہ، میاں محمد عمر چمکنیؒ کی آبائی جاگیر علاقہ دوآبہ ساندل بار ہی کا جاگیردار تھا بعد از آں ۱۷۶۱ء تا ۱۷۷۰ء میں وہ ترقی کر کے دہلی میں سیاہ وسفید کا مالک رہا۔ اُس کی پیدائش: ۱۷۰۷ء موضع منری، نزد پشاور کی تھی۔ نسلاً پٹھان تھا اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مُرید ہونے کے حوالے سے سلسلۂ نقشبندیہ میں میاں محمد عمر چمکنیؒ کا ہم مسلک بھی تھا۔ نجیب الدولہ کا انتقال ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو ہوا لیکن احمد شاہ ابدالی اور میاں محمد عمر چمکنیؒ کے مابین سیاسی رابطے (بابت ہندوستان پر چوتھا حملہ ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء) میں احمد شاہ ابدالی اور میاں محمد عمر چمکنیؒ کے بیچ کسی روحانی رابطے یا پیری مُریدی کے تعلق کو دخل نہیں۔ اِس بات

Marfat.com

کے شواہد ضرور ملتے ہیں کہ میاں محمد عمر چمکنیؒ نے احمد شاہ ابدالی کے کشمیر، ہندوستان پر چوتھے حملہ (۱۷۵۲ء) کے موقع پر اپنے ساڑھے سترہ ہزار جنگجو مُریدین اُس کے ہمراہ کر دیئے، جن میں میاں محمد عمر چمکنیؒ کے فرزند صاحبزادہ عبداللہ میاں گل کے علاوہ آپ کے تین خلفاء (اخوند محمد یوسف، اخوند جان محمد کلاں اور اخوند محمد اکرم) بھی شامل تھے (دیکھیے: ''تذکرہ صُوفیائے سرحد'' از اعجاز الحق قدوسی، طبع اوّل: ۱۹۶۶ء)

احمد شاہ ابدالی کے جموں و کشمیر پر اس حملے کا سوائے ہوسِ ملک گیری کے کوئی جواز دکھائی نہیں دیتا۔ اس حملے کا واحد سبب یہ تھا کہ احمد شاہ ابدالی نے کشمیر کے گورنر سے مطالبہ کیا کہ وہ اُس کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کر لے۔ گورنر کشمیر نے انکار کر دیا تو یہ حملہ کیا گیا۔ راجہ جموں، رنجیت دیو نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن بالآخر شکست کھائی اور کشمیر، احمد شاہ ابدالی کے قبضہ میں چلا گیا۔ (دیکھیے: Islamic Culture, Vol:XI, NO.4, P 499,500) ہندوستان پر پانچویں حملے (۱۷۵۷ء) کے لیے ابدالی خود نہیں آیا تھا۔ بلکہ مغل شہنشاہ عالمگیر ثانی نے اپنے مغرور وزیر شہاب الدین المعروف غازی الدین سے چھٹکارا پانے کے لیے ابدالی کو نجیب الدولہ کے ذریعہ دعوت دی تھی۔ (دیکھیے: ''فرحت الناظرین'' اور Elliot+Douson, Vol VIII, P. 163,241)۔ اس حملے میں ابدالی افواج نے مسلسل تین دن دہلی میں لوٹ مار کا بازار گرم کیے رکھا۔ ابدالی نے غازی الدین کو معزول کر کے دوبارہ بحال بھی کروا دیا اور اپنے قریبی مُخبر نجیب الدولہ کو امیر الامراء مقرر کروانے کے بعد بے پناہ دولت سمیٹ کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان پر چھٹے حملے (۶۱-۱۷۶۰ء) کی فضا شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے احمد شاہ ابدالی کے نام درج ذیل خط لکھ کر تیار کی:

'بعد حمد وصلوٰۃ کے...... یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی جمعیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوشِ مبارک تک پہنچا دے.......... سوائے دہلی و دکھن کے خاص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قومِ مرہٹہ کو شکست دینا آسان کام ہے،

Marfat.com

بشرطیکہ غازیانِ اسلام کمرِ ہمت باندھ لیں..... الغرض قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے..... غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود و باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے..... اِس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لیے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا..... سورج مل اس جماعت کا سردار ہو گیا اور فساد کا راستہ اختیار کیا..... پسرِ محمد شاہ نے شہر کے دروازوں کو بند کر کے جنگِ توپ خانہ شروع کی، محض خدا کے فضل سے صفدر جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد ناکامیاب واپس ہوئے..... ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں بشرطیکہ غلبہ و شوکت موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے..... جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کروڑ روپیہ سے کم آمدنی کا نہیں ہے بشرطیکہ ہر راجہ پر خراج مقرر کیا جائے۔ عہد محمد شاہ میں بنگالہ سے ہر سال ایک کروڑ کی آمدنی تھی اور وہاں کا صوبہ دار ہمیشہ بلا توقف بھیجتا رہتا تھا۔ اس رقم کی ادائیگی کے باوجود صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے اُمراء میں انتہائی مالدار امیر تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے انتظامی ہے اور وہاں ایک بے وقوف ناواقف کار نوجوان یعنی ناظم قدیم کا نواسہ مسلط ہے (نواب سراج الدولہ کی طرف اشارہ جو ۱۷۵۶ء میں علی وردی خاں کے انتقال کے بعد بنگالہ کا صوبہ دار ہوا تھا) پھر بھی وہ نوجوان خزائن بے شمار کا مالک ہے..... جاٹ کے شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے..... حاصلِ کلام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبہ کی نوعیت یہ ہے جو معرضِ بیان میں آئی اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا، جو لکھا گیا۔ فی زمانہ ایسا بادشاہ جو صاحبِ اقتدار و شوکت ہو اور لشکرِ مخالفین کو شکست دے سکتا ہو، دُور اندیش اور جنگ آزما ہو، سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرضِ عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرانا۔ اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ

اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کوفراموش کردیں گے......''

''شاہ ولی دہلوی کے سیاسی مکتوبات،'' مرتبہ: خلیق احمد نظامی، مطبوعہ: علی گڑھ (مقدمہ محررہ: ۲۵دسمبر ۱۹۵۰ء) کے صفحہ ۴۵ تا ۵۸ میں شامل کردہ تیرہ سے زائد صفحات پر مشتمل یہ بے نام مکتوب ''بنام شاہے'' (بہ زبان فارسی) گزشتہ بیس پچیس برس سے علمی، مذہبی اور سیاسی حلقوں میں زیر بحث رہا اور تا حال ہے۔ اِس خط کے مندرجات کو ہندو طبقے نے فرقہ وارانہ اور ہندو مسلم وطن پرست طبقے نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ فی الوقت یہ ہمارا موضوع نہیں، البتہ دیکھنا یہ ہے کہ میاں محمد عمر چمکنیؒ نے اپنے تعلق دار، نجیب الدولہ کے کہے پر حملہ آور ہونے والے احمد شاہ ابدالی کو افرادی قوت مہیا کرتے وقت کیا سوچا ہوگا؟ کیا محض سلسلۂ نقشبندیہ سے خود اُن کا، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا یا نجیب الدولہ کا انسلاک اِس نوع کے اہم فیصلوں کے لیے کافی تھا؟ جب کہ میاں محمد عمر چمکنیؒ (پ ۱۶۷۳ء)، شاہ ولی اللہ دہلویؒ (پ: ۱۷۰۳ء) سے عمر میں تیس برس بڑے تھے اور رُوحانی مرتبہ میں بھی اُن سے کسی طور کم نہ تھے۔ عہد شاہجہان سے جدی پُشتی جاگیر دار تھے اور سرحد کی سب سے بارسوخ شخصیت۔ پھر اگر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو ہندوستان پر غلبۂ کفر سے نجات کے ضمن میں غیر مسلم مرہٹوں، جاٹوں اور سکھوں کی تادیب منظور تھی یا محض دہلی شہر یا سلسلۂ نقشبندیہ سے مُنسلک دہلی کے بااثر منصب داروں (از قسم نجیب الدولہ) کو اہلِ ہنود کی شورشوں سے بچانا مقصود تھا؟ کیا دینِ متین کی بحالی اسی میں مضمر تھی؟ جب کہ اُس وقت برطانوی سامراج ایک اژدہے کی طرح ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ بنگال میں نواب سراج الدولہ، برطانوی سامراج کے خلاف جنگ آزادی لڑنے کی تیاری کر رہا تھا اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ اُسے ''بے وقوف اور ناواقف کار'' قرار دے رہے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کو سات آٹھ کروڑ روپے کی متوقع آمدنی کا حوالہ دے کر بنگال میں برطانوی سامراج کے خلاف جنگ لڑنے پر آمادہ کیوں نہیں کیا گیا؟ کیا برطانوی سامراج سے دینِ متین کو

Marfat.com

کوئی خطرہ نہ تھا؟ غرضیکہ اِس نوع کے بہت سے سوالات سر اٹھاتے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان پر آٹھویں حملے (۱۷۶۷ء) میں موقع تھا کہ انگریزوں کو بنگال سے نکال باہر کیا جاتا اور اِس خطرے کو بھانپ کر انگریزوں نے اپنی فوج الہٰ آباد اس لیے بھیج دی تھی کہ ابدالی کا مقابلہ اودھ کی سرزمین پر کریں گے لیکن احمد شاہ ابدالی نے اُدھر کا رُخ ہی نہیں کیا اور متھرا تک پہنچ کر پلٹ آیا۔ جب کہ ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے نویں اور آخری حملے (۱۷۶۹ء) میں سکھوں نے اُس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ بے نیلِ مُرام کابل واپس چلا گیا۔ بہر طور، میاں عمر چمکنیؒ کی طرف سے احمد شاہ ابدالی کو افرادی قوت مہیا کرنے کے حوالے سے گہرے تجزیے کی ضرورت ہے اور نتائج کے استخراج کے لیے اِس فقیر سے بہتر تجزیہ کار موجود ہیں۔ یہاں تو صرف چند اشارے ہی مقصود تھے یا کچھ سوالات اُٹھائے جا سکتے تھے۔ اِلبتہ اِس پس منظر کو کھنگالنے سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ میاں عمر چمکنیؒ اور احمد شاہ ابدالی کا پیری مُریدی کا تعلق نہ تھا۔ سیاسی روابط ضرور تھے اور اُن سیاسی روابط کی جڑیں بہت گہری اور تاحال نامعلوم ہیں۔ نجیب الدولہ اور میاں محمد عمر چمکنیؒ کی طرح احمد شاہ ابدالی کی مدد مغلیہ دربار سے منسلک اہم منصب داروں، حافظ رحمت خاں روہیلہ اور شجاع الدولہ نے بھی کی اور یہ موضوع الگ سے تجزیے کا طالب۔

جہاں تک احمد شاہ ابدالی کے لقب ''دُرِ دواں'' کا معاملہ ہے تو منشی عبدالکریم کے تذکرہ: ''واقعاتِ دُرّانی'' کے مطابق احمد شاہ ابدالی کو جون ۱۷۴۷ء میں یہ لقب بھی لاہور کے اُسی مجذوب درویش صابر شاہؒ کا عطا کردہ ہے۔ مُنشی عبدالکریم لکھتے ہیں:

''جس روز بادشاہ قتل ہُوا اور احمد شاہ، سب مال و متاع شاہ کا اُس کے دشمنوں سے بچا کر اور حقِ پرورش بادشاہ موصوف کا بجا لا کر، قندھار کو چلا تو اُس فقیر کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ جب احمد شاہ، دو منزل لشکرِ نادری سے نکل گیا، تب اُس فقیر نے کہا کہ اے احمد شاہ، اب تُو بادشاہ ہو جا۔ اُس نے کہا کہ اے حضرت، میرے پاس سامان اور

اسباب سلطنت کا کہاں ہے کہ میں بادشاہ ہوں؟ تب اُس فقیر نے ایک چبوترہ مٹی کا بنایا اور احمد شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اُس پر بٹھایا، اور کہا کہ یہ تیرا تختِ بادشاہت ہے۔ اور تھوڑی سی سبز گھاس لے کر اُس کے سر پر رکھ دی کہ یہ تاجِ بادشاہی ہے اور تُو بادشاہ درّانی ہوا۔ اُس دن سے احمد شاہ نے اپنی قوم کو کہ ''ابدالی'' کہلاتی تھی، ''دُرّانی'' لقب دیا اور اپنا نام ''احمد شاہ دُرّانی'' رکھا۔'' (''واقعات درّانی'' اردو ترجمہ: میر وارث علی سیفی، مطبوعہ: پنجابی ادبی اکادمی، طبع اوّل: ۱۹۹۳ء ص: ۱۲)

اس بات کی تصدیق معاصر مورّخ امام الدین حسینی کی ''تاریخ حسین شاہی'' (قلمی) اور ''سیر المتاخرین'' از سید غلام حسین خان طباطبائی، مطبوعہ نولکشور جلد: ۳، ص ۱۶ سے بھی ہوتی ہے۔

احمد شاہ ابدالی، قدرے ضعیف الاعتقاد شخص تھا۔ لاہور کے مجذوب درویش (صابر شاہؒ) اُس کے راہنما تھے۔ گولڈن ٹیمپل، امرتسر کا تالاب مٹی سے بھروا کر اُس نے مذہبی منافرت کی مثال قائم کی لیکن کابل میں نادر شاہ کے آباد کردہ عیسائیوں کو احمد شاہ ابدالی کے دورِ حکومت میں کوئی گزند نہیں پہنچا، جس کی تصدیق ۱۷۸۳ء میں جارج فوسٹر نے "A Journey From Bengal To England" (جلد: ۱) میں کی ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر نو (۹) حملوں کے دوران خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (دہلی)، حضرت معین الدین چشتیؒ (اجمیر) اور حضرت بُو علی قلندرؒ (پانی پت) کے مزارات پر حاضری دی، نیز پشاور، لاہور اور بٹالہ کے مشائخ سے اُس کی متعدد ملاقاتیں بھی رہیں، جن میں میاں محمد عمر چمکنیؒ شامل تھے۔

میاں محمد عمر چمکنیؒ کے حلقۂ احباب میں مغل شہنشاہ عالمگیر ثانی کا امیر الامراء نجیب الدولہ، شاہِ افغانستان احمد شاہ ابدالی کا امیر لشکر سردار عبداللہ خاں درّانی، وزیر عدل اخوند فیض اللہ، سردار فیض طالب خان محمود زئی، حاکم کشمیر نور الدین خاں، سردار فتح خاں کمال زئی، حاکم پشاور جان محمد دُرانی اور شہباز خان خٹک جیسے زُعماء شامل تھے۔

Marfat.com

احمد شاہ ابدالی نے چمکنی کی خانقاہ اور لنگر کے لیے ہزاروں جریب زمین وقف کی تو بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر مشرقی افغانستان کے بہت سے خوانین نے بھی میاں محمد عمر چمکنیؒ کے نام بہت سی اراضی وقف کر دی۔ دورِ انگلشیہ میں خانقاہ کے ساتھ وقف شدہ چودہ ہزار جریب اراضی کو اپنی تحویل میں لے لیا گیا۔ (''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' جلد: ۷، ص ۶۸۱) محمد امیر شاہ قادری کے مطابق حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کی زندگی میں اُن کے جاری کردہ لنگر سے تقریباً پانچ سو کے قریب طلبہ اور محتاجوں کو دو وقت کا کھانا مُیسر آتا اور مسافروں کو زادِ راہ مہیا کیا جاتا تھا (''تذکرہ علماء و مشائخِ سرحد'' ص: ۹۶، ۹۷) میاں محمد عمر چمکنیؒ سے تعلق خاطر کے باوجود احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ نے اپنے خلاف ایک سازش کا انکشاف ہونے پر میاں محمد عمر چمکنیؒ کے بیٹے میاں محمدی پر شک کے باعث چمکنی کو لُوٹ لینے کا حکم دیا۔ فوجیں چڑھ آئیں اور بہت لوٹ مار ہوئی۔ سرداران درّانی نے سفارش کر کے لوٹ وہاں کی موقوف کروائی۔ (دیکھیے: ''واقعاتِ درّانی'' از منشی عبدالکریم، مطبوعہ: لاہور: انتشارات پنجابی ادبی اکادمی، طبع اوّل: ۱۹۶۳ص: ۶۴، ۶۵)۔

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے سیاسی فیصلے بحث طلب موضوع ضرور ہیں لیکن بطور مُحدث، مُفسر، واعظ، مناظر، مُتکلم، مُورخ، شاعر اور مُترجم کے اُن کی حیثیت مُسلمہ ہے۔

میاں محمد عمر چمکنیؒ کی تصانیف و تراجم میں درج ذیل ایک درجن کتب نمایاں ہیں:

۱۔ ''ظواہر السرائر'' (تذکرہ بہ زبانِ فارسی) میاں محمد عمر چمکنیؒ نے یہ تذکرہ ستائیس برس کی عمر میں مکمل کر لیا تھا۔ تذکرے کی تاریخ تکمیل: بروز جمعۃ المبارک ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ مطابق ۶ نومبر ۱۷۰۰ء ہے۔ ''ظواہر'' اس تذکرے کا تاریخی نام ہے۔ اسلافِ نقشبندیہ بالخصوص حضرت آدم بنوریؒ، اُن کی اولاد، خُلفاء بالخصوص حضرت محمد صادق سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ اور اُن کے اخلاف بالخصوص محمد یحییٰ

Marfat.com

ائکی المعروف حضرت جی باباؒ کے ظاہری اور پوشیدہ حالات اور عہدِ عالمگیری کی بن لکھی تاریخ پر مشتمل ایک ایسا خزینہ ہے جو تین سو سال سے اشاعت کا منتظر ہے۔

''ظواہرالسرائر'' کے قلمی نسخوں کا سُراغ ملتا ہے:

۱۔ نسخۂ خلیل الرحمٰن داوٗدی (قلمی)، مخزونہ: نیشنل میوزیم آف پاکستان برنز گارڈن، کراچی، (پاکستان)۔ بر مشتمل ۴۸۷ صفحات۔ اس نُسخے کی ایک عکسی نقل شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور میں محفوظ ہے۔ نسخۂ داوٗدی مصنف کا خطی نسخہ نہیں لیکن اِس کی کتابت خود مُصنف کی نگرانی میں ہوئی ہے جس کی تصدیق ۔نسخہ کے آخر میں میاں محمد عمر چمکنیؒ کی تحریر (خطِ شکستہ) سے ہوتی ہے۔ دستیاب نُسخوں میں یہ نُسخہ قدیم تر ہے۔ ترقیمہ میں اس کی تاریخ کتابت ''شوال ۱۱۱۹ھ'' مطابق دسمبر ۱۷۰۷ء درج ہے۔ معلومہ قلمی نُسخوں میں یہ قدیم تر ہے اور خوبی یہ کہ مصنف کی نگرانی میں کتابت کروایا گیا۔ اس نسخے کو ''نُسخہ شیرانی'' مخزونہ: پنجاب یونیورسٹی لائبریری، نیوکیمپس، لاہور پر اُنیس (۱۹) برس کا زمانی تفوق حاصل ہے۔

۲۔ نُسخۂ حافظ محمود شیرانی (قلمی)، مخزونہ: پنجاب یونیورسٹی لائبریری نیو کیمپس، لاہور (پاکستان) اس نُسخے کی ایک عکسی نقل شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور میں بھی محفوظ ہے۔ یہ نسخہ مصنف کی نگرانی میں تیار کردہ ہرگز دکھائی نہیں دیتا۔ کتابت ایک سے زائد کاتبوں نے کی ہے۔ ابتدائی حصہ قدرے بہتر ہے جب کہ آخری حصے میں اِملا کی بے حد اغلاط دکھائی دیتی ہیں۔ صفحات کی ترتیب بھی درست نہیں۔ آخری حصہ نستعلیق آمیز خطِ شکستہ میں کسی بد خط کاتب نے تحریر کیا ہے۔ ۸×۱۵ انچ کی بڑی تقطیع پر ابتدائی حصے مین پندرہ سطریں جب کہ آخری حصے میں کہیں سولہ اور کہیں سترہ سطریں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ۱۱۳۸ھ مطابق ۱۷۲۵ء کا کتابت شدہ یہ قلمی نسخہ بر مشتمل ۴۰۸ صفحات، ایک رنگین صفحے کے علاوہ ہلکے خاکی

Marfat.com

رنگ کے دبیز کاغذ پر نمبر شمار: ۳۸۸ کے تحت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ نسخۂ رام پور (قلمی)، مخزونہ: کتب خانہ شاہ محمد مُحدث، رام پور (بھارت)۔ سی، اے سٹوری کی کتاب ''Persian literature'' حصہ اوّل، حصہ دوم مطبوعہ: لوزک اینڈ کمپنی، لندن طبع اوّل: ۱۹۵۳ء کے صفحہ ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۱، کے مطابق بہت پہلے یہ نسخہ کتب خانے میں موجود رہا۔ لیکن اب کتب خانہ میں اُس کی موجودگی ثابت نہیں۔ ۸۹۔۱۹۸۸ء میں بھی شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج لاہور کے رابطہ کرنے پر یہی اطلاع ملی تھی کہ موجود نہیں۔

۴۔ نسخۂ کوہاٹ، مخزونہ: کتب خانہ کرنل سیّد سلطان علی شاہ، کوہاٹ (پاکستان)۔ ہم نے یہ نسخہ نہیں دیکھا لیکن اس نسخے کی کیفیت بھی نسخۂ شیرانی سے مختلف نہیں بتائی جاتی۔ یہ نسخہ بھی مصنف کا خطی نسخہ نہیں، نہ مصنف کی نگرانی میں تیار کروایا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر املا کی اغلاط دکھائی دیتی ہیں۔

۵۔ نسخۂ باجوڑ (قلمی)، مخزونہ: کتب خانہ خار، باجوڑ ایجنسی، سرحد (پاکستان)۔ جنوب مشرقی افغان سرحد پر نا درست حالات کے سبب ہم یہ نسخہ دیکھنے سے محروم رہے۔ لیکن اس کا حوالہ کئی کتب میں ملتا ہے۔

۶۔ نسخہ کابل (قلمی)، مخزونہ: کابل یونیورسٹی، (افغانستان)۔ کابل یونیورسٹی، افغانستان کی سینٹرل لائبریری میں اس نسخے کی اطلاع مجھے ایک افغان مہاجر پروفیسر نے دی تھی لیکن طالبان کی لوٹ مار اور کتب خانوں کی بربادی، نیز امریکی افواج کی بمباری کے بعد اِس نسخے کی موجودگی کا خیال ایک دل خوش کُن قیاس معلوم ہوتا ہے۔

۷۔ نُسخہ لاہور (سات جلدیں۔ غیر مطبوعہ) مُرتبہ: انجم آراء، سید جعفر حسین شاہ، نیاز حسن شاہ، فرزانہ ناز، سید مظفر حسین بخاری، بسمہ اکرام اور شاہدہ جبیں۔ مخزونہ: کتب خانہ، شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور (پاکستان)

گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبۂ فارسی نے ''ظواہر السرائر'' کے ''نسخۂ شیرانی'' مخزونہ: پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور کو واحد معلومہ نُسخہ تصور کرتے ہوئے ایم۔اے فارسی (سیشن: ۸۹۔۱۹۸۷ء) کے سال دوم کے ساتھ طلبہ و طالبات کو چوتھے اور پانچویں پرچے کے متبادل کے طور پر تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' کے تصحیح متن وتحشیہ کا کام سونپا تھا۔ اِس کام کے لیے ''ظواہر السرائر'' (نُسخۂ شیرانی، مُحرّرہ: ۱۱۳۸ھ مطابق ۱۷۲۵ء) کا انتخاب کیا گیا تھا اور ۱۹۸۸ء میں ساتوں طلبہ وطالبات ۱۹۸۸ء کے وسط تک ''ظواہر السرائر'' کے واحد معلومہ نسخے ''نُسخۂ شیرانی'' ہی کو بنیاد بنا کر کام کرتے رہے تھے۔

۱۹۸۸ء کے وسط میں لاہور کے معروف مخطوطہ شناس خلیل الرحمٰن داؤدی نے اپنے ذاتی ذخیرۂ کتب سے ''ظواہر السرائر'' کا ایک نادر و نایاب قلمی نُسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، برنز گارڈن، کراچی کو فروخت کر دیا تو اُس نُسخے کی کراچی مُنتقلی سے قبل لاہور میوزیم کے ڈائریکٹر ڈاکٹر انجم رحمانی کی معرفت خود انھوں نے اُس نسخے کی ایک عکسی نقل شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور کو فراہم کر دی جہاں اُسی موضوع پر تصحیح متن و تحشیہ کا کام ہو رہا تھا۔

یُوں وسط ۱۹۸۸ء میں تحقیقی کام کرنے والے طلبہ و طالبات کو ''ظواہر السرائر'' نُسخۂ داؤدی (مُحررہ: شوال ۱۱۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۷۰۷ء) بھی مہیا کر دیا گیا جو نہ صرف نسخۂ شیرانی سے اُنیس برس پہلے کا ہے بلکہ خود مصنف کی زیرِ نگرانی کتابت کروایا گیا۔ یُوں تصحیح متن وتحشیہ کا کام از سرِ نو شروع کیا گیا۔ اب مآخذی متن ''نُسخہ داؤدی'' قرار پایا اور موازنے کے طور پر ''نُسخۂ شیرانی'' کو برتا گیا۔ یہی سبب ہے کہ شعبۂ فارسی، گورنمنٹ کالج لاہور میں مُرتب کردہ ''ظواہر السرائر'' میں ''نسخۂ داؤدی'' کو ''نُسخۂ الف'' اور ''نُسخہ شیرانی'' کو ''نُسخۂ ب'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس مرتب کردہ متن سے متعلق تقسیم کار درج ذیل ہے:۔

۱	انجم آراء	رول نمبر: ۹۰۴۸	صفحہ ۱	تا ۴۲ ب	(نسخۂ داؤدی)
۲	سیّد جعفر حسین شاہ	رول نمبر: ۹۰۵۳	صفحہ ۴۲ ب	تا ۹۶ الف	//
۳	نیاز حسین شاہ	رول نمبر: ۹۰۵۵	صفحہ ۹۶ ب	تا ۱۴۸ الف	//
۴	فرزانہ ناز	رول نمبر: ۹۰۴۹	صفحہ ۱۴۸ الف	تا ۱۹۶ الف	//
۵	سیّد مظفر حسین بخاری	رول نمبر: ۹۰۵۴	صفحہ ۱۹۶ الف	تا ۲۴۸ ب	//
۶	بسمہ اکرام	رول نمبر: ۹۰۵۲	صفحہ ۲۴۸ ب	تا ۳۰۵ الف	//
۷	شاہدہ جبیں	رول نمبر: ۹۰۵۰	صفحہ ۳۰۵ الف	تا ۳۷۴ الف	//

سات جلدوں پر مشتمل ان مقالہ جات کی نگرانی کا فریضہ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر محمد انور خاں وڑائچ، پروفیسر محمد رفیق اور پروفیسر محمد سرور نے انجام دیا، لیکن الگ الگ مقالہ جات کے نگران کی صورت۔ ایم۔ اے (فارسی) کے سات طلبہ و طالبات کی مشترکہ کوشش سے مُرتب کردہ ''ظواہر السرائر'' کا یہ فارسی متن سات جلدوں میں موجود ہے۔ جسے مُرتب کرتے ہوئے ظواہر السرائر'' کے دو معلومہ نُسخے: ''نُسخۂ داؤدی'' اور'' نُسخۂ شیرانی'' برتے گئے ہیں لیکن اس متن کی تدوین اور متن سے متعلق قائم کردہ حواشی میں کئی خرابیاں ہیں جنہیں شعبۂ فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور کے نگران اساتذہ کی تن آسانی کا شاخسانہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر میاں محمد عمر چمکنیؒ کی زبان و بیان سے مُجمل تاثر یہ لیا گیا کہ: ''اس کتاب کی زبان مخصوص ہندوستانی طرزِ فارسی کی آئینہ دار ہے اور بہت حد تک مقامی اثرات اس پر نمایاں ہیں۔ مثلاً بہت سے الفاظ اپنے مخصوص معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً لفظ ''معاملت'' بمعنی نذر و فتوح، ''مُعمری'' بمعنی خدمت۔ مصنف نے بہت سے لُغاتِ غریب بھی استعمال کیے ہیں جو عام طور پر فارسی زبان میں استعمال نہیں ہوتے مثلاً ''اشراف'' بمعنی معلوم، ''داب'' بمعنی طریقہ۔''

(''ظواہر السرائر'' مرتبہ: گورنمنٹ کالج لاہور، جلد: ۷۔ دیباچہ سے اقتباس ص: ۴، ۵)

درجِ بالا پیراگراف میں جن الفاظ کو مقامی اثرات کا نتیجہ قرار دیا جارہا ہے۔ وہ

Marfat.com

سارے کے سارے الفاظ تصوف کی اصطلاحات ہیں۔ اے کاش! اِس ضمن میں حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی کی کتاب ''سرِ دلبراں'' مطبوعہ: ۱۳۷۱ھ مطابق ۵۲-۱۹۵۱ء ہی دیکھ لی ہوتی جو مُصطلحاتِ تصوف میں ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ چلیے اگر ایسا نہیں بھی ہو سکا تو ''لُغت نامہ دھخدا'' از علی اکبر دھخدا ہی دیکھ لی ہوتی۔ خیر اِن الفاظ کے معنی کا تعین کر کے دیکھتے ہیں کہ فارس میں مروج ہیں کہ نہیں یا واقعی لُغاتِ غریب برتی گئی ہے:۔

مُعاملت: نیاز، نذر بہ مُرشد و پیر۔ نقد یا جنسی کہ بہ پیر و مُرشد دہند مُریدان و پیران۔

(''لُغت نامہ دھخدا'' جلد: ۴۵، شمارہ مسلسل: ۲۱۲، چاپ دانشگاہ تہران، ص ۶۷۵)

یعنی یہ لفظ صُوفیاء کے ہاں' مستند فارسی میں مُرشد یا پیر کی خدمت میں پیش کیے جانے والے نذرانہ یا نیاز کے لیے برتا جاتا ہے۔ اِس لفظ کا اَطلاق اُس نقدی یا اشیا پر بھی ہوتا ہے جو مُرید یا پیروکار اپنے پیر یا مُرشد کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

معمری: یہ لفظ کہیں نہیں ملتا۔ دراصل کاتب ''غ'' اور ''ز'' کے نقطے لگانا بھول گیا۔ اصل لفظ ''مغمزی'' ہے بہ معنی دلالی، کیسہ کشی، مشت و مال۔ گفت بگزار تر امغمزی بکنم و حکایتی است برگویم (اسرارالتوحید، ص: ۵۰)

(''لُغت نامہ دھخدا'' جلد: ۴۵، شمارہ مسلسل: ۲۱۲) اشراف: واقف شُدن برامری، آگاہ شُدن از درونِ کسی۔

(''لُغت نامہ دھخدا'' جلد: ۷، شمارہ مسلسل: ۴۲، چاپ سیروش تہران، اردی بہشت ماہ ۱۳۳۸۔ داب: (ع۔ مذکر) آداب، طور طریق۔ دابِ مجلس: (مذکر) آداب مجلس، علم مجلس۔

(''جامع اللغات'' از خواجہ عبدالمجید، لاہور: ملک دین محمد اینڈ سنز، جلد سوم، ص: ۱)

طے پایا کہ صوفیاء کے ہاں برتی جانے والی یہ لفظیات قدیم وقتوں سے مستعمل رہی ہے اور تا حال اسے متروک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نہ ہی یہ لُغات غریب ہے، نہ ہندوستانی طرز فارسی کی آئینہ دار۔

Marfat.com

۸۔ ''ظواہر'' (فارسی) (ظواہر السرائر کا ایک حصّہ) مُرتبہ: نذر صابری، مطبوعہ: اٹک: مجلسِ نوادراتِ علمیہ، طبع اوّل: اگست ۲۰۰۰ء کل صفحات: ۶۴

نذر صابری صاحب کے اردو میں لکھے گئے دیباچہ اور تعارفی مضامین (۲۹ صفحات) کو کتابچہ کے کُل صفحات (۶۴) میں سے نکال دیں تو کتابچہ کا فارسی متن صرف ۳۴ صفحات پر مشتمل دکھائی دیتا ہے۔ کتابچہ کا یہ فارسی متن میاں محمد عمر چمکنیؒ کے مُرشد محمد یحییٰ اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ کے ۷۷ ملفوظات پر مبنی ہے۔ یُوں اِس کتابچہ میں تذکرے کی صورت دکھائی نہیں دیتی لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ تا حال تذکرہ ''ظواہر السرائر'' (فارسی) غیر مطبوعہ صورت ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اِس کتابچہ کے سرورق پر ''ظواہر'' مُصنفہ مولانا میاں محمد عمر چمکنیؒ علیہ الرحمتہ'' کی بجائے اگر ''ملفوظات حضرت جی باباؒ، راوی: مولانا میاں محمد عمر چمکنی علیہ الرحمتہ'' درج کیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا۔ دیباچہ میں نذر صابری صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ ''نُسخہٗ خلیل الرحمٰن داوَدی، میاں محمد عمر چمکنیؒ کا خطی نُسخہ ہے۔'' اُنھوں میاں محمد عمر چمکنیؒ کی خطِ شکستہ میں وہ تحریر نہیں پڑھی جو نُسخہٗ داوَدی کے آخر میں موجود ہے۔ مُصنف (میاں محمد عمر چمکنیؒ) نے خود لکھا ہے کہ یہ تذکرہ اُنھوں نے کتابت کروایا اور کاتب سے لے کر آ رہا ہوں۔ نذر صابری صاحب کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ میاں محمد عمر چمکنیؒ ''اعلیٰ درجے کے خطاط تھے اور یہ فن اُن کا ذریعہٗ معاش بھی رہا تھا۔'' مصنف کے حالاتِ زندگی سے نذر صابری صاحب کی یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی۔ نذر صابری صاحب نے ''ظواہر السرائر'' (نُسخہٗ داوَدی) کی عکسی نقل کے حصول کے ضمن میں جو کہانی گھڑی یا انھیں جو کہانی گھڑ کر سنائی گئی، وہ بھی سراسر فرضی ہے۔ نذر صابری صاحب لکھتے ہیں:

''یہ نُسخہ مرحوم خلیل الرحمٰن داوَدی کے نوادرات میں سے تھا۔ جس کو چند سال پیشتر گردشِ دوراں برائے فروخت بازار میں لے آئی۔ ابھی یہ یوسف اپنے خریدار تک پہنچا نہ تھا کہ عبدالعزیز ساحر کے ہاتھ لگ گیا۔ انھوں نے بڑی صفائی سے اس کی ایک فوٹو کاپی اُتر والی اور اس طرح یہ یوسفِ گُم گشتہ، کسی نہ کسی روپ میں کنعان (اٹک) واپس آ گیا۔ ہمیں تحقیق

طور پر یہ معلوم نہیں کہ اب یہ کہاں ہے۔ بجا ہے کہ اس نسخہ کو ہم نسخۂ داؤدی کا نام دیں۔''

(دیباچہ: ''ظواہر'' محررہ: ۲۷ اگست ۲۰۰۰ء ص ۳، ۴)

حقیقت یہ ہے کہ خلیل الرحمٰن داؤدی کی وفات، نذر صابری صاحب کے تحریر کردہ دیباچہ: ''ظواہر'' کے لگ بھگ ڈیڑھ برس بعد ۲۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو لاہور میں ہوئی۔ ۲۷ اگست ۲۰۰۰ء میں داؤدی صاحب حیات تھے جنھیں نذر صابری صاحب ''مرحوم'' لکھ رہے ہیں۔ خلیل الرحمٰن داؤدی کے گھر سے نادر قلمی نسخوں کے چوری کا واقعہ ۲۰۰۱ء میں پیش آیا، اُس سے قبل خلیل الرحمٰن داؤدی صاحب اپنے ذخیرۂ نوادرات میں سے ''ظواہر السرائر'' کا قلمی نُسخہ نیشنل میوزیم آف پاکستان برنز گارڈن، کراچی کو فروخت کر چکے تھے، جس کی ۱۹۸۸ء سے موجودگی وہاں ثابت ہے۔ ۱۹۸۸ء کے وسط میں داؤدی صاحب نے کراچی بھجوانے سے قبل از خود اُس فروخت کردہ نُسخے (ظواہر السرائر) کی ایک عکسی نقل تیار کروا کر لاہور میوزیم ڈائریکٹر ڈاکٹر انجم رحمانی کی معرفت شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور کو فراہم کر دی تھی، جسے بنیاد بنا کر ایم۔اے فارسی (سیشن ۸۹۔۱۹۸۷ء) کے سات طلبہ و طالبات نے ''ظواہر السرائر'' کی تصحیح متن کا کام کیا۔ (اِس کی تفصیل آپ ''ظواہر السرائر'' نمبر شمار: ۷ کے تحت ملاحظہ کر چکے ہیں)۔

یُوں گتھی آپ ہی آپ سُلجھ جاتی ہے کہ نذر صابری صاحب کو پیش کی جانے والی ''ظواہر السرائر'' (نُسخۂ داؤدی) کی عکسی نقل کہاں سے تیار کی گئی۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کالج، لاہور کے شعبہ فارسی سے، جہاں خلیل الرحمٰن داؤدی، کی جانب سے فراہم کردہ ایک عکسی نقل ۱۹۸۸ء کے وسط میں پہنچ چکی تھی۔ افسوس، نذر صابری صاحب کے ''علم دوست اور مُعارف پرور'' مہربان نے عکسی نقل کی فوٹو کاپی فراہم کرتے ہوئے فرضی کہانی سنا کر نذر صابری صاحب کے لیے موازنۂ متن کے تمام راستے بند کر دیئے۔

نذر صابری صاحب نے ''ظواہر السرائر'' (نُسخۂ داؤدی) کی اُس عکسی نقل سے حضرت جی بابا سے متعلق حالات و واقعات کو الگ کر کے اپنے ہاتھ سے جو مسودہ تیار کیا،

وہ بعد میں ''ظواہر'' مطبوعہ: اگست ۲۰۰۰ء کی بنیاد بنا۔ نذر صابری صاحب کے ہاتھ سے تیار کردہ اُس مسودہ کی ایک فوٹو کاپی میرے پاس بھی ۱۹۹۸ء سے محفوظ ہے، جسے شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور میں موجود عکسی نقل کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ نذر صابری صاحب کو فراہم کردہ ''ظواہر السرائر'' کی فوٹو کاپی شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور میں موجود عکسی نقل ہی سے تیار کروائی گئی ہے۔ موازنۂ متن کی داخلی شہادتیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) نذر صابری صاحب کے ہاتھ سے تیار کردہ مسودہ میں ''ظواہر السرائر'' (نسخہ داؤدی) کے صفحہ ۲۷۱ (ب) کے آخری پیراگراف کا ایک لفظ ''بذرگراں'' غیر واضح ہونے کے باعث ناخوانا تسلیم کیا گیا ہے۔ وہی لفظ شعبہ فارسی گورنمنٹ، لاہور میں موجود عکسی نقل میں بھی تقریباً ناخوانا ہے۔

(۲) یہی صورت، بہ سلسلہ دلدار بیگ صفحہ ۲۵۲ (ب) اور ۲۵۳ (الف) میں دکھائی دیتی ہے۔

(۳) بہ سلسلہ مولانا عنایت صفحہ ۳۵۲ (ب) کے آخری حصّے کی بھی یہی صورت ہے۔

(۴) شعبۂ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور میں موجودہ عکسی نقل کے صفحہ ۲۸۳ (ب) کے آخر میں درج فارسی شعر: چہ خوش ساعت ...... خود اندر دست عاشق میں ''خوشا وقتی'' کے بعد چند الفاظ کی قرأت مشکل ہے۔ اس مشکل کے پیشِ نظر نذر صابری صاحب نے بھی اس مقام کو ناخوانا تسلیم کیا ہے۔

(۵) شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور میں موجود عکسی نقل کے صفحہ ۲۸۳ (ب) کے آخر میں درج کردہ ایک فارسی شعر کا مصرع اُولیٰ ناخوانا ہے۔ لہٰذا نذر صابری صاحب نے بھی وہ جگہ خالی چھوڑی ہے۔

(۶) شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور میں موجود عکسی نقل کے صفحہ ۲۷۸ (ب) آخری پیراگراف میں حضرت جی باباؒ کی محنت سے حاصل کردہ کمائی کے ضمن میں لفظ ''تنکہ'' درج ہے۔ نذر صابری صاحب نے بھی ''تنکہ'' ہی درج کیا جب کہ یہ لفظ

Marfat.com

''تنگہ'' ہے ''ت'' پر زبر اور ''ت'' کے نیچے زیر دونوں مُستعمل ہیں۔ ''عہد عالمگیری کا ایک سکہ خواہ سونے کا ہو، چاندی یا تانبے کا'' (''فرہنگِ عامرہ'' و ''لُغاتِ کشوری'')

(۷) شعبہ فارسی گورنمنٹ کالج، لاہور میں موجودہ عکسی نقل کے صفحہ ۲۷۸ (ب) پر محنت کی اُجرت، عِوضانہ یا حق الخدمت کے لیے لفظ ''مُزد'' کو ''مژد'' درج کیا گیا ہے اور نذر صابری صاحب نے بھی اپنے ہاتھ سے تیار کردہ متن میں ''مژد'' ہی درج کیا ہے، جو ایک بے معنی لفظ ہے۔ (دیکھیے: فرہنگِ آصفیہ، جامع اللغات)۔ حافظ شیرازی کا شعر ہے:

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی
مُزد اگری طلبی طاعتِ استاد ببر

میاں محمد عمر چمکنیؒ کی دیگر کتب:

۲۔ ''معالی'' (قلمی) علی بن عثمان اوشی کی تصنیف ''اَلمعَالی'' کا پشتو زبان میں منظوم ترجمہ، سالِ تکمیل: ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء کتابت: محمد شفیق خٹک، مخزونہ: کتب خانہ محمد فاروق شاہ بنوری، بھانہ ماڑی، پشاور (پاکستان)۔ ''مَعالی'' سے مراد رُوحانی معاملات میں عارف کی بلندیاں ہیں۔

۳۔ ''شمس الہدیٰ بدر الدجیٰ'' (قلمی) بہ زبان عربی، کُل صفحات: ۴۲۴، مخزونہ: کُتب خانہ اسلامیہ کالج، پشاور (پاکستان)۔ حضور اکرمؐ کے اوصاف حمیدہ نیز اہل بیت اور اصحابِ کبار کی مدح اس کا موضوع خاص ہے۔

۴۔ ''دپشتو نسب نامہ'' (قلمی) علم الانساب سے متعلق کتاب۔ پٹھانوں کا پشتو زبان میں منظوم نسب نامہ، مخزونہ: کتب خانہ مولانا فضل صمدانی پشاوری مرحوم سابق مہتمم مدرسہ رفیع الاسلام، پشاور (پاکستان)۔ سرحد کے معروف محقق عبدالحلیم اثر افغانی

Marfat.com

مرحوم کے مطابق اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری، لندن (برطانیہ) میں محفوظ ہے۔

۵۔ ''رسالۃ التجوید'' (قلمی) نُونِ قطنی کی نفی میں قرآن حکیم کے حروف اُن کے مخارج سے ادا کر کے پڑھنے کے حوالے سے لکھا گیا رسالہ۔ اس کا حوالہ مولوی غلام فرید نقشبندی نے اپنی کتاب: ''احوال العارفین'' میں دیا ہے۔ غلام فرید نقشبندی کے مطابق میاں محمد عمر چمکنیؒ کے اس رسالے کا جواب اخون حافظ محمد عمر زئی نے ایک رسالہ نُونِ قطنی کے اثبات میں لکھ کر دیا تھا۔ نونِ قطنی سے مراد ہے وہ چھوٹا نُون جو عربی میں ساکن یا مُشدد حروف سے پہلے تنوین والے حرف پر لکھا جاتا ہے۔

۶۔ ''شرح صلوٰۃ مُلہمہ'' (قلمی) شیخ آدم بنوریؒ کی تالیف ''صلوٰۃ مُلہمہ'' کی مبسوط شرح، مخزونہ، کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور (پاکستان) اس کتاب میں درود، دعا اور صلوٰۃ التسبیح کے حوالے سے شیخ آدم بنوریؒ کے افکار کی تشریح کی گئی ہے۔

۷۔ ''شمائل النبی'' (قلمی) حضورِ اکرمؐ کی عادات و خصائل سے متعلق پشتو زبان میں منظوم رسالہ (تکمیل: ۱۱۶۳ھ، ۱۷۵۰ء) مخزونہ: کتب خانہ مولانا فضل صمدانی پشاوری، پشاور (پاکستان)۔ اس رسالہ کے ایک اور قلمی نسخے کے اپنے ذاتی کتب خانے میں موجودگی کا دعویٰ عبدالحلیم اثر افغانی کا بھی تھا۔

۸۔ ''مخمس درود شریف'' (قلمی) پشتو زبان میں منظوم سلام بہ خدمت حضور اکرمؐ۔ اِس نظم کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ کُل صفحات: ۵۸، مخزونہ: کتب خانہ مولانا فضل صمدانی پشاوری مرحوم (سابق مہتمم مدرسہ رفیع الاسلام پشاور پاکستان)۔

۹۔ ''توضیح المعانی'' (قلمی) پشتو زبان میں منظوم شرح خُلاصہ کیدانی (موضوع: فقہ، تاریخ) کُل صفحات: ۱۱۴۔ مخزونہ کتب خانہ مولانا فضل صمدانی پشاوری مرحوم (سابق مہتمم مدرسہ رفیع الاسلام پشاور)، (پاکستان)۔ محمد حسین تسبیحی، مصنف: ''کتابخانہ ہای پاکستان'' کے مطابق میاں محمد عمر چمکنیؒ کی یہ کتاب مطبع فیضِ عام،

Marfat.com

دہلی سے ۱۲۹۸ھ مطابق ۸۱-۱۸۸۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۰۔ ایک عربی قصیدہ (قلمی) مخزونہ: کتب خانۂ پروفیسر عبدالقدوس سابق صدر شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی، پشاور (پاکستان)۔

۱۱۔ ''شرح الفقہ الاکبر'' (قلمی) بہ زبانِ فارسی، احکامِ شریعت سے متعلق کتاب۔ ''فقہ اکبر'' کی شرح۔ تکمیلِ کتابت از قلم محمد شفیق خٹک ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۵-۱۹۱۴ء، مخزونہ: پبلک لائبریری تاشقند (اُزبکستان)۔

۱۲۔ ''سرّ الاسرار'' (قلمی) سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف معاصر صُوفیاء - بہ عہد اورنگ زیب عالمگیر کے سلسلہ وار احوال و آثار بہ زبان فارسی۔ یہ تذکرہ: ''خزینۃ الاسرار'' کے عنوان سے بھی مشہور ہے۔ کُل صفحات: ۹۲۸۔ بڑی تقطیع، ہر صفحے پر ۱۷ اسطور۔ مخزونہ: پبلک لائبریری کابل (افغانستان) نمبر شمار: ۵ دینی ۱۳۲۴/ ۶۱۲۵۔ افغانستان میں بعد از ظاہر شاہ، داعیان انقلابِ اسلامی کی لوٹ مار اور کتب خانوں کی بربادی، نیز امریکی افواج کی بمباری کے بعد اِس قلمی نُسخے کی موجودگی کا خیال ایک دِل خوش کُن قیاس معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق اس تذکرے کا تیسرا باب از حد اہم تھا، جس میں حضرت جی باباؒ کے ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ/نومبر ۱۷۰۰ء تا ۱۱۳۱ھ، ۱۷۱۸ء کے احوال و آثار درج تھے۔ یوں یہ تذکرہ حضرت جی باباؒ سے متعلق ''ظواہر السرائر'' میں پائی جانے والی تشنگی کو دور کر دیتا۔ حضرت جی باباؒ کی زندگی کے اخیر اُنیس (۱۹) برسوں پر تا حال پردہ پڑا ہے، لہٰذا ہمارا کام اس حوالے سے تشنہ ہے اور دیگر محققین کے لیے کام کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ محمد امیر شاہ قادری سجادنشین یکہ توت پشاور (مصنف: علماء و مشائخ سرحد) نے یہ نسخہ خود ملاحظہ کیا تھا، جو اس وقت دستیاب نہیں۔

Marfat.com

بارے سرّ الاعظم محمد یحیٰی المعروف حضرت جی باباؒ

تذکرہ ''ظواہر السرائر'' کے منظرِ سوم، فصل دوم میں حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے بیان کے مطابق حضرت جی باباؒ نے فرمایا کہ اُن کے آباؤ اجداد کا وطن ماوراء النہر، ملک تُرکستان تھا اور قوم چغتا (مُغل)۔ یعنی آپؒ کے اجداد قدیمی ملک تُرکستان (حال: اُزبکستان) کے دریائے جیحوں کے شمالی وسیع علاقے ''ماوراء النہر'' کے رہنے والے چغتائی مغل تھے۔ چغتائی اس لیے کہلائے کہ امیر تیمور کا جدِ اعلا قراچار نویاں، چغتائی خاں بن چنگیز خاں (م:۱۲۴۱ء) کا ایک امیر تھا۔ چغتائی خان کو بدخشاں اور کاشغر کی سلطنت ملی تھی۔ یُوں حضرت جیؒ باباؒ کے جدِ اعلیٰ قراچار نویاں کا حُکم، بدخشاں اور کاشغر پر چلتا رہا۔

بُحیرۂ کیسپیئن کے مشرق اور موجود چین کے مغرب کا وسیع و عریض علاقہ قدیم وقتوں میں ملک تُرکستان کہلاتا تھا۔ اب وہ علاقہ موجودہ تُرکمانستان، اُزبکستان، تاجکستان، کرغزستان، جنوبی قازقستان اور شمالی افغانستان میں تقسیم ہو گیا ہے۔ ملک تُرکستان کا مغربی حصّہ دو صحراؤں ''قاراقم'' اور ''قزل کم'' تک پھیلا ہوا تھا اور مشرقی حصّہ پتھریلا پہاڑی علاقہ تھا۔

قدیمی ملک تُرکستان میں ''ماوراء النہر'' دریائے جیحوں کے شمالی علاقے کو کہا جاتا تھا۔ جس میں کچھ جنوبی علاقہ جات بھی شامل تھے۔ لیکن اب مشکل یہ ہے ''دریائے جیحوں'' کے نام سے کوئی واقف نہیں۔ یہ بھی پتا نہیں کہ یہ دریا کہاں ہے۔ اس ضمن میں ویب سائٹ www.bibleword.org سے مدد لی تو پتا چلا کہ ''دریائے جیحوں'' آج کل دریائے آموں (oxus) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے قدیم وقتوں کا ''دریائے نیلاب'' آج کل ''دریائے سندھ'' کے نام سے مشہور ہے۔

جدید تحقیق اور قدیم و جدید نقشہ جات سے پتا چلتا ہے کہ دریائے جیحوں (موجودہ نام: آمو یا oxus) پامیر اور کوہ ہندوکش سے نکل کر ترکمانستان اور تاجکستان سے ہوتا

ہوا اُزبکستان کے جنوبی علاقے میں بحیرۂ ارال میں گرتا ہے۔ اس کی کل لمبائی دو ہزار پانچ سو اسّی کلومیٹر ہے۔ دریائے جیحوں ایک زمانے میں ''آمُویہ'' بھی کہلایا، اس لیے کہ قدیم وقتوں میں اس دریا کے کنارے ''آموی'' شہر آباد تھا۔ یہ دریا، تُوران اور فارس کے درمیان حدِ فاصل رہا ہے۔

ماوراء النہر کا علاقہ قدیم وقتوں میں پانچ صوبوں پر مشتمل تھا۔ صُوبہ سُغد کے دو دارالحکومت رہے، بُخارا اور سمرقند۔ صُوبہ سُغد کے مغرب میں صوبہ خوارزم تھا۔ صوبہ سغد کے جنوب مشرق میں صوبہ صُغانیاں تھا، جس میں خُتّل اور دریائے جیحوں کے ابتدائی رہگزر سے ملے ہوئے بہت سے اضلاع تھے۔ اسی صوبہ میں بدخشاں کا علاقہ بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ فرغانہ تھا، جو دریائے سیحون (یونانی نام: جکسارٹیس) کی ابتدائی رہگزر سے ملا ہوا تھا۔ پھر صوبہ شاش تھا جو بعد میں تاشقند کہلایا۔ صوبہ شاش میں ماوراء النہر کے شمال مغربی اضلاع شامل تھے۔

دریائے جیحوں کے دائیں کنارے پر ترمذ سے کچھ آگے دریا کے بہاؤ کی طرف نُویدہ کا شہر تھا۔ یہیں سے مسافر بلخ سے سیدھے سمرقند کو جاتے ہوئے دریائے زامل عبور کرتے تھے۔ اب ماوراء النہر کے وسیع و عریض علاقے کے بڑے بڑے قدیم شہروں کے آثار مٹ گئے، جیسے شہر بَلا ساغُن، چوتھی اور پانچویں صدی ہجری (دسویں، گیارھویں صدی عیسوی) میں خانانِ تُرکستان کا دارالحکومت رہا لیکن اب شہر کا صحیح محلِ وقوع بتانا بھی ممکن نہیں۔ ابوالفدا کے مطابق یہ شہر کاشغر کے قریب دریائے سیحون کے پار واقع تھا۔ اسی طرح ایک بڑا شہر اَلمالغ، چنگیز خان کی اگلی نسل کا دارالحکومت رہا۔ اب اُس شہر کے کھنڈرات کلجہ کھنہ کے مقام پر دریائے اِلہ کے قریب دریافت ہوئے ہیں۔ جب کہ کاشغر، ختن اور کند کے قریب دیگر بڑے بڑے قدیم شہروں کے آثار مٹ گئے۔

اب اگر حضرت جی باباؒ کے اجداد کا تعلق ماوراء النہر کے شمالی علاقے سے تھا تو اُدھر دو بڑے شہر بُخارا اور سمرقند تھے۔ لیکن اگر حضرت جی باباؒ کے جدِ امجد فیروز الدین

چغتائی کا تعلق بخارا یا سمر قند سے ہوتا اور شیخ ہویاؒ نے اُن میں سے کسی ایک شہر سے ہجرت کی ہوتی تو حضرت جی باباؒ اُس شہر کا نام ضرور لیتے۔ اِس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حضرت جی باباؒ کا تعلق کسی دیہی علاقے سے رہا ہوگا۔ بہت ممکن ہے خجند، اشروسنہ یا ترمذ کا نواحی علاقہ ہو۔

بقول حضرت جی باباؒ اُن کے پردادا حضرت ہویا حضرت چغتائیؒ بن فیروز الدین چغتائیؒ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ فقیری اور درویشی کے حصول کے لیے ماوراءالنہر سے باہر نکلنا چاہیے۔ چنانچہ وہ پیرِ طریقت کی تلاش میں اپنے وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور ہندوستان آ کر پنجاب کے ایک ولی کی خدمت میں پہنچے۔ اُس ولی اللہ نے آہنگری کا پیشہ اپنا رکھا تھا۔ راہِ سلوک میں اُس بے وطن (حضرت ہویا علیہ رحمتہ) کی محنت کو دیکھتے ہوئے اُن کے مُرشد کے عزیزوں میں سے ایک نے حضرت ہویا علیہ رحمتہ کو اپنا داماد بنانا قبول کیا اور اپنی بیٹی کی شادی اُن سے کر دی۔ یُوں ہندوستان میں اُس نو وارد سالک (ہویا علیہ رحمتہ) نے، جو اپنے وطن سے دُور تھے، پنجاب کو اپنا وطن جانتے ہوئے، یہیں سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور مُغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے ۹۹۱ھ مطابق ۱۵۸۳ء میں آباد کردہ شہر اٹک کے مغرب میں دو فرسخ (لگ بھگ گیارہ کلو میٹر) کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں ''سروالہ'' میں مُقیم ہو کر اپنے مرشد کے ہم پیشہ ہو گئے اور آہنگری کا پیشہ اپنایا۔ راہِ سلوک میں ذاتی استعداد بہم پہنچانے اور کڑے مجاہدات کے ذریعے ولایت کے درجے پر پہنچ کر بھی حضرت ہویا علیہ رحمتہ اُسی پیشے سے وابستہ رہے۔ اِس کا سبب اپنی ولایت کو لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھنا تھا۔ لیکن اُن کی کرامات دیکھ کر، گرد و نواح کے لوگ رفتہ رفتہ اُن کے مرتبے سے آگاہ ہوتے چلے گئے اور وہ شیخ ہویاؒ کے نام سے جانے گئے۔

شیخ ہویاؒ کے بڑے بیٹے محمد الیاس چغتائیؒ (حضرت جی باباؒ کے دادا) نے بھی کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کر کے بطور ایک بڑے زمیندار کے اپنی ولایت کو لوگوں کی نظروں سے

چھپائے رکھا۔ بعد ازآں زرگری کا پیشہ بھی اس مقصد کے حصول کی خاطر اپنایا۔ آپ نہ صرف اپنی زمینوں سے حاصل کردہ غلّے کا دسواں حصہ محتاجوں اور فُقراء کے نان ونفقہ پر خرچ کرتے بلکہ درپردہ اپنے حصّے کے غلّے کو بھی راہِ خدا میں صرف کردیتے۔ ہمیشہ مخلوقِ خُدا کے مددگار رہے۔ اُن کا یہ معمول رہا کہ اپنے دو تین ساتھیوں کے سروں پر لسّی کے کُوزے اور روٹیاں رکھوا کر سروالہ گاؤں سے باہر سرِ راہ بیٹھ جاتے اور مصروف گزرگاہ پر ہر مُسافر کو ایک ایک روٹی اور لسّی کا کُوزہ دیئے جاتے تا کہ زادِ سفر کے طور پر کام آئے۔ آپ نے خلوت کی بجائے جلوت کو اپنایا۔ تذکرہ ''ظواہر السرائر'' میں شامل ظاہرہ: ۱۷ کے مطابق ۱۱۱۲ھ بمطابق ۱۷۰۰ء (''ظواہر السرائر'' کے سالِ تکمیل) میں حضرت جی باباؒ چھہتر برس کے تھے۔ یُوں حضرت جی باباؒ کی پیدائش لگ بھگ ۱۰۳۶ھ بمطابق ۲۷۔۱۶۲۶ء بہ مقام ''سروالہ'' کی ہے۔ حضرت جی باباؒ عالمِ طفلی میں تھے کہ حضرت محمد الیاس چغتائیؒ کے بیٹے پیر داد چغتائیؒ (حضرت جی باباؒ کے والد) کا عین جوانی میں انتقال ہو گیا۔ جوانا مرگ پیر داد چغتائیؒ کی اولاد میں حضرت جی باباؒ کے علاوہ دو بیٹے اور تھے، جن کا غالباً لڑکپن ہی میں انتقال ہو گیا۔

(دیکھیے: ''ظواہر السرائر'' منظر سوم، فصل دوم، دربیان شیخ ثلاًؒ)

پیر داد چغتائیؒ کی نا وقت رحلت (لگ بھگ: ۴۲، ۱۰۴۰ھ بمطابق ۳۲۔۱۶۳۱ء) کے سبب حضرت جی باباؒ اور اُن کے دو چھوٹے بھائیوں کی تربیت اور کفالت اُن کے دادا شیخ محمد الیاس چغتائیؒ کے حصّے میں آئی۔ بقول حضرت جی باباؒ، آپ کے دادا جان آپ کا بہت خیال رکھتے، تا کہ باپ کی کمی محسوس نہ ہو۔ آپ کو بھینس پر سوار کروا کے کھیتوں اور کھلیانوں میں اپنے ساتھ لے جاتے۔ حضرت جی باباؒ ابھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے کہ اُن کے دادا بھی چل بسے۔ آپ کے دادا (شیخ محمد الیاس چغتائیؒ) نے آخری وقت میں لوگوں کو منع کر دیا کہ عالمِ نزع میں کوئی شخص بھی قریب بیٹھ کر اُن کے احوال میں مزاحم نہ ہو لیکن اپنے بڑے پوتے (حضرت جی باباؒ) کو اُن لمحات میں بھی

Marfat.com

اپنے سامنے بٹھائے رکھا اور فرمایا تُو میری زندگی میں ہی دیکھا ہوا بن جا" اور بیٹوں کو ہدایت کی کہ جو شخص بھی میرا چہرہ دیکھنے کی خواہش کرے تو اسے میرا چہرہ دیکھنے دینا بلکہ اگر کوئی شخص لحد میں بھی میرا چہرہ دیکھنا چاہے تو اُسے منع نہ کرنا۔ حضرت جی باباؒ فرماتے ہیں کہ خود انھوں نے آخری بار لحد ہی میں اپنے دادا جان کے چہرۂ مبارک کا دیدار کیا تھا۔ شیخ محمد الیاس چغتائیؒ کا مزار سروالہ کے بلندی پر واقع قدیمی قبرستان میں اُن کے خاندان سے مخصوص احاطہ میں ہے۔ انہیں اُن کے والدِ گرامی حضرت ہویا چغتائیؒ کے مزار کی پائنتی کی طرف دفن کیا گیا۔ حضرت محمد الیاسؒ کے مزار سے ملحقہ دائیں ہاتھ کی قبر حضرت جی باباؒ کے والدِ گرامی حضرت پیر دادؒ کی ہے۔ جب کہ دیگر قبور سے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت محمد الیاسؒ کا انتقال لگ بھگ ۱۰۵۰ھ بمطابق ۴۱، ۱۶۴۰ء میں ہوا، اس لیے کہ اُن کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ۱۲ شوال ۱۰۵۳ھ/۲۵ دسمبر ۱۶۴۳ء کو حضرت آدم بنوریؒ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا تھا اور آپ کی رحلت کی خبر ہندوستان پہنچنے کے بعد آپ کے اکثر مُریدین سروالہ شکر درّہ کی گزرگاہ سے آتے جاتے ہوئے حضرت آدم بنوریؒ کی کرامات بیان کرتے تھے، جنہیں سن کر سترہ، اٹھارہ برس کے حضرت جی باباؒ اِس بات کا دُکھ محسوس کرنے لگے کہ اے کاش! اُن کی صحبت سے فیض اُٹھایا ہوتا۔ تب سے وہ شہر شہر قریہ قریہ گشت کرنے لگے کہ دیکھیں حضرت آدم بنوریؒ جیسا کوئی اور ہے بھی یا نہیں۔ بہت کوشش کے باوجود اُنھیں حضرت آدم بنوریؒ جیسا کوئی ایک شخص بھی نہ مل سکا۔ پھر آپ نے سنا کہ سرزمینِ کشمیر میں ایک ولی، ایسا ہے۔ آپ ملاقات کی غرض سے کشمیر تشریف لے گئے، لیکن جب آپ نے انہیں حُقّہ پیتے دیکھا تو سلام کیے بغیر پلٹ آئے۔ اُس کے بعد آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگر حضرت آدم بنوریؒ کی صحبت میسر نہ آ سکی تو آپ کے اصحاب میں سے کسی کی صحبت کا میسر آ جانا بھی سعادتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ اب آپ کو جہاں کہیں بھی حضرت آدم بنوریؒ کے کسی رفیق کے بارے اطلاع ملتی، وہیں پہنچ جاتے، لیکن کسی کے ہاتھ بیعت نہ کی۔

Marfat.com

یہاں تک کہ بیعت کا ارادہ مُلتوی کر دیا اور مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت جی باباؒ کا اپنا بیان ہے کہ ایامِ جوانی میں آپ کی ملاقات علاقہ اٹک کے ایک ولی شیخ ٹلا علیہ رحمتہ نقشبندی سے رہی۔ شیخ ٹلاؒ نے سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستگی اختیار کر کے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ کی خدمت میں رہ کر سلوک و عرفان کی منازل طے کی تھیں۔ اُن کے زبان سے جو کچھ بھی ادا ہوتا، وہ خاص و عام میں مقبول ہو جاتا۔ شیخ ٹلا علیہ رحمتہ کا کیا ہوا سورہ یوسفؑ کا پنجابی منظوم ترجمہ اس دور میں مقبولِ عام تھا۔

حضرت جی باباؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات قدیمی اٹک شہر میں وہ شیخ ٹلاؒ کی خدمت میں موجود تھے، جب جناب شیخ نے فرمایا۔ اے فُلاں! میں مکمل میلانِ قلب سے تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اُن کمالات میں سے جو کچھ مجھے مُیسر ہے، وہ سب تمہیں عطا کر دوں۔ لیکن اس نوع کی نعمتِ عظمٰی بلا محنت و مشقت تیرے ہاتھ آ گئی تو اپنی قدر کھو بیٹھے گی، اور تُو جانتا ہے اگر کسی عورت کو راہ چلتے پالیں اور اسے اپنے حبالۂ عقد میں لے آئیں تو ہمارے دل میں اُس عورت کی چنداں عزت و حرمت جگہ نہیں بنا پاتی۔ تجھے چاہیے کہ ہفتہ بھر میرے قریب رہ تاکہ محنت شاقہ سے حاصل کردہ، کہ جو کچھ مجھے میسر ہے، اُس کا نصف، تجھے دینے سے دریغ نہ کروں۔ یہ سُن کر میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، میرے دل میں بھی یہی آرزو ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ میری ایک بھینس ہے جو مجھ سے حد درجہ مانوس ہے۔ وہ میری عدم موجودگی میں کسی کو دودھ نہیں دوہنے دیتی۔ اگر ہفتہ بھر میں یہیں رہ گیا تو وہ مر جائے گی اور اُس کی موت کا سبب میں ہوں گا۔ اگر اجازت دیں میں گھر جاؤں اور اُسے اگر خود سے جدا کر سکوں تو بہتر، بہ صورت دیگر اُسے اپنے ساتھ لیتا آؤں۔ یہ سُن کر شیخ موصوف اٹک شہر سے موضع حاجی شاہ تک میرے ساتھ آئے اور مجھے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ سروالہ پہنچا تو کچھ اور کام نکل آئے۔ بھائیوں نے شیخ تلا علیہ رحمتہ کے ہاں جانے سے قبل والد کی طرف سے وارثت

میں ملی ہوئی زمین کے بٹوارے کی بات کی۔ یُوں ہفتہ بھر کی مصروفیت رہی۔ سات روز بعد جب میں اپنی بھینس کو ساتھ لیے موضع حاجی شاہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یُوں حضرت جی باباؒ دنیاوی بکھیڑوں میں اُلجھ کر راہِ سلوک میں شیخ تُلّاؒ کی راہنمائی سے محروم رہ گئے۔

شیخ تُلّا علیہ رحمتہ کے مزار کی نشاندہی نہ تو قدیمی شہر اٹک میں ہوتی ہے نہ موضع حاجی شاہ میں۔ موضع حاجی شاہ میں شاہ اللہ دادؒ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ شاہ اللہ دادؒ کا تعلق جلال آباد، افغانستان سے بتایا جاتا ہے۔ شیخ تُلّا علیہ رحمتہ کا پورا نام حضرت جی بابا نے بیان نہیں فرمایا لہٰذا اس ضمن میں وثوق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ شاہ اللہ دادؒ، شیخ تُلّا علیہ رحمتہ ہی کا پورا نام تھا یا دو الگ الگ شخصیات تھیں۔

''ظواہر السرائر'' (منظر سوم، فصل دوم) میں حضرت جی باباؒ کے ان ابتدائی حالات کے علاوہ جستہ جستہ دیگر حالات بھی مل جاتے ہیں، جن کے راوی حضرت جی باباؒ خود ہیں یا میاں محمد عمر چمکنیؒ۔ مثال کے طور پر حضرت جی باباؒ کا حضرت آدم بنوریؒ کے خلفاء میں سے ایک، حضرت محمد صادق سعدی بلخاریؒ ثم لاہوری (م: بروز بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء) سے تعلقِ خاطر پیدا ہونا اور لاہور پہنچ کر اُن کے ہاتھ بیعت ہونا، موضع سروالہ سے اٹک شہر منتقل ہونا، قلعۂ اٹک سے دور اٹک شہر کی آبادی سے باہر دریائے سندھ (قدیمی نام، دریائے نیلاب) اور شیر شاہ سُوری روڈ کی درمیانی اراضی پر لبِ دریا مسجد، مدرسہ اور رہائش گاہ کی تعمیر کرنا، حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ سے راہنمائی حاصل کرنے کی غرض سے کئی بار پاپیادہ اٹک شہر تا لاہور کے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا وغیرہ۔

''ظواہر السرائر'' سے معلوم ہوتا ہے حضرت جی باباؒ نے اپنے مرشد سعدی بلخاریؒ کی زیارت کرنے کی خاطر اکتیس (۳۱) بار اٹک شہر تا لاہور کا پُر خطر اور پُر صعوبت سفر کیا۔ جوانی میں تین سو پچھتر کلومیٹر کا یہ فاصلہ بارہ دن میں پیدل طے کر کے لاہور

Marfat.com

جاتے اور واپس آتے رہے۔ بعداز آں گھوڑے پر بھی آئے گئے۔ ایک بار حضرت جی باباؒ نے عالم وارفتگی میں اٹک تا لاہور پاپیادہ تین سو پچھتر کلومیٹر کا یہ پُرصعوبت فاصلہ چار دنوں میں طے کیا اور اٹک سے مزنگ، لاہور پہنچ گئے۔ اکثر ایسا بھی ہُوا کہ اُن کے لاہور پہنچتے ہی مُرشد نے اُنھیں اپنے گھر لوٹ جانے کا حکم دے دیا اور وہ سرِ تسلیم خم کیے، لاہور میں بغیر دم لیے بغیر کسی زادِ سفر کے، اٹک کے لیے عازمِ سفر ہو گئے۔

حضرت جی باباؒ بتیسویں (۳۲ ویں) بار اپنے مرشد سعدی بلخاریؒ کی نمازِ جنازہ پڑھانے اٹک سے لاہور گئے اور ۳۳ ویں بار مولانا دلدار بیگؒ اور اپنے خادمِ خاص مولانا معموریؒ کے ہمراہ لاہور آئے اور اپنے مُرشد کے مزار پر حاضری دی۔

حضرت جی باباؒ کا اپنا بیان ہے کہ وہ جب سعدی بلخاریؒ کے مُرید ہوئے تو عہد عالمگیری کے اُس سستے زمانے میں پانچ سو روپے نقد اور بہت سے غلہ واجناس کے واحد مالک تھے۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے سارا کچھ اپنی والدہ محترمہ، بھائیوں اور بچوں میں تقسیم کر دیا۔ موضع سروالہ، علاقہ اٹک میں وبا پھوٹی تو اُن کی والدہ محترمہ، بھائی اور بچے بیمار پڑ گئے۔ اُن کے دوا دارو پر بہت خرچ اُٹھا۔ اِس کے باوجود وہ سب کے سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ صرف ایک بیٹا محمد اسماعیلؒ اور دو بیٹیاں زندہ رہے۔ وہ تینوں بھی کم عمر اور بیمار تھے۔ ساری پونجی اُن کے علاج مُعالجے پر صرف ہو گئی اور انھیں تنگ دستی نے آ گھیرا۔ یہ اُس زمانے کی بات رہی ہوگی جب اُن کے بڑے بیٹے محمد اسماعیلؒ کم سن تھے اور حضرت جی باباؒ، اٹک شہر میں منتقل نہیں ہوئے تھے۔ قیاس غالب ہے کہ موضع سروالہ میں وبا پھوٹنے کے بعد حضرت جی باباؒ موضع جسیاں ہجرت کر آئے ہوں گے۔ اِس لیے کہ موضع جسیاں (ضلع اٹک) میں حضرت جی باباؒ کی جدی وراثت سے دس کنال کا رقبہ اب بھی موجود ہے، جس پر حضرت جی باباؒ کی تعمیر کردہ ایک قدیمی مسجد اور دو قبریں ہیں۔ اُن قبور میں سے ایک قبر زنانہ اور ایک مردانہ ہے۔ بہت ممکن ہے ان میں سے ایک، صاحبزادے کی قبر ہو اور دوسری اُن کی والدہ محترمہ کی بہت ممکن ہے کہ حضرت جی باباؒ کے دوسرے بیٹے

Marfat.com

جو وبا کا شکار ہوئے، وہ بھی ملحقہ قبرستان میں ہی مدفون ہوں۔ حضرت جی باباؒ کی آخری اولاد ان بیٹے محمد عیسیٰ چغتائی تھے، جو اپنے بڑے بھائی محمد اسماعیل چغتائیؒ سے عمر میں بہت چھوٹے تھے۔ یہی سبب ہے کہ ''ظواہر السرائر'' میں حضرت جی باباؒ کے بڑے بیٹے کے طور پر محمد اسماعیل چغتائیؒ کے ایامِ جوانی کا ذکر تو ملتا ہے، محمد عیسیٰ چغتائی کا ذکر نہیں ملتا۔ شاید اس لیے بھی کہ کم عمر محمد عیسیٰ چغتائی اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ سروالہ میں مقیم تھے۔ ''ظواہر السرائر'' نسخۂ داؤدی کے صفحہ ۳۴۱۔ (ب) کے مطابق ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء تک حضرت جی باباؒ، اٹک میں دو یا تین راتوں سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے، بقیہ وقت سروالہ میں گزارتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پنجاب بھر میں عازمینِ حج، دریائے راوی میں چلنے والے بادبانی جہازوں کے ذریعے دریائے نیلاب (موجودہ نام: دریائے سندھ) سے ہوتے ہوئے بذریعہ سمندر، سعودی عرب جایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے قیام لاہور کے زمانے سے جاری تھا۔ یہ دیکھتے ہوئے حضرت جی باباؒ کی حج کرنے کی خواہش شدید سے شدید تر ہوگئی لیکن حضرت سعدی بلخاریؒ نے اجازت مرحمت نہ کی۔ بعد میں اٹک سے بھی دریائے نیلاب (دریائے سندھ) میں بادبانی جہاز چلنے لگے تو ایک بار پھر مرشد سے اجازت کے طالب ہوئے۔ اس بار بھی انھیں روک دیا گیا۔ یوں ساری عمر حج کی سعادت حاصل نہ کر پائے حتیٰ کہ حضرت سعدی بلخاریؒ نے اپنی رحلت کے بعد بھی انھیں اس سفر سے روک دیا اور فرمایا کہ میرے بعد تم نے لوگوں کی تربیت کرنا ہے۔ حضرت جی باباؒ نے ہمیشہ اپنے مُرشد کے حکم پر سرِ تسلیم خم کیے رکھا۔ نتیجہ کے طور پر رُوحانیت میں اُس درجۂ کمال تک پہنچے کہ خود مُرشد (حضرت سعدی بلخاریؒ) نے اپنے دورۂ پشاور (اصغر المظفر ۱۱۰۴ھ مطابق ستمبر ۱۶۹۴ء) میں اپنے مُریدین و مخلصین سے فرمایا کہ: ''اب آپ لوگ جناب شیخ یحیٰؒ کی صحبت اختیار کریں اور اُن سے فیض کے طالب ہوں۔'' مُرشدِ کامل کی خصوصی توجہ سے حضرت جی باباؒ کی تنگ دستی بھی ختم ہوگئی اور اٹک شہر میں اُن کے آستانے پر روزانہ سیکڑوں افراد کے لیے انواع واقسام کا کھانا لنگر کی

Marfat.com

صورت میں دستیاب ہونے لگا۔

آپ کے مُرشد (حضرت محمد صادق سعدی بلخاریؒ، آبائی علاقہ ایمن آباد، گوجرنوالہ، مقیم مزنگ، نواح لاہور) نے دورانِ علالت لاہور میں آخری ملاقات کے موقع پر حضرت جی باباؒ کو اپنا خلیفۂ اوّل نامزد کرنا چاہا تو حضرت جی باباؒ نے مشورہ دیا کہ یہ حق آپ کے فرزند خواجہ محمد عیسیٰؒ کا ہے۔ یہ سُن کر حضرت سعدی بلخاریؒ نے خلیفۂ اوّل خواجہ محمد عیسیٰ کے سر پر رکھنے کے لیے اپنی سبز رنگ کی دستار حضرت جی باباؒ کے سپرد کردی تاکہ وہ اپنے ہاتھوں سے وہ دستار خواجہ محمد عیسیٰؒ کے سر پر رکھیں۔

حضرت سعدی بلخاری ثُم لاہوریؒ سے حضرت جی باباؒ کی اس آخری ملاقات (موضع مزنگ، نزد لاہور ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء) میں حضرت سعدی بلخاریؒ نے حضرت جی باباؒ کو اپنی وفات سے لگ بھگ ڈیڑھ ماہ قبل اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی ہدایت کی، نیز دن اور تاریخ کی طرف بھی اشارہ کر دیا اور بارِ دگر فرمایا کہ پہنچ جانا۔ مُرشد کے حکم کے مطابق حضرت جی باباؒ اُسی دن اور تاریخ یعنی بروز بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ مطابق ۲۰/ اکتوبر ۱۶۹۶ء کو ذہن میں رکھ کر اٹک سے لاہور کے لیے نکلے۔ لیکن اُن کے ایک ہمراہی نے اُن کا کافی وقت برباد کیا۔ اُس سے پیچھا چھڑا کر حضرت جی باباؒ اس فکر میں غلطاں لاہور پہنچے کہ تاخیر ہوگئی، لیکن جب دریائے راوی عبور کر کے موضع مزنگ، لاہور پہنچے تو نماز جنازہ کو تیار پایا۔ وہ دن بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ مطابق ۲۰/ اکتوبر ۱۶۹۶ء ہی کا تھا۔ یُوں حضرت محمد صادق سعدی بلخاریؒ کی نماز جنازہ حضرت جی باباؒ نے لاہور کی نواحی آبادی موضع مزنگ کی اُسی مسجد میں پڑھائی جہاں اُن کے مُرشد امامت فرمایا کرتے تھے۔ مسجد سے متصل مدرسہ کے احاطے میں حضرت سعدی بلخاریؒ کی تدفین کے فوراً بعد وہ بغیر کسی سے ملے اٹک واپس چلے آئے۔

شہر لاہور سے مشرقی پنجاب کے شہر فیروز پور کی جانب نکل جانے والی لٹن روڈ کے دائیں ہاتھ قدیمی موضع مزنگ کے قبرستان ''میانی صاحب'' کے پہلے فیز کی حد بندی

Marfat.com

کے ساتھ چوبرجی کی طرف نکل جانے والی سڑک ترمذی سٹریٹ پر مُڑتے ہی بائیں ہاتھ کی آبادی ''سعدی پارک'' کہلاتی ہے جس کی ایک بند گلی کے اختتام پر بے ترتیبی سے تعمیر کردہ مکانات میں گھرے لگ بھگ سوا مرلہ پر مشتمل بغیر چھت کے احاطے میں حضرت سعدی بلخاریؒ کا پُختہ مزار ہے۔ سوائے اُس احاطے کے دروازے کے، اندر کہیں بھی اُن کے نام کی کوئی تختی موجود نہیں، نہ لوحِ مزار موجود ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ مزار کی دیکھ ریکھ کے لیے کوئی ایک شخص بھی موجود نہیں دیکھا گیا۔

قدیم دور کے ''مُحلہ پیر عزیز''، مزنگ میں مُغلیہ عہد سے مخصوص چھوٹی انیٹوں کی چُونے سے چُنائی کردہ بغیر چھت کے احاطے کی دیواروں میں بارہ قدِ آدم بڑے اور آٹھ چھوٹے دروازوں کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ مزار سے مخصوص یہ احاطہ اُسی وسیع و عریض مدرسے کا حصّہ رہا ہوگا جس کا حوالہ ''ظواہر السرائر'' (منظر سوم، فصل دوم) میں ملتا ہے۔ اُس احاطے کے تین اطراف میں گھوم کر اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا کہ اردگرد کے رہائشی لوگوں نے مرحلہ وار اُس مدرسے کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ مزار سے مخصوص احاطے کی ایک جانب تعمیر کردہ گھر نشیب میں واقع ہونے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت سعدی بلخاریؒ کا قائم کردہ مدرسہ اونچے ٹیلے پر واقع ہوگا۔ زمین کی ناہمواری کی یہی صورت قدیمی ''میانی صاحب'' میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ یُوں یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں رہتا کہ عہدِ اورنگ زیب عالمگیر میں فیروز پور روڈ پر آتے جاتے قافلوں کو موضع مزنگ (نواح لاہور) میں حضرت سعدی بلخاریؒ کا قائم کردہ یہ مدرسہ دُور ہی سے دکھائی دے جاتا ہوگا۔ آج حضرت سعدی بلخاریؒ کے مرقد، واقع ترمذی سٹریٹ مُتصل محلّہ پیر عزیز، مزنگ لاہور کی کسمپُرسی دیکھ کر محی الدین ابن العربی کا ایک قول شدّت سے یاد آیا:

''ربّ، ربّ ہے خواہ وہ کتنا ہی دور دکرے، جب کہ بندہ، بندہ ہے، خواہ وہ کتنا ہی عروج کرے۔''

حضرت جی باباؒ کے مُرشد محمد صادق المعروف سعدی بلخاریؒ کے سالِ وفات سے

متعلق تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' صفحہ ۳۷۰ ب کے آخر میں درج حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کا فرمان: ''میانِ بہشتش'' درست ہے۔ بہ لحاظِ جُمل اس کے اعداد کا مجموعہ 101+1007 = ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء بنتا ہے اور یہی حضرت سعدی بلخاریؒ کا سالِ وفات ہے۔

''ظواہر السرائر'' کے مطابق مُرشد کی رحلت کے بعد حضرت جی باباؒ، مولانا دلدار بیگؒ اور اپنے خادمِ خاص مولانا معموری کے ہمراہ اٹک سے لاہور اکٹھے آئے۔ مُرشد کے مرقد پر حاضری دی اور مزار سے ملحقہ مسجد میں تین راتیں گزاریں۔

تذکرہ ''ظواہر السرائر'' (منظر سوم، فصل دوم) سے پتا چلا ہے کہ طویل مدت تک حضرت جی باباؒ کا قیام بیک وقت برلبِ دریا قدیمی اٹک شہر اور موضع سروالہ میں رہا۔ موضع سروالہ اور جسیاں میں اُن کی زرعی اراضی تھی جس کی دیکھ ریکھ کے لیے جانا پڑتا تھا نیز سروالہ ہی کے قدیمی قبرستان میں اُن کے پُرکھے مدفون تھے۔ سروالہ میں آپ کے دادا شیخ محمد الیاسؒ کی قبر آج بھی مرجع خلائق ہے جب کہ جسیاں میں موجود دو قبروں کا نہیں پتا چلتا کہ ان میں کون مدفون ہیں۔ قدیمی اٹک شہر میں تعمیر کردہ مسجد اور مدرسے میں آپ اور آپ کے مریدین (سالکین) ہمہ وقت عبادات، مُجاہدات اور مراقبات میں جنھوں نے حضرت جی باباؒ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں وافر حصّہ پایا، حضرت جی باباؒ سے متعلق لکھتے ہیں: ''حضرت یحییٰ جیو صاحب کہ از افرادِ زمانہ بودند''۔ (حضرت یحییٰ جیو صاحب افرادِ زمانہ میں سے ایک تھے)۔ حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''چونکہ آپ (حضرت جی باباؒ) حبس نفس بہت فرماتے تھے اس لیے رات میں صرف ایک یا دو سانسیں ہی لیتے تھے، بڑے ریاضت کش تھے۔'' (''رسالہ غوثیہ'' (قلمی) بہ حوالہ ''علماء و مشائخِ سرحد'' از محمد امیر شاہ قادری طبع اوّل: عظیم پبلشنگ ہاؤس، پشاور)

علاقہ سرحد میں یہ بات سینہ در سینہ چلی آتی ہے کہ حضرت جی باباؒ جس مُرید کو آنکھ بھر کر دیکھ لیتے وہ کئی کئی دن بے ہوش پڑا رہتا اور ہوش میں آتے ہی ذکرِ الٰہی میں

مشغول ہو جاتا۔اس کی تصدیق ''ظواہر السرائر'' سے بھی ہوتی ہے۔حضرت جی باباؒ نے اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کیا کہ اُن کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کی لذّت اور احتیاج ختم ہو کر رہ گئی۔لوگوں کے سامنے تھوڑا سا محض اس لیے کھا لیتے کہ کہیں یہ بات بھی شہرت کا باعث نہ بن جائے۔ایک بار آپ نے مرشد (سعدی بلخاریؒ) سے خلوت نشینی کی اجازت طلب کی تو جواب ملا: ''خلوت نشینی شہرت کا باعث بن جاتی ہے''۔لہٰذا مُرشدِ کامل کے اِس فرمان کے بعد حضرت جی باباؒ کبھی کبھار اٹک شہر کی گلیوں اور بازاروں میں نکل جاتے، تا کہ عام لوگوں سے الگ دکھائی نہ دیں۔

تذکرہ:''ظواہر السرائر'' میں شامل حضرت جی باباؒ کے ایک ملفوظ میں خود انھوں نے اُس وقت اپنی عمر چھہتر (۷۶) برس بتائی۔ نہ جانے ''ظواہر السرائر'' کی تکمیل: ۱۱۱۲ھ/ ۱۷۰۰ء کے بعد کتنی مُدت اور جیئے۔محمد امیر شاہ قادری سجادہ نشین یکہ توت، پشاور نے آپ کی تاریخِ وفات ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۹۔۱۸ ۱۷ء بتائی ہے۔(''تذکرہ علماء ومشائخ سرحد'') اگر یہ تاریخِ وفات درست ہے تو آپ نے پچانوے (۹۵) برس کی عمر پائی اور ''ظواہر السرائر'' میں آپ کی مزید اُنیس سالہ زندگی کے حالات درج ہونے سے رہ گئے۔

حضرت جی باباؒ کی تدفین اکبری عہد کے قدیمی شہر اٹک میں دریائے نیلاب (موجودہ نام: دریائے سندھ) کے کنارے حضرت جی باباؒ کے قائم کردہ اُسی مدرسے کے صحن میں کی گئی، جہاں طویل مدت تک وہ خود اور اُن کے فرزندِ اکبر مولانا محمد اسماعیل چغتائیؒ راہِ سلوک میں سالکین کی راہنمائی فرماتے رہے۔اُن کے فرزندِ اکبر (مولانا محمد اسماعیل چغتائیؒ، خلیفۂ اوّل) اور فرزندِ اصغر (محمد عیسیٰ چغتائیؒ) بالترتیب اُن کے پہلو میں مدفون ہیں۔

۱۸ ویں صدی عیسوی کے رُبع اوّل سے اُن کا مرقد مرجع خلائق ہے۔ ہر جمعرات کے جمعرات، دور دراز سے آئے ہوئے عوام وخواص آپ کے مرقد پر حاضری دیتے ہیں۔ ہر سال ۲۰/اگست کے بعد، کسی بھی طے کردہ تاریخ کو حضرت جی باباؒ کے

Marfat.com

سالانہ عُرس کے موقع پر عظیم الشان میلہ لگتا ہے جس میں لاکھوں افراد بغرضِ سلام حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت محمد یحییٰ چغتائی اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ کے مخلصین نے آپ کو کئی ایک خطابات سے یاد کیا ہے (۱) بسرّ الاعظم (۲) مولانا (۳) شیخ (۴) غوث الزّماں (۵) امامِ دوراں (۶) وحید العصر (۷) جیو صاحب (۸) جی بابا۔ سید شاہ محمد غوث قادریؒ نے آپ کو ''حضرت جیو صاحب'' کے نام سے یاد کیا تھا، بعد میں ''جیو'' کا لفظ ''جی'' میں بدل گیا۔ (''سرالاسرار'' (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنیؒ بہ حوالہ ''علماء و مشائخ سرحد'' از محمد امیر شاہ قادری)

چند غلط فہمیوں کا ازالہ:

حضرت جی باباؒ، چغتائی مغل تھے۔ اُن کو پٹھان تصور کرنا غلط ہے۔ البتہ ان کی دو بیٹیاں پٹھانوں میں بیاہی گئیں۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب ''خزینۃ الاصفیا'' (جلد اوّل) مطبوعہ: انصاری کتب خانہ، بازار کتاب فروشی، کابل ہرات بازار، سالِ اشاعت: ندارد کے مخزنِ چہارم درِ ذکر حضرات نقشبندی صفحہ: ۲۵۲ پر حضرت محمد یحییٰ چغتائی اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ کا نام: ''مولانا محمد یحییٰ زنگی'' لکھ کر شرارت کی ہے یا اپنی کم علمی کا اظہار، نہیں معلوم۔ اس لیے کہ زنگبار، افریقہ سے حضرت محمد یحییٰ چغتائی اٹکیؒ یا اُن کے اجداد کا کوئی تعلق کسی بھی حوالے سے ثابت نہیں۔ میاں محمد چمکنیؒ کے تحریر کردہ تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' سے ثابت ہے کہ حضرت جی باباؒ کی پیدائش موضع سروالہ (حال: ضلع اٹک، پنجاب) کی ہے۔ موضع سروالہ اکبری عہد کے قدیمی شہر اٹک میں اُن کا مستقبل قیام رہا۔ نیز یہ کہ حضرت جی باباؒ اپنی زندگی میں اور بعد از وفات ''محمد یحییٰ زنگی'' کے نام سے کبھی نہیں پہچانے گئے۔ گزشتہ تین سو سال سے حضرت جی باباؒ ہی کے نام سے معروف ہیں۔

Marfat.com

مفتی غلام سرور لاہوری کے ''خزینۃ الاصفیاء'' میں حضرت محمد یحییٰ اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ کو ''زنگی'' لکھنے پر شرارت کا شبہ اس لیے بھی ہوتا ہے کہ وہ عواقب سے صرف نظر کرتے ہوئے اس نوع کی کئی شرارتیں صاحبِ ''تحقیقاتِ چشتی'' (مولوی نور احمد چشتی) کے ساتھ کر چکے ہیں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب مولوی نور احمد چشتی ''تحقیقاتِ چشتی'' (تکمیل: ۱۸۶۴ء) لکھنے میں مشغول تھے۔ مفتی غلام سرور نے انہیں متعدد صوفیائے کرام کے سال وفات سے متعلق قطعہ ہائے تاریخ لکھ کر دیئے جنہیں مولوی نور احمد چشتی نے بلا تصدیق شاملِ کتاب کرلیا۔ جب ''تحقیقاتِ چشتی'' مکمل ہوگئی اور مولوی نور احمد چشتی اللہ کو پیارے ہوگئے تو مفتی غلام سرور نے یہ کہہ کر ''تحقیقاتِ چشتی'' میں درج اپنے ہی کہے ہوئے متعدد قطعہ ہائے تاریخ کو غلط قرار دے دیا کہ مولوی نور احمد چشتی صاحب نے میرے قطعہ ہائے تاریخ کو میرے نام سے شامل کتاب نہ کرنا تھا، نہ کیا۔ لہٰذا میں نے اُنھیں غلط قطعہ ہائے تاریخ فراہم کیے اور اُن کی جگہ اب درست قطعہ ہائے تاریخ کو اپنی کتاب ''خزینۃ الاصفیا'' میں درج کر رہا ہوں۔ اس شرارت کی ایک مثال حضرت محمد یحییٰ اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ کے مُرشد حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے سال وفات سے متعلق درجِ ذیل قطعہ تاریخ ہے، جو ''تحقیقاتِ چشتی'' میں موجود ہے:

جنابِ سعدی بلخار دل بیدار لاہوری ۔۔۔ بُود بر روح پاک اُو ہزاراں رحمتِ باری
چو از دنیائے دوں آخر بجنت رفت اے چشتی ۔۔۔ ندا آمد ز ہاتف زندہ دل سعدی بلخاری

مفتی غلام سرور ''خزینۃ الاصفیا'' (جلد اوّل) کے صفحہ ۶۵۲ پر لکھتے ہیں کہ جب میں نے شیخ شرف الدین کشمیری کی کتاب ''روضۃ السلام'' پڑھی تو معلوم ہوا کہ حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوری قدس سرہ نے بہ روز چہار شنبہ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ کو وصال فرمایا۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ غلطی رفع ہوگئی اور میرا پہلا قطعۂ تاریخ، جسے صاحب

''تحقیقاتِ چشتی'' نے مجھ سے لے کر اپنے نام سے اپنی کتاب میں درج کرلیا ہے، اُسے معاف کرتے ہوئے اور اُس کے حق دستبرداری کرتے ہوئے نیا قطعہ لکھتا ہوں۔ وہ قطعہ ہے:

شد چو سعدی از جہاں اندر بہشت　　دل بسالِ رحلت آں شیخ پیر
گفت سعدی تاج نعمت کن رقم　　نیز سعدی عارفِ اکبر فقیر
ہم شہنشاہِ ولایت شُد عیاں　　سال وصل آں شہ روشن ضمیر

واضح رہے کہ مفتی غلام سرور نے اس قطعۂ تاریخ میں تین مادہ ہائے تاریخ نکالے ہیں (۱) سعدی تاج نعمت (۲) سعدی عارفِ اکبر فقیر (۳) شہنشاہِ ولایت۔ بہ لحاظ ابجد تینوں تاریخیں درست ہیں اور تینوں میں سے حضرت سعدی بلخاریؒ کا درست سالِ وصال ۱۱۰۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ لیکن درجِ بالا شرارت بعض اوقات بڑے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ لاہور کے صوفیائے کرام کا ریڈی ریفرنس ''نقوش'' کا لاہور نمبر ہے اور اس میں حضرت سعدی بلخاریؒ سے متعلق ''تحقیقاتِ چشتی'' والا غلط سالِ وفات درج ہو گیا ہے۔

O

حضرت جی بابا علیہ رحمتہ کے معاصرہ تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' سے یہ ثابت ہے کہ اُن کے پردادا شیخ ہو یا چغتائی علیہ رحمتہ (ساکن: موضع سروالہ) نے آہن گری کا پیشہ اپنے مُرشد کے تتبع میں اختیار کیا اور اس پیشے کے پردے میں اپنی ولایت کو لوگوں کی نظروں سے چھپائے۔ بعد ازآں اُن کے فرزند محمد الیاس چغتائی علیہ رحمتہ نے موضع سروالہ کے ایک بڑے زمیندار ہونے کے باوجود اپنی ولایت کو پوشیدہ رکھنے کی خاطر زرگری کا پیشہ اپنائے رکھا۔ اسی طرح یہ جو مشہور ہے کہ حضرت جی باباؒ اپنے جدامجد شیخ ہو یا چغتائی علیہ رحمتہ کی طرح نقل مکانی کرتے رہے، قطعاً درست نہیں۔ لڑکپن اور جوانی میں البتہ حضرت جی باباؒ نے برائے بیعت حضرت آدم بنوری علیہ رحمتہ کے خلفاء اور

Marfat.com

مخلصین کی تلاش میں دور ونزدیک کے سفر کیے۔ کشمیر بھی گئے اور لاہور جا کر حضرت سعدی بلخاری ثُم لاہوریؒ کے ہاتھ بیعت بھی ہوئے لیکن اُن کا مستقل قیام موضع سروالہ اور اکبرِ اعظم کے بسائے ہوئے قدیمی اٹک شہر میں ہی رہا۔ پھر یہ جو مشہور روایت ہے کہ ''حضرت جی بابؒا نے جب بطور سالک روحانی تربیت کے مراحل طے کر لیے اور مرشد نے جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے یہ کہا کہ دورانِ سفر جہاں کہیں گھوڑے کی لگام کا کیزہ ٹوٹے تو اس کی مرمت کروانے کے بعد لوہار کی نظر بچا کر پاؤں کے زور سے مرمت شدہ کیزہ توڑنے کی کوشش کرنا۔ اگر ٹوٹ جائے تو اگلے لوہار کو آزمانا اور اگر نہ ٹوٹے تو وہیں اُسی لوہار کے قدموں میں بیٹھ جانا، اللہ برکت دے گا۔ لہٰذا اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور بالآخر قدیمی اٹک شہر پہنچ گئے جہاں اُن کی ملاقات لوہار بابا سے ہوئی۔'' اس روایت کی تصدیق بھی حضرت جی بابؒا کے اپنے بیان منقول تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' سے نہیں ہوتی۔ نہ قرائن سے ایسا کچھ ثابت ہوتا ہے البتہ ایسا کچھ اگر حضرت جی بابؒا کے پردادا حضرت ہویا علیہ رحمۃ کے ساتھ پیش ہو تو کچھ بعید نہیں، اس لیے کہ اُن کا ایسے مُرشد سے بیعت ہونا ثابت ہے جن کا پیشہ آہن گری تھا۔

O

اِسی طرح ہندو لڑکی، جو بعد از قبولِ اسلام، شیخابی بی کے نام سے مشہور ہوئی اور جس کا مزار، حضرت جی بابؒا کے مزار کے مغرب میں واقعہ ہے، سے متعلق روایت بھی حضرت حضرت ہویا علیہ رحمۃ سے متعلق ہو تو ہو، حضرت جی بابؒا سے منسوب اس واقعہ کی تذکرہ ''ظواہر السرائر'' سے تصدیق نہیں ہوتی۔ شیخابی بی سے متعلق روایت یہ ہے کہ ایک ہندو لڑکی لوہار بابا کی بھٹّی پر چرخے کا ٹوٹا ہوا تکلا مرمت کروانے آئی تو بھٹّی کے قریب بیٹھے کام میں مصروف لوہار بابا کے ایک شاگرد کی نظریں بار بار اُس حسین و جمیل لڑکی کی جانب اُٹھتی رہیں، جس پر وہ لڑکی سیخ پا ہوگئی۔ یہ دیکھ کر لوہار بابا کا شاگرد بولا: ''لو تم اس آگ میں تپے ہوئے تکلے کو میری آنکھوں میں پھیر دو، اگر میں نے نظرِ بد سے

Marfat.com

تمھیں دیکھا ہو تو خداوند میری بینائی چھین لے۔'' غصّے میں بھنائی ہوئی اُس لڑکی نے آگ میں تپا ہوا تکلا اُٹھا کر اُس نوجوان کی آنکھوں کے آگے پھیرا پر آنکھوں کی بینائی کو گزند نہ پہنچا۔

حضرت جی باباؒ کا لوہار بابا کی شاگردی اختیار کرنا ثابت نہیں۔ اگر یہ واقعہ حضرت جی باباؒ کے اوائل جوانی میں بھی پیش آیا ہوتا تو اس کا اندراج اُن کے معاصر تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' میں ضرور ہوتا۔

O

عمومی سطح پر حضرت جی باباؒ کی اولاد کے ضمن میں یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ اُن کا صرف ایک ہی فرزند (محمد اسماعیل چغتائیؒ) تھا، جس نے کم عمری میں وفات پائی اور لاولد تھا۔ ایسا یکسر نہیں ہے۔ حضرت جی باباؒ کثیر الاولاد تھے۔ تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موضع سروالہ میں وبا پھوٹی تو اُن کی والدہ محترمہ، بھائی اور بچے (بچوں کی تعداد نہیں لکھی گئی) بیمار ہو کر اللہ کو پیارے ہوئے۔ صرف ایک بیٹا محمد اسماعیل اور دو بیٹیاں زندہ رہے۔ البتہ جی باباؒ کی شریک حیات زندہ تھیں۔ کچھ مدّت بعد حضرت جی باباؒ کے ہاں ایک اور بیٹا محمد عیسیٰ بھی پیدا ہوا۔ تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' (نسخہ داؤدی) کے صفحہ ۲۴۲، (ب) اور صفحہ ۳۴۳، (الف) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۱۲ھ بمطابق ۱۷۰۰ء میں حضرت جی باباؒ کے دو بیٹے حیات تھے۔ بڑے بیٹے حضرت محمد اسماعیلؒ علومِ ظاہری و باطنی کے کمالات سے آراستہ تھے۔ شکستہ نفسی، عاجزی اور انکسار اُن کی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور وہ اٹک میں قائم کردہ مدرسے میں موجود فقرا اور درویشوں کی ناز برداری اور خدمت گزاری میں پیش پیش رہتے تھے۔ انہی صفات کے سبب حضرت جی باباؒ کے منظورِ نظر تھے۔ چھوٹے بیٹے کے بارے میں میاں محمد عمر چمکنیؒ نے کچھ نہیں لکھا۔ وہ یقیناً کم سن رہے ہوں گے اور اُن کا قیام سروالہ میں ہوگا۔

تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ داؤدی) کے صفحہ ۳۴۱ (الف) کے مطابق ۱۵

Marfat.com

صفر المظفر ۱۱۰۶ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۶۹۴ء کو جب حضرت سعدی بلخاریؒ دوسری بار پشاور تشریف لائے تو پشاورؒ سے لاہور جاتے ہوئے ہارون گھاٹ (علاقہ چھچھ، ضلع اٹک) کے مقام سے دریائے نیلاب (دریائے سندھ) عبور کرنے کے بعد حضرت سعدی بلخاریؒ نے حضرت جی باباؒ کے فرزندِ اکبر حضرت محمد اسماعیلؒ کو نہ صرف ایک نظر دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا بلکہ اُنھیں دُنیاوی اُمور سے متعلق مشورہ دینے اور اُن کے حق میں دُعا کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا تھا۔ تذکرہ کے صفحہ ۳۴۱۔(الف) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد اسماعیلؒ علوم ظاہری سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد علومِ باطنی کی طرف آئے اور حضرت جی باباؒ کی زیرِ نگرانی روحانی ترقی کی منازل طے کیں۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ، تذکرہ میں جہاں کہیں محمد اسماعیلؒ کا ذکر کرتے ہیں، اُن کے نام سے ساتھ ''فرزندِ اکبر'' اور ''مولانا'' ضرور لکھتے ہیں۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ کے بیان کے مطابق مولانا محمد اسماعیلؒ کو حاکم اٹک کی سرکار سے چند تنگے یومیہ کا وظیفہ ملتا تھا، جسے حاصل کرنے اُنھیں علی الصباح حاکم شہر کے دفتر جانا پڑتا تھا۔ ایک دن وظیفہ کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی اور فجر کی نماز قضا ہوگئی تو مولانا محمد اسماعیلؒ نے گھر واپس آ کر مقررہ یومیہ وظیفہ سے متعلق حکم نامہ چاک کر دیا اور اس کے بعد حصولِ وظیفہ کے لیے حاکمِ اٹک کے دفتر کبھی نہیں گئے۔

دربار حضرت جی باباؒ اٹک خورد میں حضرت جی باباؒ کے مرقد کے دائیں ہاتھ پہلی قبر فرزندِ اکبر حضرت محمد اسماعیلؒ کی اور دوسری فرزندِ اصغر، حضرت محمد عیسیٰؒ کی ہے۔

O

ہمارے ہاں بلا ثبوت غیر محتاط انداز میں کرامات کا بیان کیا جاتا ہے۔ اسی نوع کی ایک غیر معتبر روایت، حضرت جی باباؒ سے متعلق یہ سننے کو ملتی ہے کہ جب مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے حکم پر قلعۂ اٹک کے ایک بُرج کی بنیاد دریائے سندھ میں رکھی جا رہی تھی تو پانی کی تند و تیز لہریں سب کچھ بہا کر لے جاتی تھیں۔ بُرج کسی طرح قائم ہی

Marfat.com

نہیں ہو پاتا تھا۔ اس ناکامی کا سُن کا اکبرِاعظم نے علاقہ کے اولیاء سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا اور حضرت جی باباؒ کی دُعا کے اثر سے پانی نے چند دن کے لیے گزرگاہ بدل لی اور یوں پانی میں بُرج کی تعمیر ممکن ہوئی۔

جی باباؒ سے متعلق یہ روایت غیر معتبر یوں ہے کہ قلعۂ اٹک کی تعمیر کا آغاز رجب ۹۸۹ھ مطابق اگست ۱۵۸۱ء میں ہوا اور حضرت جی باباؒ کی ولادت (۱۰۳۶ھ مطابق ۲۷۔۱۶۲۶ء) بہ عہد شاہجہاں کی ہے، یعنی لگ بھگ نصف صدی بعد حضرت جی باباؒ پیدا ہوئے۔

خواجہ محمد زاہد اٹکی نے تذکرہ: ''قصۂ مشائخ'' (تکمیل: ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳،۳۴ء) میں یہی واقعہ شاہ عیسیٰ بھاکریؒ خلیفہ حضرت شاہ صدرالدین المعروف سخی سلطان اٹکیؒ سے منسوب کیا ہے اور اسے تسلیم کرنے میں بھی تامل یوں ہے کہ ۹۸۸ھ/ دسمبر ۱۵۸۰ء تک جلال الدین محمد اکبر آگرہ میں تھا، اُس کے اِدھر موجودگی ثابت نہیں۔ اُس نے اپنے سوتیلے بھائی مرزا محمد حکیم حاکم کابل کے پنجاب پر حملے کو روکنے کے لیے مان سنگھ کو بھیجا۔ ۲۴ دسمبر ۱۵۸۰ء کو مرزا محمد حکیم کا افغان جرنیل شادمان شکست کھا کر دم توڑ گیا اور مرزا محمد بذاتِ خود اٹک کے مقام سے دریائے سندھ عبور کر کے آگے بڑھا اور مان سنگھ، اکبر کے حکم کے تحت لاہور تک پیچھے ہٹ آیا۔ یوں مرزا محمد حکیم کے افغان لشکر اور مان سنگھ کی افواج کے بیچ دوسرا معرکہ لاہور کے نواح میں ہوا۔ یہ پہلا موقع ہے جب اکبر نے ۹۸۹ھ/ ۱۶ فروری ۱۵۸۱ء میں اکبر دریائے سندھ کے کنارے اُس مقام پر پہنچا جسے اُس نے ''کٹک بنارس'' کے وزن پر ''اٹک بنارس'' نام دیا۔ ''اٹک'' سے مراد حملہ آوروں کے لیے اٹکاؤ کی جگہ اور بنارس اس حوالے سے کہ قلعہ سے قریب بنارس کے ملاحوں کو آباد کیا جائے۔ بنارس کے ملاحوں کی اولاد اب بھی قلعۂ اٹک سے قریب ملاحی ٹولہ میں آباد کیا جائے۔ یوں ربیع الآخر ۹۸۹ھ/مئی ۱۵۱۸ء میں اکبر نے قلعۂ اٹک کی تعمیر کا منصوبہ بنایا۔ مئی کے چند روز اور جون، جولائی ۱۵۱۸ء کے دو ماہ اٹک کے مقام پر بغیر

دریا عبور کیے اکبر نے قلعۂ اٹک کا سنگِ بنیاد رکھنے اور کابل پر حملے سے متعلق صلاح مشورے میں گزارے اور رجب ۹۸۹ھ/۱۰راگست ۱۵۸۱ء کو بذاتِ خود کابل پہنچ گیا۔ کابل فتح کیا اور وہاں کی حکومت مرزا محمد حکیم کی ہمشیرہ بخت النساء بیگم زوجہ خواجہ حسن کے حوالے کر کے ذی الحج ۹۸۹ھ/ یکم دسمبر ۱۵۸۱ء کو دارالسلطنت آگرہ واپس چلا آیا۔ ذی قعدہ ۹۹۱ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۵۸۳ء میں گنگا جمنا کے سنگم پر وہ ایک زیرِ تعمیر قلعہ کی نگرانی کر رہا تھا۔ (دیکھیے: ''مغلیہ سلطنت کا زوال'' از آر۔ پی تریپاٹھی، ترجمہ: ڈاکٹر ریاض احمد شروانی مطبوعہ: مکتبہ عالیہ، لاہور، طبع دوم: ۱۹۹۵ء، ص: ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۴۲) اُس کے بعد اکبر، بعد از انتقال مرزا محمد حکیم (۳۰ جولائی ۱۵۸۵ء) اُزبکوں کے ممکنہ حملے کو روکنے کے لیے محرم ۹۹۴ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۵۸۵ء کو راولپنڈی پہنچا۔ ۲۰ دسمبر کو کشمیر، سوات، باجوڑ اور بلوچستان کو فتح کرنے کے لیے مہمیں روانہ کیں اور مان سنگھ کو کابل کا صوبے دار مقرر کرنے کے علاوہ قلعۂ اٹک کو شاہی افواج کا مرکز قرار دیا۔ (''مغلیہ سلطنت کا زوال''، ص: ۳۴۳، ۳۴۴) اس سے ثابت ہوا کہ قلعۂ اٹک کی تعمیر کا آغاز رجب ۹۸۹ھ مطابق اگست ۱۵۸۱ء میں ہوا اور محرم ۹۹۴ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۵۸۵ء میں تکمیل پا جانے کے بعد قلعۂ اٹک شاہی افواج کا مرکز قرار پایا۔ مفتی غلام سرور نے ''تاریخ مخزن پنجاب'' (ص: ۳۲۲، ۳۲۳) میں قلعۂ اٹک کے سالِ تکمیل ۹۸۴ھ مطابق ۷۷-۱۵۷۶ء درج کیا ہے جو یکسر غلط اس لیے ہے کہ قلعۂ اٹک کے ہوتے ہوئے اکبر ۹۸۸ھ مطابق دسمبر ۱۵۸۰ء میں مرزا محمد حکیم کے حملہ آور ہونے پر مان سنگھ کو لاہور تک پیچھے ہٹ آنے کا حکم نہ دیتا۔ نیز یہ کہ مرزا حکیم قلعۂ اٹک کی موجودگی میں دریائے سندھ عبور کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ خواجہ محمد زاہد اٹکی بھی معاصر تاریخ نگار نہیں۔ انھوں نے آغازِ تعمیر قلعۂ اٹک رجب ۹۸۹ھ مطابق اگست ۱۵۸۱ء سے ٹھیک ایک سو ستاون برس بعد ''قصۂ مشائخ'' (تکمیل: ۱۱۴۶ھ/۳۲-۱۷۳۳ء) رقم کیا۔ لہٰذا اُن کا یہ کہنا کہ کابل کے رُخ پر دریائے سندھ میں قلعۂ اٹک کے ایک بُرج کی بنیادیں

Marfat.com

۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں رکھیں گئیں سراسر غلط ہے۔ اس لیے بھی کہ ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں اکبر کا اٹک کے قریب وجوار میں ہونا کسی طور ثابت نہیں ہوا۔ اکبر نے ۹۹۱ھ/ ۱۵۸۱ء تا ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء کا دورانیہ اٹک سے کئی سوکوس دور گزارا۔ چلیں اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت شاہ عیسیٰ بھاکریؒ سے جلال الدین محمد اکبر رجب ۹۸۹ھ/ اگست ۱۵۸۱ء میں برج کی تعمیر کے سلسلے میں مدد کا طالب ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں شاہ عیسیٰ بھاکریؒ حاکم، کوہاٹ (شیر خان) سے ناخوش ہوئے اور اُس کے ٹھیک دو ماہ بعد اورنگ زیب نے شیر خان کو معزول کرنے کے بعد معرکۂ دُکن میں اُسے اپنے ساتھ رکھا، جہاں مخالف افواج کی گولہ باری سے شیر خان کے پُرزے اُڑ گئے۔ (دیکھیے: ''قصۂ مشائخ'' کا ایک حصہ بہ عنوان: ''تذکرہ حضرت سخی سلطانؒ'' مرتبہ: نذر صابری، مطبوعہ: کتب خانہ مقبول عام، اٹک، طبع اوّل: ۲۰۰۳ء، ص ۲۵ تا ۲۷) تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ اکبر بادشاہ رجب ۹۸۹ھ اگست ۱۵۸۱ء میں شاہ عیسیٰ بھاکریؒ سے مدد کا طالب ہوتا ہے اور اورنگ زیب عالمگیر کی مہماتِ دُکن (۱۰۹۳ھ/۸۲،۱۶۸۱ء تا ۱۰۹۹ھ/ ۸۸،۱۶۸۷ء) کے دوران شاہ عیسیٰ بھاکریؒ اٹک سے کوہاٹ جا کر حاکمِ کوہاٹ شیر خان سے ناخوش واپس آتے ہیں۔ اب اگر محمد زاہد اٹکی کے بیان اور نذر صابری صاحب کی تحقیق کے مطابق شہنشاہ ہند جلال الدین محمد اکبر سے اٹک میں ملاقات (۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱ء) کے وقت شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی (کیا یہ حیران کُن بات نہیں کہ اکبر ایک ایسے اُٹھارہ سالہ نوجوان سے مدد کا طالب ہوتا ہے، جس کے روحانی مرتبے سے بھی وہ ناواقف ہے؟) چلیے مان لیا کہ ایسا ہوگا، تب بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کی حاکم کوہاٹ (شیر خان) سے ملاقات کس عمر میں ہوئی ہو گی؟ اگر یہ واقعہ اورنگ زیب عالمگیر کی مہماتِ دکن کے آغاز (۱۰۹۳ھ/۸۲،۱۶۸۱ء) میں پیش آیا، تب بھی شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کی عمر ایک سو پانچ برس بنتی ہے، اور اگر یہ واقعہ مہماتِ دکن کے وسط میں پیش آیا تو شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کی عمر تجاوز کر کے ایک سو سترہ برس ہو جاتی ہے، اور اگر

Marfat.com

قلعۂ گول کنڈہ کے ساتھ آٹھ ماہ کے محاصرہ کے دوران یہ واقعہ پیش آیا تو ۱۰۹۹ھ/ ۸۸۔۱۶۸۷ء تک شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کی عمر تجاوز کر کے ایک سو اٹھائیس برس قرار پاتی ہے۔ جب کہ شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کی اتنی طویل عمر پانا کسی طور ثابت نہیں۔ نیز یہ کہ اُس دور میں اتنے عمر رسیدہ درویش کا اٹک تا کوہاٹ کا کٹھن سفر اور حاکم کوہاٹ سے رنجیدہ خاطر ہو کر دوسرے روز اٹک واپسی کا سفر ممکن ہے؟ نہ صرف یہ کہ محمد زاہد اٹکی نے ''قصۂ مشائخ'' میں شاہ عیسیٰ بھاکریؒ کو اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے چار ادوار پر مشتمل طویل دورانیہ میں متحرک دکھا دیا بلکہ اُن کی ملاقات بہ مقام اٹک اکبر اعظم سے ۹۹۱ھ مطابق ۱۵۸۳ء میں کروا دی، جبکہ اکبر اعظم نے ۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱ء تا ۹۹۴ھ/ ۱۵۸۵ء کا دورانیہ اٹک سے کئی سو کوس دور گزارا۔ یوں یہ واقعہ نہ تو حضرت جی باباؒ سے منسوب کیا جا سکتا ہے، نہ شاہ عیسیٰ بھاکریؒ سے۔

ڈاکٹر مرزا احامد بیگ

صدر شعبہ اردو
گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور
۲/اپریل ۲۰۰۶

Marfat.com

مُرتب: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

رُوحانی شجرہ

(محمد یحیٰ چغتائی المعروف حضرت جی بابا اٹکیؒ)

۱۔ محمد صادق المعروف سعدی بلخاری ثم لاہوری، م: بروز بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء مزنگ لاہور۔

۲۔ ابوعبداللہ سعد معزالدین آدم بنوریؒ، م: ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ/ ۲۵ دسمبر ۱۶۴۳ء مدینہ منورہ۔

۳۔ احمد فاروقی سرہندی معروف بہ مجدد الف ثانیؒ، پ: ۱۴ شوال ۹۷۱ھ/ ۱۸ ۶۳ء م: ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۵ھ/ اکتوبر ۱۶۲۵ء۔

۴۔ محمد باقی باللہ دہلویؒ، پ: ۹۷۱ھ/ ۶۴-۱۵۶۳ء م: ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ اکتوبر ۱۶۰۳ء۔

۵ محمد املنگی بن درویش محمدؒ، پ: ۹۱۸ھ/ ۱۵۱۲ء۔ م: ۲۳ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ/ فروری ۱۶۰۰ء

۶۔ درویش محمدؒ، م: ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ/ اگست ۱۵۶۲ء۔

۷۔ محمد زاہدؒ، م: ۱۹ محرم الحرام ۹۳۶ھ/ نومبر ۱۵۲۹ء۔

Marfat.com

۸۔ ناصرالدین عبیداللہ احرارؒ، پ: رمضان المبارک ۸۰۶ھ/ مارچ ۱۴۰۴ء۔م:۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ/جنوری ۱۴۹۰ء۔

۹۔ یعقوب چرخیؒ،م:۵صفرالمظفر ۸۵۱ھ/ ۱۴۴۷ء

۱۰۔ علاءالدین عطارؒ،م:۲۰رجب المرجب ۸۰۲ھ/۱۴۰۰ء۔

۱۱۔ بہاء الدین محمد نقشبندؒ، پ: ۲۸ محرم الحرام ۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء۔م: ربیع الاوّل ۷۹۱ھ/فروری ۱۳۸۹ء۔

۱۲۔ سیّدمیر کلالؒ،م:۸ جمادی الاوّل ۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء۔

۱۳۔ محمد بابا سماسیؒ،م:۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء۔

۱۴۔ علی رامتینیؒ،م:۲۸ ذیقعد ۷۲۱ھ/ ۱۳۲۱ء۔

۱۵۔ محمود انجر فغنویؒ م:۱۷ ربیع الاوّل ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء۔

۱۶۔ عارف ریوگریؒ م: یکم شوال ۶۱۶ھ/ ۱۲۱۹ء۔

۱۷۔ عبدالخالق غُجدوانیؒ م:۱۲ ربیع الاوّل ۵۷۵ھ/ ۱۱۷۹ء۔

۱۸۔ ابویوسف ہمدانیؒ،پ:۴۴۰ھ/ ۱۰۴۸ءم:۲۷رجب ۵۳۵ھ/ ۱۱۴۱ء۔

۱۹۔ بُوعلی فارمدیؒ،پ:۴۲۴ھ/۱۰۳۲،۳۳ء۔م:۴۷۰ھ/ ۷۸،۱۰۷۷ء۔

۲۰۔ ابوالقاسم گرگانیؒ۔

۲۱۔ ابوالحسن خرقانیؒ،م:۱۰محرم الحرام ۴۲۵ھ/۱۰۳۳ء۔

۲۲۔ بایزید بسطامیؒ،پ ۱۲۶ھ/۷۴۳،۴۴ء۔م:۱۵شعبان المعظم ۲۶۱ھ/ ۸۷۵ء۔

۲۳۔ امام جعفر صادقؒ، پ: ۱۷ ربیع الاوّل ۸۰ھ/ ۶۹۹ء۔م: ۱۵رجب ۱۴۹ھ/ ۷۶۶ء۔

۲۴۔ امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ،وصال:۲۴ جمادی الثانی ۱۰۸ھ/ ۷۲۶ء۔

۲۵۔ سلمان فارسیؓ،وصال:۱۰رجب ۳۳ھ/۶۵۴ء۔

۲۶۔ ابوبکر صدیقؓ،وصال:۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ/۶۳۴ء۔

۲۷۔ حضرت محمد رسول اللہؐ، وصال: ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ/۶۳۲ء۔

نوٹ: حضرت جی باباؒ کے پوتے محمد عبدالشکور شاکر کے دیوان میں حضرت بُوعلی فارمدی کے مُرشد ابوالحسن خرقانیؒ ظاہر کیے گئے ہیں۔ جب کہ نعیم شاہ نعیم موضع گگر، ڈاک خانہ بڈہ بیر، ضلع پشاور کی تحویل میں موجود ایک منظوم روحانی شجرہ ظاہر کرتا ہے کہ بُوعلی فارمدی کے مُرشد ابوالقاسم گُرگانیؒ تھے اور اُن کے مُرشد ابوالحسن خرقانیؒ۔

(مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

آغاز تذکرہ:

ظواہر السرائر

(منظر سوم، فصل دوم)

Marfat.com

حضرت محمد یحییٰ چغتائی المعروف
حضرت جی بابا اٹکیؒ

صوبہ سرحد کے مشہور صوفی بزرگ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے نادر و نایاب فارسی تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' مرقومہ: ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ/ نومبر ۱۷۰۰ کے منظر سوم کی فصل دوم حضرت محمد یحییٰ چغتائی اٹکی المعروف جی باباؒ کے ظاہری اور پوشیدہ حالات و کیفیات سے متعلق ہے۔ پیشِ نظر اردو ترجمے کی بنیاد تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' نسخۂ خلیل الرحمن داؤدی (مرقومہ: شوال: ۱۱۱۹ھ/ دسمبر ۱۷۰۷ء) ہے۔ حضرت جی باباؒ سے متعلق حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے بیان کا آغاز مدحیہ قصیدے اور ایک رباعی سے ہوتا ہے۔

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ نے مدحیہ قصیدے میں حضرت محمد یحییٰ چغتائی المعروف جی بابا اٹکیؒ کو ہفت اقلیم (۱) کے ''قطب'' اور اللہ کے ''بندۂ خاص'' کے علاوہ ''غوث اعظم'' کے خطابات سے یاد کیا ہے۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جی بابا امامت اور خلافت دونوں سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ نرمی و حلم کی کان اور صدق و صفا کا معدن اور اہلِ حقیقت کے مُرشدِ کامل تھے۔ آپ کو اولیاء میں فوقیت حاصل ہے۔ اہل طلب کے لیے آپ کا کوچہ قبلہ کی حیثیت رکھتا تھا اور آپ کے خوانِ کرم سے ہر ملک کے لوگوں نے فیض پایا۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ، فارسی رباعی میں فرماتے ہیں کہ اس جہان

Marfat.com

کے ایوان میں جہانِ معنی میں سے ایک نیک بخت (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) صحبت آرا ہوا اور اُس کی صحبت کے سبب حضرت محمد یحییٰ اٹکی (المعروف حضرت جی باباؒ) کے چہرے کے نور سے اہلِ حقیقت کا چراغ روشن ہوا۔ حضرت جی باباؒ سے متعلق حضرت میاں محمد عمر چمکنی کے بیان کے اردو ترجمے کی بنیاد ''ظواہر السرائر'' (نسخہ خلیل الرحمٰن داوٗدی) کے منظر سوم کی فصل دوم کے صفحہ ۲۷۰ (ب) تا ۳۷۵ (الف) کی فارسی عبارت ہے۔ (ڈاکٹر مرزا حامد بیگ)

آغاز تذکرہ، حضرت جی باباؒ

بیان حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ

یہ بات مخفی نہ رہے کہ سرالاعظمؒ حضرت مولانا محمد یحییٰ اٹکی (المعروف حضرت جی باباؒ) کا خاندان صاحب خیر و فلاح اور تقویٰ رکھنے والا پرہیز گاروں کا خاندان ہے۔ اِس خاندان میں ہمیشہ صاحب ولایت اور صاحب کشف و کرامات افراد ہوتے رہے ہیں۔ وہ افراد ہمیشہ اپنے علاقے کے خاص و عام کے لیے مرجع رہے ہیں اور یہ خاندان اپنے علاقے میں ''خاندانِ شیخاں'' کے نام سے مشہور ہے۔ جب اس حقیر فقیر نے حضرت سرالاعظمؒ کے آبا و اجداد کی کرامات و بزرگی کے بارے میں بلا کسی درمیانی واسطے کے خود حضرت سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) کی زبان مبارک سے سُن لیا تو ان باتوں کو قلمبند کرنا بہت ضروری اور احسن جانا۔ اس مجموعے میں ضمنی طور پر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کی بعض کرامات و خوارق کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور آنجنابؒ کی زبانی آپؒ کے بزرگوں کی کرامات کو نقل کر دیا گیا ہے تاکہ اس آیتِ محکمہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (۲) ترجمہ: خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانتیں لوٹا دیا کرو) کہ مصداق بغیر کسی خیانت و تفاوت کے ادائے شہادت ہو جائے۔

حضرت سرالاعظم مولانا محمد یحییٰ اٹکی (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ہمارے آبا و اجداد

Marfat.com

کا وطن ماوراء النہر ہے اور ہمارے آباواجداد چغتائی (مغل) ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں سے ایک (شیخ ہویاؒ) کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ فقیری اور درویشی کی طلب کے لیے اپنے آبائی وطن سے باہر نکلنا چاہیے چنانچہ وہ پیرِ طریقت کی تلاش میں آوارۂ دیار ہوئے جب اُنھوں نے پیرِ طریقت کی جستجو میں نہایت درجے کی کوشش کر لی اور کامیابی نہ ہوئی تو پنجاب کے اولیاء میں سے اپنے وقت کے ایک ولی کی خدمت میں پہنچے، جو لوہار (آہنگری) کا پیشہ اپنائے ہوئے تھے۔ پس وہ پیر کی جستجو میں نکلے ہوئے بزرگ (شیخ ہویاؒ) اُس اپنے وقت کے ولی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُس وقت کے ولی کی خدمت میں حاضر باش رہ کر خدماتِ شائستہ بجالانے لگے جس سے مُرشد نے اپنی صالح صحبت کی برکت اور خصوصی دِلی توجہ کی بنا پر اُس آمدہ شخص (شیخ ہویاؒ) کو بھی درجۂ کمال تک پہنچا دیا اور اِس طرح وہ بھی اولیاء میں فرد ہوئے۔ اُس آہن گر ولی کے بعض عزیزوں میں سے ایک عزیز نے اُس نوامدہ شخص کی روحانی ترقی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُسے اپنا داماد بنانا قبول کرتے ہوئے اپنی بیٹی اُس شخص کے حبالۂ عقد میں دے کر شادی کر دی۔ جس پر وہ شخص (شیخ ہویاؒ) جو اپنے وطن سے اِدھر آ نکلا تھا، پنجاب کو اپنا وطن جانتے ہوئے یہاں سکونت پذیر ہو گیا اور پنجاب کے شہر اٹک (۳) سے دو فرسخ (چھ میل یا ساڑھے نو کلو میٹر) کے فاصلے پر واقع ایک بڑے گاؤں ''سرَ والہ'' میں سکونت پذیر ہوا۔ (شیخ کاؒ) یہ لقب اور آہنگری کا پیشہ اُس وقت سے ہمارے خاندان میں چل رہا ہے۔ شیخ ہویا علیہ رحمۃ ہمارے اجداد میں سے ہوئے ہیں جو اپنے زمانے کے ولی کامل، صاحب کشف و کرامات، حامل خوارق عادات اور اپنے دیار میں مُرجع خاص و عام رہے ہیں اور یہ نسبتِ شریفہ ہمارے آباواجداد نے خود کسب سے حاصل کی ہے۔ ظاہراً آہن گری کے پیشے کو اختیار کرنے کے سبب ہمارے اجداد نے اپنے ولی ہونے کو چھپائے رکھا اور خِفا میں اپنے مشرب کے لیے کوشاں رہے۔

حضرت سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب شیخ

(حضرت جی بابا کے پردادا شیخ ہویاؒ) کی دکان پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ موصوفؒ اپنے آہنگری کے شغل میں مشغول تھے کہ اتفاقاً اُس وقت آپ کو سِندان (لوہے کی نہائی، جس پر لوہار لوہا کوٹتے ہیں) کی ضرورت پیش آئی جو انہوں نے غلہ دانی پر رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے کسی کو بھیجا کہ غلے والی کوٹھری کی چھت سے وہ سِندان نیچے لے آئے۔ وہ شخص آپ کے کہے کے مطابق وہاں گیا اور اسے تلاش کرنے لگا لیکن وہ وہاں سِنداں کو پانے میں کامیاب نہ ہو سکا اور شیخ کی خدمت میں واپس آ کر کہنے لگا: ''ہر چند میں نے وہاں جا کر بہت ڈھونڈا لیکن مجھے وہاں سِندان نہیں مل سکی'' یہ جواب سُن کر شیخ موصوف نے ایک دوسرے شخص کو بھیجا اور اُسے تاکید کی کہ ذرا اچھی طرح باریک بینی سے تلاش کرنا، کیونکہ میں نے سِندان کو اُسی غلے والی کوٹھری کی چھت پر رکھا تھا۔ اُس شخص نے بھی اپنی پوری کوشش کر دیکھی لیکن اسے بھی وہاں سے کچھ نہ مل سکا اور اُس نے بھی شیخ کی خدمت میں پہنچ کر یہی کہا کہ پوری کوشش کے باوجود وہاں کچھ نہیں ملا۔ یہ سن کر شیخ موصوف غضبناک ہو گئے اور ناراضگی اور غصّے کے عالم میں گویا ہوئے کہ میں نے اُسے آگ سے نکال کر بالا خانے پر رکھا تھا اور اِس وقت تک اُس گرم سِندان سے گھر کے غلہ والے حصّے میں آگ لگ چکی ہے اور غلے والی کوٹھری میں موجود تمام غلہ جل کر راکھ ہو چکا۔ شیخ موصوف (ہویاؒ) کی خدمت میں موجود ان کے بیٹے (یعنی حضرت جی بابا کے دادا) شیخ الیاسؒ نے جب یہ سنا تو انہوں نے اپنے والد شیخ موصوف کو ٹوکتے ہوئے کہا: ''اولیا کو چاہیے کہ وہ اپنے احوال اور وجد میں آ کر حاصل ہونے والی کیفیتوں کے پوشیدہ رکھنے کے لیے کوشاں ہوں، جب کہ آپ نے تو خود اپنی کرامت کو ظاہر کر دیا۔ اس لیے آپ کو اس سے کوئی نفع نہیں ملے گا۔'' جناب شیخ موصوف (شیخ ہویاؒ) خود اپنے ہی بیٹے (شیخ الیاسؒ) کے متوجہ کرنے سے متنبہ ہوئے اور انہیں کرامت کا اظہار کرنا ترک کر دیا اور کہا کہ اپنی کرامت کا اظہار اُس وقت کریں گے جب اس دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف کوچ کر رہے ہوں گے۔

Marfat.com

جناب شیخ الیاسؒ، جناب سرالاعظم (محمد یحییٰ اٹکی المعروف جی باباؒ) کے دادا اور شیخ ہویؒ پردادا تھے۔ جناب شیخ علیہ رحمت (شیخ الیاسؒ) نے علمِ طریقت کے حاصل کرنے، نفی وجود اور اپنے پاس موجود دوسروں کو بخش دینے کے سلسلے میں سبقت حاصل کر لی تھی اور وہ اپنے احوال پوشیدہ رکھنے میں ایسے تھے کہ بالکل ظاہر ہی نہیں ہونے دیتے تھے۔ جس دن سے آپ نے اس راستے پر چلنا شروع کیا تھا، اس پردہ پوشی کے باوجود علاقے کے لوگ روحانی امداد کے حصول کے لیے آپؒ سے رجوع کرتے اور آپ کے یُمن و برکت سے لوگوں کی مدد ہو جاتی۔ آنجنابؒ (شیخ الیاسؒ) نے زرگری کا شغل اپنا رکھا تھا۔ جو غلّہ پیدا ہوتا پہلے اس کا دسواں حصہ محتاجوں اور فقیروں کے نان و نفقہ پر صرف کرتے، اور جو غلّہ اپنے پاس موجود ہوتا اُسے بھی راہِ خدا میں صَرف کر دیتے۔ سَر والہ میں ہر آنے والے جانے والے، اپنے بیگانے کو اپنے ہاں لے جا کر کھانا کھلاتے، جو کوئی بھی اپنے کام کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ اپنے سب کام کاج چھوڑ چھاڑ کر اُس کے کام میں لگ جاتے اور جب تک اُس کا کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جاتا آپ اپنے ذاتی کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ آپ ہر روز صبح سویرے دو تین کُوزے لسّی کے اپنے آدمیوں کے سروں پر رکھواتے اور بڑی تعداد میں روٹیاں پکوا کر اپنے سر پر رکھ لیتے اور اپنے لسّی اُٹھانے والے آدمیوں کے ساتھ سرِ راہ بیٹھ جاتے، وہاں سے سب گزرنے والوں کو ایک روٹی اور ایک پیالہ لسّی کا دیتے جاتے اور یہ فرماتے کہ ابھی صبح سویر ہے اور یہ لوگ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے جلدی میں گھروں سے نکل کھڑے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو ایک ایک نان (روٹی) اور ایک ایک پیالہ لسّی کا دیتے جاؤ تاکہ یہ لوگ آسانی کے ساتھ سفر کر سکیں۔ یُوں شیخ موصوف (الیاسؒ) مستقل طور پر خلقِ خدا کی خدامت انجام دیتے رہے۔

حضرت سرالاعظم (حضرت جی بابا اٹکیؒ) فرماتے ہیں کہ جس وقت ہمارے زیر کاشت رقبے میں چوہے نمودار ہو گئے تو ہم نے اپنے کاشتکاروں (۴) کو بلایا اور نہایت

سختی و درشتی کے ساتھ انہیں کہا کہ فصل سے جو غلّہ میسر آتا ہے، میں اس کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیتا ہوں اور اس کے بعد جو کچھ میرے پاس موجود ہوتا ہے اسے خیال سے رکھتا ہوں اور اس کو فقرا و غربا کے نان و نفقے کے لیے صرف کرتا ہوں اور اس سلسلے میں میں اپنی کوئی کوتاہی نہیں پاتا، پس آپ لوگ یہ بتائیں کہ اس کا سبب کیا ہوا کہ میری فصل میں چوہے پیدا ہو گئے ہیں؟ ضرور تم لوگوں سے کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ لوگوں نے بیل گایوں کو کسی اور شخص کی فصل میں چھوڑ دیا ہو، جہاں وہ چرتے رہے ہوں یا دورانِ کاشت آپ لوگوں نے طاقت استعمال کرتے ہوئے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو یا بیج بوتے وقت آپ لوگوں کی زبان سے کوئی کلمۂ فحش و ناسزا صادر ہوا ہے۔ جلدی بتاؤ کہ ایسا ہونے کا سبب کیا ہے؟ سب کاشت کاروں نے کہا کہ ہم سے ایسا کوئی فعل بھی وقوع پذیر نہیں ہوا۔ یہ سن کر ہمارے جد نے اظہارِ تعجب کیا تو دو تین دن بعد چوہے ناپید ہو گئے اور ہماری زراعت کمال کو پہنچ گئی۔

حضرت سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے علاقے میں موجود صحرا میں ایک بہت بڑا حوض تھا، جس میں صحرا اور کوہ دشت میں ہونے والی بارشوں کا سارا پانی جمع ہو جاتا اور اُس علاقے کے مویشی اور بہایم وہاں سے پانی پیتے اور یہ حوضِ کلاں، ہمارے آبا و اجداد کی زمین میں تھا۔ اتفاق سے ایک فقیر اُس حوض پر پہنچا اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا اور وہ فقیر موسم سرما کی راتوں کو رات ہونے پر اس حوض کے اندر داخل ہوتا، ساری رات حوض کے اندر گزارتا اور صبح ہونے پر پانی سے باہر نکل آتا۔ حضرت شیخ الیاس کو یہ خیال گزرا کہ کچھ وقت اُس فقیر کے ساتھ رہ کر اُس کی حقیقت معلوم کرنی چاہیے۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ ادام اللہ تعالیٰ (حضرت جی باباؒ) نہایت شریف النفس ہیں اور مصنف ہذا آنجنابؒ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو رہا ہے۔ عرض پرواز ہے کہ آنجناب شیخ پیرداد بن شیخ الیاسؒ کے بڑے بیٹے ہیں اور جملہ محبان و محبوبان، مقبولاں

ومنظوران، مخصوصان، وعاشقان میں سے آپ حضرت ایشاں (حضرت سعدی بلخاریؒ) کے محرمِ اسرار اور یارِ غار میں آنجناب حضرت سرالاعظمؒ پر حضرت ایشاں (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی پوشیدہ طور پر ایسی نوازشات والطافات ہیں جن سے کوئی بھی آگاہ نہیں۔ بعض ایسی راز کی باتیں تھیں جو حضرت ایشاں نے صرف سے سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) سے کیں۔ جیسا کہ ایک دن خلوت میں آپ کی زبانِ مبارک سے سننے میں آیا، وہ اسی قسم کا تھا جو کسی بھی محرمِ راز تعلق رکھنے والے مخلص محبّ اور دوست سے نہیں کہنا چاہیے۔ یہ حضرت ایشاں کی حضرت سرالاعظم کے ساتھ انتہا درجے کی مہربانی اور عنایت ہے اور حضرت کی اُن بے پایاں نوازشات کی بدولت آج سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) کرامات وولایت کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ حضراتِ خواجگان کا طبقہ انتظام وانصرام کے سلسلے میں آپ کے توسل سے چل رہا ہے اور آنجناب کے اخلاص مندوں اور نیاز مندوں کی اُمید یہ ہے کہ آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے اور سرالاعظم مولانا (جی باباؒ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کے مطابق شرف کامیابی ملتا رہے، اور حضرت سرالاعظم کے اقوال وافعال کی روشن شریعت (۵) کی پیروی میں رہیں اور حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کے اطوار واحوال ملت بیضا کی متابعت میں رہتے ہوئے ہمیشہ جادۂ شریعت پر مقیم اور طریقت کے سجاد پر مستقیم ہوں۔ حضرت کی صفت فقر ہے اور ترکِ دنیا، تعلقات کا منقطع کرنا کامل طور پر مجرد ہونا ہے۔ ماسوا اللہ سے نفی کرنا اور آنجناب کا انفاسِ نفیسہ سے پیوستہ رہنا اثبات فقر میں آتا ہے۔ فُقرا سے محبت اور فقر میں کمال ہونے کے باوجود فداکاری اور ایثار میں اعلیٰ درجے پر فائز ہیں اور جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ اور معاملتی (یعنی نذر وفتوح) لے کر حاضرِ خدمت ہوتا اسے قبول نہیں کرتے تھے لیکن گاہ بہ گاہ اور مخفی طور پر اپنے احوال کے سلسلے میں بہت کوشاں رہتے اور وہ اس بات کے خواہاں ہی نہ تھے کہ آپ کے احوال میں سے بال برابر بھی کسی پر کچھ ظاہر ہو۔ لیکن کبھی کبھی حال کی بعض بنیادی باتیں، احوال کے جلال

وبزرگی سے متعلق ہوتی ہیں وہ امر ربی سے یا اس حکم "وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" (۶) ترجمہ: (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) کے مصداق اپنے بعض سچے اخلاص مندوں اور محبانِ شایق کے سامنے ظاہر کی ہیں اور اس طرح یہ فرموداتِ عالیہ اس مجموعہ میں ثبت کر دیے گئے ہیں:

آن نسخۂ کمال کہ ہر نکتۂ ازو
صد دفتر از محبت ایزدی کشودہ است

ترجمہ: یہ وہ نسخۂ کمال ہے کہ جس کے ہر نکتے سے محبتِ خداوندی کے سینکڑوں دفتر کھل گئے ہیں اور جس نے آئینہ دل سے زنگ وغبار کھرچ ڈالا ہے کہ آپ ہر چھوٹے بڑے اور شریف ووضیع کے ساتھ ربط وضبط رکھتے ہوئے ادب واحترام کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور سب کے ساتھ نہایت عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ آپ نے ہر اپنے بیگانے پر درِ صحبت وا رکھا ہوتا ہے اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کے فرمان پر عمل پیرا ہیں کہ درِ شیخی کو بند کر دو، درِ یاری کھول دو۔ خلوت کا دروازہ بند کر دو اور محبت کا دروازہ کھول دو۔

حرفہ آموزی، طریق فعلی کے ذیل میں آتا ہے۔ جبکہ علم آموزی طریق قولی ہے۔ لیکن اگر تو فقر کی دولت کے حصول کا خواہشمند ہے تو یہ دولت نہ تمہیں تمہاری زبان کی بدولت میسر آ سکتی ہے اور نہ ہاتھ اس میں معاون بن سکتا ہے۔ یہ دولتِ ابدی صرف اور صرف کسی بزرگ کی صحبت کے طفیل ہی دستیاب ہو سکتی ہے۔

یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب حضرت سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) کے والدِ بزرگوار شیخ پیر دادؒ نے اِس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف کوچ کیا اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی تو اُس وقت حضرت موصوف ابھی عالم طفلی عالم میں تھے۔ والد بزرگوار کے رحلت فرما جانے پر آنجناب (جی باباؒ) کے دادا جان حضرت شیخ الیاسؒ کے

Marfat.com

زیرِاثر آپ کی نشو ونما ہوئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے والدِ گرامی فوت ہوئے تو اُس وقت ہم بچّہ تھے، یوں دادا جان نے ہمیں اپنی کفالت میں لے لیا اور وہ اپنے تمام بچّوں سے بڑھ کر ہمیں عزیز رکھتے تھے اور جب وہ کھیتی باڑی کے کاموں مثلاً ہل چلانے اور بیج بولنے کے لیے اپنی زمین پر جاتے تو ہمیں وہ (بچہ ہونے کے باعث اور وہ بھی یتیم) گھوڑی پر سوار کرا کر اُس کی لگام اپنے ہاتھوں میں لے کر جاتے۔ وہ اپنے کھیتی باڑی کے کام کو شروع کر دیتے اور ہم وہاں کھیلنا شروع ہو جاتے اور جب ہمارے دادا جان کے اِس دنیائے فانی سے رحلت کرنے کا وقت آن پہنچا تو ہم اُس وقت بھی بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے۔

ہمارے دادا جان نے نزع کے عالم میں لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص میرے احوال میں مزاحم نہ ہو اور ہمیں اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا کہ: "تُو میری زندگی میں ہی دیکھا ہوا بن جا۔" اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ جو شخص بھی میرا چہرہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرے اُسے منع نہ کرو اور اسے میرا چہرہ دیکھنے دو اور اگر کوئی قبر میں اتارتے وقت بھی میرا چہرہ دیکھنے کی خواہش کرے تو اسے بھی چہرہ دیکھنے دو اور اس کی راہ میں مزاحم نہ ہو۔ ہم نے اپنے دادا جان کے وفات پا جانے پر لحد میں اُتارنے کے بعد ان کا چہرہ دیکھا تھا۔ اسی دوران حضرت بزرگ جد بزرگوارؒ (۷) مدینہ منورہ میں رحلت کر گئے اور آنجناب (آدم بنوریؒ) کے اکثر احباب واصحاب ہندوستان اور پنجاب میں آ گئے تھے اور آنجنابؒ کے آمدہ اصحاب واحباب نے آپ کی بعض کرامات اور آپؒ کے کمالات کے بارے میں بیان کیا، جس پر حضرت جدِ بزرگوارؒ (آدم بنوریؒ) کی محبت، اخلاص اور ان کے ذوق وشوق نے ہمارے دل میں اپنی جگہ بنالی اور اسے روز بروز استحکام ملنے لگا اور آنجنابؒ کی صحبت کے نہ پاسکنے پر دل میں ندامت اور پشیمانی ہونے لگی۔ جس کی وجہ سے ہم شہر شہر اور قریہ قریہ گشت کرنے لگے تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے جد بزرگوار جیسا کوئی اور شیخ بھی اس دنیا میں موجود ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے بہت زیادہ جستجو کی

لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود ہم نہ تو کوئی ایسا شخص دیکھ سکے، نہ ہی پا سکے۔ ہم نے سنا کہ سرزمینِ کشمیر میں ایک شیخ اور پیر بزرگوار ہے تو ہم اس کے پاس گئے۔ وہ تمباکو پی رہا تھا۔ اُسے حُقہ پیتے دیکھ کر ہم واپس پلٹ آئے اور اسے سلام تک نہ کیا۔ بعدازآں اپنے دل میں طے کیا اور یہ خواہش ہوئی کہ اگر حضرت جد بزرگوار کے اصحاب میں سے کسی اور صحابی کی خدمت میں رہ کر رُوحانی منازل طے کرنے کا موقع ہاتھ آ جائے تو یہ بھی سعادتِ عظمٰی ہے اور اس سلسلے میں ہم ہر اُس جگہ پہنچے جہاں حضرت جدِ بزرگوار (آدم بنوریؒ) کے اصحاب میں سے کوئی صحابی مقیم تھا، لیکن اس ساری سرگردانی کے باوجود جو چیز ہم نے خود اپنے جدِ بزرگوار میں دیکھی اور ان سے پائی تھی وہ اصحاب میں سے کسی ایک میں بھی دیکھنے میں نہ آئی۔ اسی طرح ہم نے ہر ایک صحابی کے بارے میں حضرت بزرگوار (آدم بنوریؒ) کی روش اختیار کرنے کا نہ سنا تو ہم نے کسی کی بیعت و ارادت نہ کی اور اپنے آپ سے کہا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ہم کسی کی بیعت کریں اور حلقۂ ارادت میں آئیں چنانچہ ہم مناسب وقت کے منتظر رہے۔

ایک ولی شیخ تُلاؒ کی صحبت کے بارے میں:

اب ہم حضرت سرالاعظمؒ (حضرت جی باباؒ) کی ایک ولی شیخ تُلاؒ کے ساتھ صحبت کے بارے میں بیان کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایامِ جوانی میں اولیاء میں سے ایک ولی شیخ تُلاؒ کے ساتھ بہت ملاقات رہتی اور ہمارا شیخ موصوف کے پاس بہت آنا جانا تھا۔ شیخ تُلاؒ نے اپنے ابتدائی احوال کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی جوانی کے آغاز میں گذر رہا تھا۔ اس بنا پر میرا زیادہ وقت ویرانے میں ہی بسر ہوتا۔ اسی دوران میں تمباکو نوشی کی طرف بہت زیادہ رغبت ہوگئی۔ اک دن ویرانے میں دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور انہوں نے مجھے تمباکو نوشی سے منع فرمایا۔ آپ کے اس حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے میں عرض پرداز ہوا کہ تمباکو نوشی مجھے کثرت التفات،

Marfat.com

نفسانی رغبت اور غیر ممکنات امور سے باز رکھے ہوئے ہے۔ میں اس بات کا اُمیدوار ہوں کہ آنجنابؒ اپنے دہنِ مبارک سے ایک قطرۂ آب، جو آبِ چشمہ کوثر و تسنیم کے لیے باعث رشک اور سلسبیل نہر کے پانی کے لیے غیرت کا موجب ہے، اس حقیر پُر تقصیر کے حلق میں ٹپکا دیں تاکہ میں گمراہی و ضلالت کی وادی سے نکل کر رُشد و ہدایت کی ولایت کی سرحد تک پہنچ جاؤں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے میری اس درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے میری روح کی کھیتی کو جو بارانِ ہدایت نہ ہونے کے سبب قحط کی وجہ سے خشک لب ہو چکی تھی، اپنے فیض و کرم کی بارش سے سرسبز و شاداب کر دیا۔ آپؒ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں حضرت ممدوح کے فیضان کی برکت سے شیخ تُلاؒ صاحب لفظ بن گیا اور جو کچھ بھی شیخ موصوف (شیخ تُلاؒ) اپنی زبان سے جاری فرماتے وہ خاص و عام میں مقبول ہو جاتا۔ حضرت شیخ موصوف نے سورہ یوسفؑ کا پنجابی زبان میں فصیح تر انداز میں منظوم ترجمہ کیا اور سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ ہو گئے۔ بعدازآں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی علیہ رحمۃ کے فرزندِ ارجمند عروۃ الوثقیٰ مولانا محمد معصوم قدس اللہ سرہ کی خدمت میں رہتے ہوئے سلوک کی منازل طے کر کے درجۂ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ حضرت سرالاعظم (حضرتِ جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ شیخ تُلاؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد ایک مدت تک اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم و فضل کی بدولت مجھے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت و رہنمائی بخشی۔ آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ شیخ موصوف نے سرِ راہ ایک کنواں بنوا رکھا تھا تاکہ وہاں سے آمد و رفت کرنے والے جملہ مسافر حسبِ ضرورت پانی پی کر اپنی پیاس بجھا سکیں۔ ایک دن صبح سویرے ایک شخص وہاں کنویں پر پہنچا اور کنویں سے پانی پی کر اپنی تشنگی دور کرنے کے بعد وہاں سے چل دیا اور جاتے وقت وہاں اپنی رکھی ہوئی ہمیان (نقدی کی تھیلی) کو ساتھ لے جانا بھول گیا۔ بعدازآں حضرت شیخ موصوف جب کنویں کی مُنڈیر پر پہنچے تو آپ نے وہاں رکھی ہوئی ایک ہمیان کو دیکھا اور اُسے وہاں سے اُٹھا کر کسی جگہ رکھ دیا اور پھر اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ کوئی شخص ظاہر ہو

Marfat.com

اور جب وہ صاحبِ ہمیان کچھ فاصلہ طے کر چکا اور اپنی گمشدہ ہمیان کے بارے میں آگاہ ہوا کہ وہ اُسے اس کنویں پر پانی پینے کے دوران رکھ کر اپنے ساتھ لے جانا بھول گیا ہے تو وہ اسی کنویں پر واپس آیا اور اس نے اپنی ہمیان کو وہاں بہت تلاش کیا لیکن اس قدر تفحص و تجسس کے باوجود جب اسے وہاں اپنی ہمیان کے کوئی آثار دکھائی نہ دیئے تو وہ پریشانی کے عالم میں اپنی ہمیان کی تلاش و جستجو میں ہر طرف پھرنے لگا۔ اس شخص کی یہ کیفیت و حالت دیکھ کر حضرت شیخ موصوف نے یہ سمجھ لیا کہ گمشدہ ہمیان اسی شخص کی ہے، جس کی وجہ سے یہ شخص اس قدر بے چین و بے قرار ہے۔ آنجناب نے اُس شخص سے فرمایا کہ اے عزیز اِس کنویں کا پانی ٹھنڈا ہے، تھوڑا سا پی لو تا کہ تمہاری تشنگی کو تسکین ملے، جس پر اُس شخص نے کہا کہ میں پانی نہیں پیوں گا۔ حضرت شیخ موصوف نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ تیری پریشانی و اضطراب کا سبب کیا ہے؟ لیکن وہ شخص اپنی پریشانی کا اصل سبب ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ جب حضرت شیخ موصوف (تلاؒ) نے اُس شخص سے پریشانی و بے چینی کا سبب بتانے کے لیے بہت زیادہ اصرار کیا تو اُس شخص نے اپنی گم ہونے والے ہمیان کے بارے میں بتایا کہ میری پریشانی و بے چینی کا سبب میری ہمیان کا گُم ہو جانا ہے، جسے میں یہاں رکھ کر جاتے وقت ساتھ لے جانا بھول گیا تھا۔ جب حضرت شیخ موصوف نے اُس شخص کی بات تفصیل سے سن لی تو آپ نے اشارہ کیا کہ اُس جگہ تو نے اپنی ہمیان رکھی تھی اور اِس وقت تیری گم شدہ ہمیان فلاں جگہ پر ہے، وہاں جا کر اُس کو حاصل کر لے۔ چنانچہ وہ شخص وہاں پہنچا اور اُس نے اپنی ہمیان کو وہاں پا لیا جہاں شیخ موصوف نے بتایا تھا تو اُس نے ہمیان کو بغل میں دبا لیا۔ جب وہ شخص اپنی ہمیان پانے کے بعد شیخ موصوف کے پاس پہنچا تو آنجناب نے اُس شخص سے فرمایا کہ اپنی بازیافتہ تھیلی میں موجود مال کا اچھی طرح حساب کر لے کہ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ کہیں تمہارے مال میں کسی نے خیانت تو نہیں کی؟ جب اس شخص نے اپنے دستیاب مال کا حساب کتاب کیا اور اپنے مال و متاع کو بغیر کسی قسم کے نقصان کے بالکل اتنی تعداد میں

Marfat.com

جتنی تعداد میں اس نے رکھا تھا، محفوظ پایا تو اُس نے دس روپے اپنی تھیلی سے نکال کر شیخ موصوف کی خدمت میں پیش کیے۔ شیخ موصوف نے وہ رقم قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے خدا کے لیے یہ کنواں کھودا تھا تاکہ مسافر یہاں سے پانی پئیں اور ہمیں اس کا اجر ملے۔ اب جب سے ہم نے یہ کنواں بنوایا ہے اُس وقت سے خود کو اس میں سرنگوں دیکھ رہے ہیں اور اِس کنویں کو (دریائے) سندھ نے خراب کیا ہے۔

آپ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ شیخ موصوف ہم پر نہایت مہربان تھے۔ ایک رات اٹک شہر میں ہم شیخ موصوف کی خدمت میں تھے کہ جناب شیخ نے ہم سے فرمایا کہ اے فلاں، میں نے پورے میلانِ قلب سے تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ کمالات میں سے جو کچھ مجھے میسر ہے، وہ سب تمہیں عطا کر دوں، لیکن اس قسم کی نعمتِ عظمیٰ بغیر محنت و مشقت کے تیرے ہاتھ آ گئی تو یہ بے قدر ہو جائے گی اور تُو جانتا ہے کہ اگر کسی عورت کو سرِ راہ پالیں اور پھر اسے اپنے حبالۂ عقد میں لے آئیں تو اُس عورت کے چنداں عزت و حرمت نہیں ہوتی۔ تجھے چاہیے کہ ایک ہفتہ میرے ساتھ مقیم رہے اور نعمت و دولت سے جو کچھ بھی مجھے میسر ہے، اُس کا نصف تجھے دینے سے دریغ نہیں کروں گا۔ میں (جی باباؒ) نے کہا: ''ہاں میرے دل میں بھی یہی تمنا ہے لیکن (میری مجبوری ہے) کہ میری ایک بھینس ہے اور وہ جب تک میں نہ ہوں دودھ نہیں دیتی اور مجھ سے وہ اس کمال درجے کی اُلفت و محبت رکھتی ہے کہ وہ میری عدم موجودگی میں کسی اور کو دودھ دوہنے نہیں دیتی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر میں ایک ہفتہ آنجنابؒ کی خدمت میں رہا تو میری عدم موجودگی کے باعث وہ بھینس مر جائے گی اور اس طرح میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق کے نفس کو قتل کرنے میں سعی کرنے والا ثابت ہوں گا۔ بس مجھے اس قدر فرصت مطلوب ہے کہ میں اپنے گھر جاؤں اور جس طریقے سے بھی بن پڑے اُس بھینس کو اپنے سے جدا کر دوں اور اگر اُسے جدا نہ کر سکوں تو پھر اپنے ہمراہ لے آؤں اور آپ کے پاس حاضرِ خدمت رہوں۔'' حضرت شیخ موصوف نے میری اس

Marfat.com

درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور اجازت مل گئی۔ بعدازآں میں صبح سویرے منہ اندھیرے شہر سے نکل پڑا تاکہ (موضع) حاجی شاہ جاؤں اور وہاں سے حضرت شیخ (شیخ ٹلا) سے الوداع ہو کر گھر کی راہ لی جائے۔ پھر میں ایک ویرانے میں پہنچا، جہاں بہت سی بھینسیں چر رہی تھیں۔ ابھی ہم بھینسوں سے پانچ چھ یا دس زوردار تیر پھینکنے کے فاصلے پر ہی پہنچے تھے کہ ہم نے ان بھینسوں کو پکارا جس پر اس بھینس نے ہماری آواز کو پہچان لیا اور دوڑتی ہوئی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ بعدازاں یہ بات ہم نے اپنے بھائیوں کو بتائی اور ان سے رخصت طلب ہوئے اس پر بھائیوں نے کہا کہ ہمیں زمینوں، بوئے ہوئے کھیتوں اور فصلوں کو تقسیم کر لینا چاہیے چونکہ آپؒ کے بغیر تقسیم کرنا محال ہے، اس لیے آپ کو چند دن کے لیے یہاں ٹھہرنا چاہیے تاکہ ہم خانگی تقسیم کے کام سے فارغ ہو جائیں، اُس کے بعد آپ چلے جائیں۔ سات دن تک زمین کی تقسیم کے کام میں تذبذب کا شکار رہے۔
جب اُس کام سے فارغ ہوئے تو ہم نے اپنی بھینس کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے چل پڑے۔ جب ہم اس گاؤں (حاجی شاہ) پہنچے جہاں حضرت شیخ موصوف مقیم تھے تو معلوم ہوا کہ ہمارے شیخ اُس وقت تک اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اور یوں ہم اپنے گھریلو مسائل سے فراغت پا کر اپنے شیخ کی خدمت میں کیا پہنچے کہ اتنے میں ہمارے شیخ (ٹلاؒ) امورِ دنیا سے فراغت پا کر اللہ میاں کے پاس پہنچ گئے اور ہم اپنے شیخ کے سایۂ عاطفت اور رہبری سے محروم رہ گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

حضرت سرالاعظمؒ کا حضرت ایشاںؒ کی خدمت میں حاضر ہونا:

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں جب ہم نے پیرِ طریقت کی جستجو و تلاش میں بہت کوشش و کاوش سے کام لیا اور اس طریقت کے راستے کی طلب میں بہت تگ و دو کی تو خداوند بزرگ و برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی خدمت میں پہنچا دیا اور ہم حضرت موصوف کی خدمت میں رہنے لگے۔ انہوں نے پہلی صحبت میں قلب سے آگاہی کے ذکر (وقوفِ قلبی کے ذکر) کی تعلیم دی اور اسی صحبت میں طالبوں کو ارشاد کرنے کا مجاز بناتے ہوئے ہمیں اجازت دے کر رخصت کر دیا اور فرمایا کہ خلقِ خدا کی راہنمائی کریں۔ اِس صورتحال سے مجھے تعجب ہوا۔ اتفاق سے ...... (۸) حضرت (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے ہم سے فرمایا کہ رات کو خلوت میں جاؤ اور طالبانِ طریقت کو ہم سے حاصل کردہ علم کے مطابق تلقین و ارشاد کرو۔ ہم نے اس سے اِبا کیا، معذرت خواہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ابھی کچھ دیر قبل تو یہ سب کچھ ہم نے آپؒ کی صحبت سے پایا ہے اور آنجنابؒ سے طریقہ اخذ کیا ہے اور اس قدر عجلت میں کہ ہمیں خود سیکھے ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں ہُوا، دوسروں کو ارشاد و تلقین کیسے کریں اور اس سلسلے میں بہت زیادہ مبالغے سے کام لیا۔ یہ سن کر حضرت موصوفؒ نے

فرمایا کہ بادشاہ کا حکم ہے یا حکمِ رسول ہے؟ (۹) میں نے کہا بادشاہ کا حکم ہے۔ جس پر آپؒ نے فرمایا پس آپ لوگوں کو چلے جانا چاہیے اور جو کچھ ان ساعتوں میں آپ کو ہم سے ملا ہے اُسے طالبوں کو تلقین وارشاد کرنا چاہیے۔ پس ہم چلے گئے اور طالبوں کو طریقہ بتایا اور اِس دوران میں ایک عظیم روحانی کیفیت رونما ہوئی۔ بعدازآں میں نے نہایت مسرت کے عالم میں حضرت ایشاںؒ سے کہا کہ آپ جنابؒ تو ہمارے نزدیک تھے جب کہ آپ نے اپنی تلاش میں ہمیں ایک عمر تک دنیا جہاں کے چکر لگوادیئے ہیں اور ہم ہر طرف تلاش و جستجو میں دوڑتے پھرے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) نے فرمایا: ''بے شک آپ نے اس سلسلے (یعنی تلاش مرشد میں) بہت دوڑ دھوپ کی ہے اور بہت پھرے ہیں، تبھی تو یہ سب فوائد بھی آپ نے حاصل کیے۔ پس حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) نے حضرت ایشاں علیہ رحمتہ (سعدی بلخاریؒ) کے حضور آمدورفت شروع کردی۔ آپ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ اٹک سے لاہور جایا کریں گے اور یوں دورانِ سفر آپ نے بڑی تکالیف اٹھائیں۔ آپ نے بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔

شیخ فتح محمد شمس آبادی کے بیٹے محمد یوسف کا کہنا ہے کہ جب حضرت ایشاں علیہ رحمتہ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) دوسری مرتبہ پشاور آئے اور دریائے اٹک کے گھاٹ سے دریا پار کررہے تھے، اسی دوران آنحضرت (جی باباؒ) دریا عبور کرنے کے عزم و ارادے سے کشتی میں کھڑے تھے اور میں (یعنی میاں محمد عمر چمکنیؒ) اس وقت حضرت ایشاںؒ کے سامنے کھڑا تھا کہ اچانک دور سے حضرت مولانا سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) ظہور پذیر ہوئے جو آنحضرتؒ کی ملازمت کے شرف کی خاطر آرہے تھے۔ جب آنحضرت (سعدی لاہوریؒ) نے کافی فاصلے پر اُنہیں دور سے آتے دیکھا تو فرمایا: ''سبحان اللہ، اس عزیز نے کس گھاٹ سے دریا عبور کیا ہے؟'' آنحضرت کا یہ اشارہ حضرت مولانا سرالاعظم کی ریاضتوں اور مجاہدوں میں تکالیف اٹھا کر کمال حاصل کرنے

Marfat.com

کی طرف تھا اور حضرت ایشانؒ اکثر مخلص مُحبّان کو حضرت مولانا سرالاعظم کے شرفِ ملازمت کے حصول کی ترغیب دیتے تھے مثلاً مولانا سید محمد قطب قدس سرہ اور دوسرے عزیزوں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتے رہے۔ جب دوسری مرتبہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) پشاور سے لاہور جا رہے تھے تو صحرا میں ایک فقیر نظر آیا۔ راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) بھی آنحضرتؒ کے ہمرکاب جا رہا تھا اور اِس دوران ایک بہت بڑا مجمع آپ کے پاس جمع تھا کہ اچانک آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کی نظرِ مبارک حضرت مولانا سرالاعظمؒ (جی باباؒ) پر پڑی۔ اس پر آپ نے اپنے مُخلصوں میں سے ایک سے فرمایا کہ تم مولانا محمد یحییٰؒ کو پہچانتے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ میں تو انہیں نہیں پہچانتا۔ یہ جواب سن کر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ یہ ہیں، اِن کو دیکھ لو اور ان سے شرفِ ملازمت حاصل کرو کیونکہ ہمیں یہ بہت عزیز ہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ، کے مقبول بندوں میں سے ہیں۔

حضرت مولانا سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ شروع حال وجذبہ میں میرے پاس پانچ صد روپے نقد اور غلہ واجناس بے شمار گھر میں موجود تھیں اور میں نئے راستے پر چلنے کی طلب وخواہش کر رہا تھا۔ ایک رات ایک عزیز میرے خواب میں آئے اور کہا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے تم اُس کے خلاف خواہش کر رہے ہو۔ اِس لیے ایسا نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ درحقیقت دو اضداد ہیں جو باہم جمع نہیں ہوتے اور اس خواب میں اس طرح ملاحظہ کیا کہ ایک بہت بڑا دریا ہے اور اُس دریا کے کنارے بہت زیادہ نجاست وگندگی پڑی ہے اور نجاست کے اُس طرف کا علاقہ نہایت خوشنما تھا اور اسے بڑی خوبی کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا اور اسے سنجاب کے بالوں سے سجایا گیا تھا۔ اس عزیز نے کہا کہ یہ دریائے تجرید (قطع وعلایق، تنہائی کا دریا) ہے اور وہ نجاست جو تمہیں نظر آرہی ہے، وہ دنیا ہے اور جب تک کوئی شخص دریائے تجرید میں نہا دھو نہ لے اسے یہ راستہ (درویشی کا راستہ) اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اور خس وخاشاک یعنی نجاستِ دنیا کو اِس راستے سے دریا

کے سیلاب کی نذر کر دینا چاہیے اور اُس کا آس پاس جو عمدہ نظر آ رہا ہے وہ آنحضرت پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت ہے۔ اور کوئی شخص اُس وقت تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مقدس و مبارک صُحبت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ علایقِ دنیا کو چھوڑ کر تجرید اختیار نہیں کر لیتا۔ میں اِس واقعہ سے بڑا مُتنبہ ہوا اور مجھے افاقہ مل گیا اور اپنے آپ سے کہا کہ یہ کیسا واقعہ تھا۔ تب دوسری رات کو جسے پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ عزیز حاضر ہوا اور کہا کہ ابھی تک تم نے تر کِ دنیا نہیں کیا؟ میں نے اُس عزیز سے کہا کہ متقدمین و مُتاخرین میں مشائخِ کبار کی ایک بڑی تعداد ایسی ہو گزری ہے جن کے پاس دنیاوی مال و متاع بہت زیادہ رہا ہے اور اس سبب سے نہ تو ان کے مراتب میں کمی واقع ہوئی ہے اور نہ ہی اُن کے کمالاتِ روحانی کو اس سے کوئی نقصان پہنچا ہے۔ یہ سن کر اُس عزیز نے جواب دیا کہ مشائخ میں سے جو کوئی دنیا کی طرف متوجہ ہُوا اگرچہ اس میں اس کی دلی رغبت و خواہش نہیں تھی، وہ حضرت پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دائمی صحبت سے محروم اور دُور رہا اور جو جس قدر دنیا کے امور میں مبتلا ہوا، اُس کے لیے صحبت میں جانے میں ورع و پرہیز گاری کا حجاب حائل ہُوا۔ ورع و پرہیز گاری حجاب کرتی ہے اور اگر کوئی اِس بات کا خواہاں ہے کہ وہ دائمی طور پر حضرت پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مقدس و بابرکت صحبت میں شریک ہوتا رہے اور اُس پر اس مقدس مطہر صحبت کے بصر اور بصیرت کے تمام حجابات اُٹھ جائیں، وہ درحقیقت نہ تھوڑا نہ بہت، دنیا کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔ تُو خدا کا بھی طلب گار ہے اور دنیائے دوں بھی چاہتا ہے ع

این محال است و جنون است و جنون

(ترجمہ: یہ محال ہے اور جنون ہے اور جنون کے سوا کچھ نہیں۔)

اور یہ آفت، دنیا سے ہے جیسا کہ بعض مشائخ طریقت نے کہا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''رَبِّ اغفِرلی وھَب لِی مُلکا'' کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکِ عظیم عطا کیا اور جب پیغمبر علیہ السلام نے ملک کی آفت دیکھی تو پکار اُٹھے لَا ینبغِی لِاحَدٍ مِّنْ بعدِی

بعد ازاں جب میں خواب سے بیدار ہو گیا تو مجھے افاقہ ہو گیا اور میری ملکیت میں جو کچھ بھی تھا وہ میں نے اپنی والدہ، اپنے بھائی اور بیٹوں کو بخش دیا اور جو کوئی بھی مجھ سے کوئی چیز مانگتا، میں کہہ دیتا کہ میرے پاس نہیں ہے۔ والدہ محترمہ اور بیٹوں نے اس نقد و جنس کا اسراف شروع کر دیا اور وہ جس کسی کو بھی جو دیتے، میں اُنہیں روک ٹوک نہ کرتا اور نہ ہی دل میں بُرا کہتا۔ چند دنوں کے بعد میں نے درویشی کی طلب میں سفر شروع کیا اور اس کے لیے قریہ قریہ گھومتا رہا اور پھر اپنے وطن کو واپس لوٹا کہ اچانک ایک وبائے عظیم ظہور پذیر ہوئی اور اُس عظیم وبا کے ظہور میں سوائے میرے بیٹے محمد اسماعیل اور دو بیٹیوں کے اور کوئی باقی نہ رہا، تمام اہلِ قبیلہ وبا کی نذر ہو گئے اور عیش و عشرت کے اسباب جاتے رہے۔ اہل خاندان اور مال و دولت کے وبا کی نذر ہو جانے کے باعث مجھے بہت زیادہ پریشانی اور ناتوانی کا سامنا کرنا پڑا۔ تب یہ بچے بھی چھوٹے اور بیمار تھے میں خود محنت و تکلیف سے کام کرتا اور میری اُس محنت کا حاصل ایک یا دو تنگہ ہوتا اور میں اس محنت کے عوضانہ سے گندم خریدتا۔ خود اس گندم کا آٹا پیستا، اپنے بچوں کو کھلاتا پلاتا اور اُن کی خدمت کے لیے اقدام کرتا۔ اُن ایام میں اگر میں لاہور چلا جاتا تو وہاں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) بھی بچوں کی خدمت و پرورش کی ترغیب دلاتے اور جلد وطن واپسی کے لیے رخصت کر دیتے۔ پس جو کچھ میں نے پایا وہ محض اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مہربانی اور فضل و کرم سے تھا۔ میں اُس پردیس کے عالم میں نامرادی کی حالت میں تھا۔

الحمد لله رب العالمين على ذلك (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اس حال پر)

آپ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ انہی ایام میں مَیں ایک دن ویرانے میں موجود ایک مسجد میں تنہا بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ مجھ سے پوچھا کہ تمہاری

Marfat.com

معاش (روٹی روزی) کا سبب و ذریعہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ تنگہ دوتنگہ (اس دور کا ایک سکّہ) جو مزدوری ملتی ہے میں اُسے بچوں کی حاجت وضرورت پر صرف کر لیتا ہوں۔ اُس نے فوری طور پر چقماق کے ذریعے آگ نکالی اور اس آگ کو صحرا سے حاصل کردہ سرگین کے دوٹکڑوں میں رکھ دیا، یہاں تک کہ آگ بھڑک اُٹھی۔ بعدازآں اُس نے اپنی جیب سے ایک بانسری نکالی اور اُس چھوٹی سی بانسری سے دوا نکال کر اُسے آگ پر رکھ دیا اور اس دوا میں تھوڑا سا تانبا رکھ دیا۔ اُسی وقت وہ تانبا پگھل گیا اور سفید رنگ کی چاندی کی ڈلی بن گئی۔ تب اس نے مجھ سے کہا کہ اس ہنر کو مجھ سے سیکھ لے تاکہ بغیر محنت ومشقت کے تیری معاش خود بخود چلتی رہے۔ اُس کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ ہم نے تو اس بات کو بڑے حیلے بہانوں سے اپنے سے دُور کیا ہے، اب تُو آ کر ہمیں اِس عظیم مصیبت میں پھنسا کر عذاب دینا چاہتا ہے۔ اس طرح اس شخص کو ڈانٹ ڈپٹ کر دھتکار دیا اور ہم دریاضت وعبادت میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے فرمایا کہ ابھی ''حال'' کا آغاز تھا جب میں لاہور سے اٹک واپس آیا۔ دورانِ سفر راستے میں، میں نے بہت سے لوگوں کو کھڑے دیکھا، جن کے ساتھ قوال بھی تھے اور محفل سماع میں غزلیں پڑھ رہے تھے کہ اتفاقاً ایک قوال کے منہ سے لفظ ''لاہور'' نکلا۔ اس کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ ''لاہور'' کو سنتے ہی میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس پر سارے مجمع کو بڑا تعجب ہوا کہ اس جوان کو کیا صورتحال پیش آئی جو یہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ کیا کہیں اس جوان پر کوئی آسیب تو نہیں ہوا اور اس سے اسے کوئی گزند تو نہیں پہنچی۔ بیہوش دیکھ کر سارا مجمع ہمارے سرہانے اکٹھا ہو گیا اور ہمارے احوال کے بارے پوچھ تاچھ کرنے لگا لیکن اُن لوگوں کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ کیا ہوا تھا۔ کچھ وقت گزرنے پر ہمیں ہوش آ گیا تو ہم نے اُس مجمع سے کہا کہ تم تھوڑا توقف کرو اور سماع نہ کرو اور نہ ہی غزل پڑھو، جب تک ہم آپ لوگوں سے دور نہ چلے جائیں۔ اُن لوگوں نے اُس کے مطابق ہی کیا اور ہم وہاں سے جلد چلے گئے۔

Marfat.com

آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم ''حال'' کے آغاز میں ہی تھے تو ہم نے حال اور غلبے کے شوق کے زیر اثر ہر طرف گشت کیا۔ ایک رات ہم ایک شہر میں پہنچے تو اُن دنوں سردی کا موسم تھا۔ بارش ہو رہی تھی اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں رات کو قیام کر سکیں۔ تب اتفاقاً چند لوگ میرے پاس آئے اور مجھے قیام کے لیے اپنی سرائے میں لے گئے۔ جب میں وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ وہ عیسائیوں کی مہمان سرائے تھی اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد وہاں مقیم تھی۔ جبکہ ایک راہب اُس مہمان سرائے میں بلند جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو طعام لایا گیا۔ اور ہر ایک کے سامنے کھانا رکھا گیا انہوں نے میرے سامنے بھی تھوڑی سی کھیر اور چار روٹیاں رکھ دیں۔ میں نے وہ روٹیاں لے لیں اور انہیں لپیٹ کر رکھ لیا اور کھیر کے ساتھ کھایا۔ بعدازاں اُس راہب نے ایک پرانا قصہ سنانا شروع کیا اور وہ سارا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ جب قصہ سناتے ہوئے راہب، سامری اور اُس کے بچھڑے کے بارے میں بیان کرنے لگا تو وہاں موجود جملہ عیسائی، راہب کے حضور سربسجود ہو گئے اور میں حسب سابق بیٹھا رہا۔ جب راہب نے دیکھا کہ میں نے اسے سجدہ نہیں کیا تو وہ چلّا اُٹھا اور کہا کہ آگاہ رہو کہ یہ شخص کون ہے جس نے سجدہ نہیں کیا۔ جب کہ اُس قوم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ میں مسلمان ہوں میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اور یہ قصہ جو تم نے بیان کیا ہے یہ ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قصہ ہے اور یہ جو تم گائے کا گوشت نہیں کھاتے، اِس کا سبب یہ ہے ماضی میں آپ کے بزرگوں نے مسلمانوں کی گائے کو چوری سے مار ڈالا اور کھا لیے گئے۔ مسلمانوں کو صورتحال سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے اُس کی انتڑیوں کو آپ کے بزرگوں کے گلے میں ڈال دیا جس کے سبب اُس وقت سے آپ لوگوں کو گلے میں زُنار ڈالنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ میری یہ بات وہاں موجود عیسائیوں کو نہایت بُری لگی لیکن وہ راہب خُدا رسیدہ تھا اور سب سے بلند مقام پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا: ''اے میری قوم کے لوگو، یہ شخص مقبولِ خدا ہے۔ اِس کی خدمت کرو۔'' پس اپنے راہب

Marfat.com

کا فرمان سن کر وہ میرے لیے گرم پانی لے آئے، جس سے میں نے طہارت کی اور وہیں نماز تہجد ادا کی۔ جب صبح ہوئی تو راہب کچھ مٹھائی اپنی جھولی میں ڈالے ہوئے میرے پاس آیا۔ میں نے اُس سے مٹھائی لے لی اور اپنی خواب گاہ سے مسجد میں پہنچ کر نماز با جماعت ادا کی۔

آپ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں موسم سرما کی ایک رات میرا قیام ایک مُطرب کے ہاں ہوا۔ میں اُس کے ہاں آتش دان کے پاس ہی سو گیا۔ اُس مُطرب نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ مجھے کہیں سردی نہ لگ جائے اپنے گدھے کا جُل مجھ پر ڈال دیا۔ اگرچہ مجھے سردی نہیں لگ رہی تھی اور نہ ہی مجھے اس جُل کو اپنے اوپر اوڑھنے کی ضرورت تھی لیکن میزبان کی محبت و شفقت اور مجھے سردی سے بچانے کے لیے ایسا کرنے کا احساس کرتے ہوئے میں نے اُس جُل کو اوڑھے رکھا اور اُسے اپنے آپ سے جدا نہ کیا اور دل ہی دل میں کہا کہ اُس نے یہ عمل خیر کیا ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ اُس کے اِس حسن عمل کو قبول کیا جائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں سیر و سیاحت کرتا ہوا ایک مقام پر پہنچا۔ رات کو گوشۂ تنہائی میں بیٹھا تھا کہ وہاں ایک مرد اور عورت آئے اور انہوں نے میرے سامنے مُباشرت کی۔ اِس صورت حال کا مشاہدہ کر کے مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میری طبیعت مکدر ہو گئی اور اُن کے اِس مذموم فعل کے سبب میں نے دل گرفتہ ہُوا اور اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ میں اس جگہ پر مقیم ہی کیوں ہُوا کہ میں نے اس فعلِ شنیع کو دیکھا۔ یہ خیال کرتے ہوئے میں اچانک مراقبے میں چلا گیا۔ مراقبے میں ایک ایسے مکان میں پہنچا جو اپنی مثال آپ تھا اور مرد و زن وہاں اکٹھے تھے۔ اُس مکان میں جب میں نے اُن دونوں کو خود سے بلند تر مقام پر فائز دیکھا تو میں نے کہا سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بُرے لوگوں پر اچھے لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ اِس صورت حال کا مشاہدہ کرنے پر میں نے توبہ استغفار کیا۔

Marfat.com

آپؒ فرماتے ہیں: جب میں حضرت ایشاں (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی خدمت میں لاہور گیا تو میں نے سوائے آنجنابؒ کی خدمت میں حاضری دینے کے اور کسی کام سے کوئی سروکار نہ رکھا، نہ ہی کوئی چیز خریدی جیسا کہ دوسرے لوگوں نے کیا۔ لوگ پشاور اور اٹک سے حضرتؒ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے لاہور پہنچتے اور یہاں حاضری دینے کے ساتھ ساتھ بہت سی چیزیں تجارت کی غرض سے خرید لیتے کہ انہیں اپنے اپنے علاقے میں پہنچ کر فروخت کردیں گے۔ جب کہ قوتِ خرید ہونے کے باوجود میں نے کچھ نہ خریدا اور حضرتؒ کی زیارت کی غرض سے آنے کو تجارت کی غرض نہ بنایا۔ ہاں ایسا اتفاق ضرور ہوا کہ میں نے سوئی خرید لی تاکہ ضرورت پڑنے پر اپنے کپڑے سی سکوں۔ ایک بار ناتواں قسم کے لوگ وہاں سے گزر رہے تھے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو پوچھنے لگے کہ تُو لاہور سے آرہا ہے اس لیے تمہارے پاس سوئی ہوگی۔ اُن کی یہ بات سن کر میں نے سُوئی ان لوگوں کو دے دی اور یہ بات شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری قدس سرہ العزیز کے اِس فرمان جیسی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جو حضرت ابوالحسین الجہضم الہمدانی کی زیارت کی خاطر مکّہ شریف گیا لیکن مکّہ شریف میں ہونے کے باوجود اُس نے حج نہ کیا تو میں نے اس شخص سے ایسا کرنے کا سبب پُوچھا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ: ''میں مکّہ شریف میں ابوالحسین قدس سرہ العزیز کی زیارت کی نیت سے آیا ہوں اور میں نے آنجناب کی بزرگی واحترام کے ساتھ حج کی آمیزش نہ کر کے نیت کو درست رکھا ہے اور جو نیت کر کے چلا تھا اُسی پر عمل پیرا رہ کر اپنی نیت کو فاسد نہ ہونے دیا اور رہی بات حج کی تو یہ حج، حجِ اسلام نہ تھا یعنی فرض حج نہیں تھا۔'' (۱۱)

آپ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ لاہور کے گرد و نواح میں ایک فقیر تھا اور وہ راتوں کو لوگوں میں بیٹھا کرتا تھا کہ اچانک غائب و ناپدید ہوگیا۔ جب کہ صبح ہونے پر لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تو ان کے درمیان اپنی جگہ پر ہی بیٹھا ہوا ہے اور بہت سے لوگ

Marfat.com

وہاں موجود ہیں اور یہ بات اس فقیر کی شہرت کا باعث بن گئی۔ اور حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے اصحاب نے اُس فقیر کی اِس روش کو نہایت نیک خیال کیا اور اُس کے ایسا کرنے کو بھی اس کے جُملہ خوارق میں شمار کیا۔ اور اکثر اوقات اُس پر فریفتہ اور اُس کے شیفتہ ہو جاتے تھے اور باہم ایک دوسرے سے کہتے کہ وہ فقیر اپنے وقت کا قطب اور غوث ہے۔ اُس فقیر کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے سے اُن اصحاب کی حضرت سے نسبت بہت دور جا پڑی تھی۔ ہم گئے اور اصحاب کی اُس دور افتادگی اور مہجوری کو معلوم کیا اور حضرت کی ملازمت کے حصول کے بعد حضرت کی خدمت میں عرض پرداز ہوئے کہ کیا سبب ہُوا کہ آنجناب بیٹھے رہ گئے اور آپ کے تمام اصحاب (۱۲) سیلابِ دوری اور صاعقہ مہجوری کے باعث غرق و ناپدید ہو گئے؟ جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ کتنا اچھا ہوا کہ تم نے اس حقیقت کو جان لیا، جب کہ ہمارے اصحاب تو اُس فقیر کو ''قطب'' اور ''غوث'' کہتے ہیں۔ تُم فلاں حجرہ میں جاؤ، وہاں ہمارا خرقہ پڑا ہوا ہے، اُس کی طرف توجہ کرو اور معلومات حاصل کرلو کہ وہ فقیر راتوں کو کہاں غائب ہو جاتا ہے اور اُس کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرتؒ کے حضور میں ہوتے ہوئے میری یہ جرأت کہاں کہ میں ایسے امور کے دریافت کرنے میں پہل کروں، اس لیے آپؒ خود ہی دریافت فرمائیں کہ اصل صورتحال کیا ہے۔ میری یہ عرض سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا ہم تمہارے ساتھ ہیں، اس لیے کسی قسم کا ڈر خوف محسوس نہ کرو اور اُس حجرے میں جاؤ۔ اب حضرتؒ کے فرمان کی تعمیل میں ہم اُس بتلائے ہوئے حُجرے میں داخل ہو گئے اور حضرتؒ کے خرقہ مبارک کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ اُس فقیر کو لوگوں کی صحبت سے رات کو نہ نظر آنے والی مخلوق اٹھا کر لے جاتی اور وہی غائب کرتی ہے اور وہی پھر صبح سویرے اسے مجمع میں اس کی جگہ پر پہنچا دیتی ہے، اور جہاں تک ولایت کے کمالات کا تعلق ہے تو اُس کی تو ابھی تک اُسے ہوا بھی نہیں لگی۔ ہم اُس خرقے والے حُجرے سے باہر آ گئے اور حقیقتِ حال حضرتؒ کے سامنے ظاہر کر دی جس پر

Marfat.com

حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے، جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔ یُوں حضرتؒ کے وہ اصحاب جنہوں نے اُس فقیر کے ساتھ اعتقاد وعقیدت کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا تائب ہو گئے اور استغفار کرنے لگے۔

آپ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ حضرت قدس سرہ (حضرت سعدی لاہوریؒ) ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ تم سوئے ہوئے ہو اور فلاں عورت خالصتاً اللہ کے لیے تمہیں یاد کر رہی ہے اور تم اُس کی اس کیفیت وحالت سے غافل سوئے ہوئے ہو۔ اس پر میں فوراً نیند سے بیدار ہو گیا اور اُس عورت کے احوال سے واقف ہوا آپ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت قدس سرہ (حضرت سعدی لاہوریؒ) سے لاہور تا اٹک جانے کے لیے رُخصت ہُوا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم نندن پور کے راستے اٹک جاؤ گے اور نندن پور (نواح خوشاب) سے اٹک جانا شاہراہ سے اٹک جانے کی نسبت زیادہ مسافت کا حامل ہے۔ اگر شاہراہ (شیر شاہ سوری روڈ) سے دس دن میں لاہور سے اٹک تک کی مسافت طے ہوتی ہے تو نندن پور کے راستے یہ مسافت پندرہ سولہ دن میں طے ہوگی اور یہ کہ نندن پُور خوشاب کے نواح میں واقع ہے۔ چنانچہ حضرتؒ کے حکم کی تعمیل میں میں آپؒ سے رخصت ہو کر نندن پور کے لیے چل پڑا۔ جب وہاں پہنچ گیا تو مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ اپنی بھوک مٹانے کے لیے میں نے چاہا کہ آٹا خرید لیتا ہوں اور اس کی روٹی پکا کر کھا لوں گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے میں دکان پر گیا لیکن میرے آٹا طلب کرنے پر دکاندار نے کہا کہ میرے پاس آٹا نہیں ہے۔ یُوں یکے بعد دیگرے میں کئی دکانوں پر گیا لیکن ہر دکاندار نے مجھے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ اُس کے پاس آٹا نہیں ہے اور اس طرح مجھے کہیں سے بھی آٹا نہ مل سکا جب کہ وہاں کے رہنے والے لوگ انہی دکانوں سے آٹے کی خریداری کر رہے تھے اِس کے باوجود کہ میرے پاس جو نقدی تھی وہ خالص تھی لیکن سارے شہر میں گشت کرنے کے باوجود مجھے کہیں سے روٹی پکانے کے لیے آٹا دستیاب نہ ہو سکا۔

Marfat.com

سردیوں کا موسم تھا میں نے اپنے دل سے کہا کہ آٹا ہی دستیاب نہیں ہو رہا کہ میں اس کی روٹی پکا کر کھا لیتا اور اس سے بھوک کو تسکین مل جاتی، اب کسی ایسی جگہ جانا چاہیے جہاں شب بسری ہو سکے اور موسم سرما کی سردی کی شدت سے بچا جا سکے۔ چنانچہ سردی سے بچنے اور شب بسری کے لیے میں نے مسجد کا رخ کیا اور یکے بعد دیگرے شہر کی سب مسجدوں میں گیا کہ کہیں رات بسر کر لینے دی جائے لیکن کسی مسجد میں بھی مجھے رات گزارنے کی اجازت نہیں ملی۔ اس صورتحال سے میں پریشان ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا اگر بھوک کی شدت کے باوجود رات گزارنے کو جگہ مل جاتی تو اس سے میں سردی کی تکلیف سے بچ گیا ہوتا۔ جونہی شہر سے باہر نکلا تو ایک کنویں پر پہنچا، جس سے زراعت کو سیراب کیا جاتا تھا اور ایک طاقتور آدمی بیلوں کی جوڑی سے تمام شب کنویں سے پانی نکالتا اور اس پانی سے اپنی فصلوں کو سیراب کر رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: ''یہ جگہ تمہارے ٹھہرنے کی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم کوئی چور ڈاکو ہو اور موقع مل جانے پر یہاں دستبرد کرو۔ اور اگر تم رات یہاں ٹھہرے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' اس کی یہ بات سن کر میں بڑا متحیر ہوا اور وہاں سے پلٹ کر پھر سُوئے شہر آ گیا اور ٹھہرنے کے لیے جگہ کی جستجو کرنے لگا۔ قلعہ کے نزدیک ایک خندق تھی، میں چپکے سے اس خندق میں اترا اور اس کے ایک گوشے میں چلا گیا اور جب رات کا ایک پہر گزر گیا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر قلعے والے میری یہاں موجودگی سے آگاہ ہو گئے تو وہ مجھے چور خیال کریں گے اور پھر اُن کے ہاتھ سے بچ نکلنا محال ہو گا۔ سب لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میں آہستہ آہستہ قلعہ کی قریبی مسجد کے اندر گیا اور رات وہیں مسجد میں بسر کی۔ صبح کی نماز اسی کنویں پر ادا کی، رات کے وقت فصل کو سیراب کرنے والا شخص وہاں موجود نہیں تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر میں وہاں سے چل دیا اور ایک گاؤں میں پہنچا۔ اب بھوک غالب آ چکی تھی چنانچہ میں نے ایک عورت کو کہا کہ ایک تنکہ کے بدلے آٹا لے کر مجھے روٹی پکا دے۔ اُس عورت نے ایسا ہی کیا۔ جس پر میں نے اس عورت سے روٹی لے لی اور اس

کے کام کی اُجرت ادا کرنے کے بعد اِس ڈر سے کہ کہیں کوئی بزور بازو مجھ سے روٹی چھین نہ لے اُس گاؤں سے چلتا بنااور راستے میں روٹی کو کام میں لاتے ہوئے اُس سے اپنی بھوک مٹائی، پر اُس روٹی کے کھاتے ہی میرا سارا جسم اس طرح سوج گیا کہ میں اپنی پنڈلیاں بھی دراز کرنے سے قاصر ہو گیااور میری آنکھیں اُس سوجن نے اِس طرح چھپا لیں کہ مجھے کچھ دکھائی ہی نہیں دے رہا تھااور میں اندھوں کی طرح راہ چل رہا تھااور وہ راستہ ہی ایسا تھا جہاں کسی کی آمد ورفت بھی نہیں تھی۔ چلتے چلتے میں اچانک بلندی سے نیچے گر پڑااور گرنے سے لگی والی چوٹوں سے بہت تکلیف پہنچی اور اپنی یہ حالت دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ شاید میری موت یہاں لکھی ہوئی تھی جو حضرت نے مجھے یہاں بھیجا تھااور یہ کہ اگر مجھے یہاں موت آ گئی تو میری نماز جنازہ بھی کوئی نہیں پڑھے گا۔ اسی دوران حضرت قدس سرہ العزیز (سعدی بلخاریؒ) ظہور پذیر ہوئے اور انہوں نے اپنا دست مبارک میرے سوجن کے حامل اعضائے جسمانی پر ملا، جس کی برکت کے اثر سے فی الفور وہ تمام سوجن زائل ہو گئی اور اُس کے آثار تک جاتے رہے۔ نندن پور میں مصائب وآلام سے دوچار اور اعضائے جسمانی کی سُوجن کے شکار ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے بہت سے کمالات اور مراتبِ بلند حاصل ہو گئے۔ جب میں اگلی بار لاہور گیا تو حضرت پیر ومرشد نے فرمایا کہ نندن پور اور اس کے راستے کو دیکھا؟ نندن پور تو بہت اچھی جگہ معلوم ہوتی ہے۔ پس حضرتؒ کے یہ فرمانے پر مجھے بھی پتہ چل گیا کہ سرالاعظم حضرت مولانا (جی باباؒ) کو وہاں کے مصائب و مشکلات برداشت کرنے پر بہت سی فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ اہل اللہ کو تھوڑی سی تکلیف اٹھانے اور مشکلات کا سامنا کرنے پر جو بعض کمالات میسر آ جاتے ہیں، اگر وہ ان کمالات کے حصول کے لیے مجاہدات وریاضت اختیار کریں تو ان کی ریاضت وعبادت سے انہیں وہ مقام ومرتبہ نہیں ملتا جو مشکلات کا شکار ہونے اور مصائب سے دوچار ہونے پر ملتا ہے اور اُس مرتبے و مقام کا حصول وہی تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے سے وابستہ ہے۔

Marfat.com

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حال کے آغاز میں مجھ پر ذکر کا اس قدر غلبہ تھا کہ مجھے جو شخص بھی دکھائی دیتا مجھے ذاکر ہی معلوم ہوتا جو ذکر کر رہا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) لیٹے ہوئے تھے اور آپؒ کے بعض اصحاب آپؒ کی خدمت کر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی چاہا کہ حضرت قدس سرہ کی خدمت کروں اور حصول اجازت کی غرض سے اُٹھ کھڑا ہوا، جس پر حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ کیوں اُٹھ کھڑے ہوئے ہو؟ میں نے کہا آنجناب سے توقع رکھتا ہوں کہ آپؒ مجھے بھی کوئی کام کرنے یا خدمت بجالانے کا حکم دیں گے۔ جس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم نے تو روز اوّل سے ہی کام اور خدمت تمہارے سپرد کر رکھی ہے، اس لیے تمہیں اُسی کام اور خدمت پر لگے رہنا چاہیے۔ جس پر میں نے عرض کیا کہ آنجنابؒ کا فرمان بجا لیکن میری خواہش ہے کہ اِس خدمت کی انجام دہی میں بھی اصحاب کے ساتھ داخل ہوں۔ جس پر آپ نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ'' میں بیٹھ گیا۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لو اور میری طرح بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں حضرتؒ کی طرح دو زانو بیٹھ گیا اور حضرتؒ کا دست مبارک اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے زانو پر رکھ لیا۔

ترجمہ فارسی شعر:

''وہ ساعت کتنی اچھی تھی جب ایک پری زاد معشوق نے اپنا ہاتھ اپنے عاشق کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ وقت کتنا اچھا تھا کہ موافقت کرنے والے محبوب نے اپنے عاشق پر مہربان ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ عاشق کے ہاتھوں میں تھما دیا۔''

اُس وقت بہت سی فرصت میسر تھی۔ آنحضرتؒ اٹھے اور اپنا دستِ مبارک میرے ہاتھوں سے جدا کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے ذمے ایک اور خدمت بھی لگائی جا رہی ہے۔ ان تین دنوں میں جو تم یہاں موجود ہو، وہ روٹیاں جو ہماری خاطر پکائی جاتی ہیں تم انہیں نان بائی کی دکان پر لے جاؤ اور پاک پانی سے بھرا ایک لوٹا بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ اور اُس پانی سے اپنے ہاتھ دھو کر صاف کرو۔ پس میں حضرتؒ کے حکم پر عمل پیرا

Marfat.com

ہوا۔ ایک روئی کا آٹا تو حضرت قدس سرہ کے لیے اور حضرتؒ کی روٹی کے آٹے سے کافی تھوڑا آٹا میرے لیے حرم سرا میں موجود ہوتا اور میں روٹی پکا کر آپؒ کی خدمت میں لے آتا، اس روٹی کے خمیر میں تھوڑی سی سونف بھی ملی ہوتی تھی۔ جب تین دن گزر گئے تو حضرت نے مجھے اٹک جانے کی اجازت مرحمت کر دی۔

آپ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جس وقت میں حضرتؒ سے رخصت ہوا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم بھی ہمیں سپردِ خدا کر دو۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ میں یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ ظاہراً یہ الفاظ اپنے منہ سے کہوں، البتہ دل سے آپؒ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ حاجت تو ظاہراً کہنے کی ہے، جیسا کہ تم نے دل سے مجھے خدا کے سپرد کیا ہے، اُسی طرح زبان سے بھی یہ کلمات ادا کرو۔

ایک دن سرالاعظم حضرت مولانا (حضرت جی باباؒ) کی خدمت میں ایک نو وارد شخص روٹی لایا اور روٹی کے ساتھ سبزی کا سالن تھا۔ فقیر (میاں محمد عمر چمکنیؒ) بھی حضرت سرالاعظم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپؒ نے ہاتھ بڑھا کر تھوڑی سی روٹی لی اور اُسے اس سبزی کے ساتھ کھایا۔ آپ نے فرمایا کہ نمک کس قدر زیادہ ڈالا ہوا ہے اور یہ بات آپؒ نے دو تین بار دہرائی، بعد ازاں آپؒ نے فقیر سے فرمایا کہ تو بھی اس روٹی کا کچھ حصہ کھا لے، پس میں نے تعمیلِ حکم میں روٹی کا کچھ حصہ کھا لیا۔ جب نماز تہجد سے فراغت ہوئی تو اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں بعض باتوں کی تعلیم دی۔ درین اثنا آپؒ نے چند بار کلمۂ استغفار پڑھا۔ بعد ازآں آپؒ نے فرمایا: ''آدھی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ سفید لباس زیب تن کیے ہوئے ایک باریش شخص ایک برتن دستر خوان میں لپیٹ کر لایا اور اسے میرے سامنے رکھ دیا، جب میں نے اُس دستر خوان کو کھولا تو اس کے درمیان ایک طبق رکھا ہوا تھا جو طعام سے پُر تھا اور وہ طبق سفید اور درخشاں تھا جس کی روشنی کے باعث تمام مسجد روشن ہو گئی اور یہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ

Marfat.com

یہ برتن چینی کا ہے یا چاندی کا ہے۔ طعام کی کثرت، لطافت اور عمدگی کے باعث یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کونسا طعام ہے۔ چنانچہ میں نے حد درجہ متعجب ہوتے ہوئے کہا سبحان اللہ۔ جو شخص طعام لے کر آیا تھا اُس نے کہا: الحمدللہ جو طعام یہ فقیر آنجناب کی خاطر لایا، اُس کی خوبی و لطافت کے باعث تو آنجناب نے اظہارِ تعجب کرتے ہوئے سبحان اللہ کہا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جب کہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے لیے روٹی اور سبزی بھیجی تھی، اُس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اِس میں نمک بہت ڈالا گیا ہے۔ فقراء کو ایسا نہیں کہنا چاہیے۔'' میں اُس شخص کی یہ باتیں سن کر حیران و پریشان رہ گیا کہ میں نے ایسا کیوں کہا جو اِس وقت میرے لیے حیرانی و پشیمانی کا مُوجب بنا۔ پس آپ نے فرمایا کہ میں اُسی وقت سے توبہ واستغفار کر رہا ہوں۔ اس کے بعد میں نے کبھی ایسی بات اپنی زبان سے نہیں نکالی اور جو طعام بھی میرے سامنے لایا جاتا ہے میں اسے کھا لیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اِس میں کیا حکمت تھی کہ اُس رات میں نے اِس قسم کی بات کی۔

آپ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک بار میں پشاور گیا اور شہر کے نواح میں میرا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ میں ایک گھر میں پہنچا، جس کے صحن میں سایہ تھا اور پانی چل رہا تھا۔ پانی اور سایہ دیکھ کر میں تھوڑی دیر کے لئے وہاں ٹھہر گیا۔ اُس گھر سے ایک عورت باہر آئی جسے میں پہچانتا نہیں تھا اور اس سے پہلے میں نے اسے دیکھا تک نہیں تھا۔ اُس عورت نے اپنا منہ مجھ سے چھپا رکھا تھا۔ اُس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے اُس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اُس عورت نے اپنی بغل سے ایک خشک روٹی نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا کہ ایک مہینہ ہو گیا ہے کہ میں نے یہ روٹی تمہاری خاطر پکا کر رکھی ہوئی ہے۔ میں ہر روز تمہارا انتظار کرتی ہوں، یہاں تک کہ تمہارے آتے آتے ایک ماہ بیت گیا۔ اُس عورت کی یہ بات سن کر میں نے اُس سے روٹی لے لی اور اپنے آپ سے کہا کہ پشاور سے اٹک تک کا فاصلہ دس فرسنگ ہے اور یہ فاصلہ دو دن میں طے کیا جا سکتا ہے۔ کوئی اس قدر غلط اندازہ بھی کر سکتا ہے کہ دو دن کے سفر کو ایک ماہ پر محمول کرے۔ یقیناً یہ عورت

Marfat.com

غلط بیانی کر رہی ہے۔ ایک ایسا شخص جو دو دن میں پہنچ سکتا ہے، اُس کے لیے ایک ماہ پہلے روٹی پکا کر رکھ چھوڑنا کیا معنی۔ پس میں صحرا کی طرف چلا گیا اور پتھر پر مار کر اُس روٹی کو توڑ کر کھایا۔ آپ نے فرمایا کہ خوشحال نامی ایک شخص تھا اور اس کے حالات بڑے حیران کن واقع ہوئے تھے اور روز بروز ان میں ترقی ہو رہی تھی۔ اتفاقاً ایک شخص اس علاقے میں وارد ہوا اور خوش حال اسے دیکھنے کے لیے گیا۔ اس کے بعد خوشحال کو جو اخلاص ہم سے تھا اُس میں کمی واقع ہوگئی۔ اس کے بعد جو واقعات یا معاملات اُسے پیش آتے وہ ہمیں بتانے کی بجائے ہم سے چھپاتا اور ہمارا گمان ہے کہ وہ یہ خیال کرنے لگ گیا تھا کہ ہم اس کو پیش آنے والے واقعات و معاملات سے آگاہ نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ اُس کے گمان کو برقرار رکھنے کے لیے ہم بھی تغافل برت رہے تھے۔ ایک دن حضرت پیر و مُرشد (حضرت سعدی لاہوریؒ) نے (روحانی طور پر) ظہور فرمایا اور حکم دیا کہ خوشحال پر پانی بند کر دو، یوں پانی کی عدم دستیابی کی بنا پر اس کی زرعی فصل خشک ہو جائے گی۔ ہم یہ حقیقتِ حال جان کر نہایت متردد ہوئے، جس پر ہم نے لاہور کا رُخ کیا۔ جب میں حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ اختیار تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے اور میں درمیان میں واسطے سے بڑھ کر نہیں ہوں۔ اگر تمہارا ہر کام اس کی زراعت خشک کرنے کے لیے تھا تو پھر ہم سے کہنے کی کیا ضرورت تھی جو کچھ تمہارے جی میں آتا کرتے جاتے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر ہم ایسا نہ کہتے تو پھر تم ہمارے پاس لاہور نہ آتے۔ اُس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اپنے کسی مخلص اور مُعتقد مرید کے کاموں سے متعلق ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر تمہارے مریدوں میں سے کسی مرید کو کسی دوسرے شخص سے اعتقاد و اخلاص ہو جاتا ہے تو پھر تمہیں (۱۴) اپنے آپ کو ایسے مرید پر ظاہر کر دینا چاہیے اور اسے تنبیہہ کرنے کی غرض سے کہہ دینا چاہیے کہ: ''اے ناہموار و نادرست کم فہم، تمہیں غفلت میں پڑے رہنے کی بجائے ہوش میں آنا چاہیے اور بجائے غفلت و نا فرمانی کے دانائی اور فہم و فراست کو بروئے کار لانا چاہیے نیز اپنی حق شناس آنکھوں کو بند

رکھنے کی بجائے کھول کر دیکھنا چاہیے اور یہ دیکھ کہ کس کے پہلو میں بیٹھا ہے اور تو کس کا بیٹا ہے اور کس کے نرم پستانوں سے تُو نے دودھ پیا ہے اور اس کے بعد راہِ ہدایت کے حصول کے لیے تُو نے ارادت و عقیدت کا ہاتھ کس کے ہاتھ میں دے دیا ہے یعنی کس کے دست حق پرست پر بیعت ہوا ہے؟ یُوں نصیحت آمیز کلمات کہہ کر اپنے ایسے مرید کو اُس ہلاکت کا باعث بنے والی صورت سے بچالینا چاہیے۔'' اِس پر میں نے عرض کیا کہ یہ تصرفات تو آنحضرتؐ کا خاصہ ہیں اور ہمیں تو اس قسم کے تصرفات پر قدرت ہی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر حضرتؒ کے سامنے سے اٹھا اور ایک گوشے میں چلا گیا۔ تب حضرتؒ بھی میرے پاس تشریف لے آئے اور تادیر اپنا دست مبارک میری پیٹھ پر پھیرتے ہوئے کہتے رہے کہ ''ہم سے ناراض نہ ہو، کیونکہ حق تعالیٰ نے تمہیں خلقِ خدا کی خاطر خلق کیا ہے اس لیے تمہیں چاہیے کہ بندگان خدا کو خدا کی طرف بلاؤ اور اُن کے لیے صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرو تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ یہی راستہ صراطِ مستقیم کو جاتا ہے اور اسی راستے پر چلنا چاہیے، جو راستہ صراط مستقیم کی طرف نہیں جاتا اس پر چلنے سے بچنا چاہیے۔ اگر تمہارے مریدوں اور اخلاص مندوں کی طرف سے رُوگردانی کی جائے اور وہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور سے اخلاص رکھنے اور اظہار عقیدت کرنے لگیں اور تم اُنہیں اپنی طرف واپس نہ لا سکو تو ایسے مریدوں اور اخلاص کیشوں کو تو دونوں جہانوں میں خراب ہونا پڑے گا۔ دونوں جہانوں کی ذلت ورسوائی اُن کے حصے میں آئے گی۔''

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک بار میں لاہور گیا۔ اور جب شہر میں داخل ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے دریائے راوی کے کنارے واقع جامع مسجد میں جانا چاہیے۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو میں نے مسجد کے حوض کے چاروں اطراف کو لوگوں سے پُر پایا۔ ہر شخص اپنے نیچے سیاہ مصلےٰ بچھائے بیٹھا تھا۔ جب اُن لوگوں نے مجھے دیکھا تو گویا ہوئے کہ کافی وقت سے ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں، آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ اُن کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ مجھے اس وقت فرصت نہیں ہے کہ یہاں

آپ کی صحبت میں شریک ہوں، کیونکہ میں چاہتا ہوں جتنی جلد ہو سکے اپنے مُرشد (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں حاضر ہوکران کی صحبت سے فیضیاب ہوں۔ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ میں نے بہت حج کیے ہیں اور بڑی خیرات ادا کرتا ہوں، اِس لیے تمہیں میرے ساتھ شریک صُحبت ہونا چاہیے۔ لیکن میرا دل اُس شخص کے ساتھ شریکِ صحبت نہیں ہونا چاہتا تھا۔ جب اُس شخص نے دیکھا کہ میں اُس کے پاس بیٹھ نہیں رہا تو اُس نے کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جاؤ کیونکہ طعام پک کر تیار ہو چکا ہے اوراسے تناول کرلو۔ اُس شخص کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ حضرتؒ نے میرے لیے اپنا طعام رکھا ہوا ہوگا اور میں وہ کھاؤں گا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے رات کو ہی تیرے لیے کھانا پکا لیا تھا، جو یہاں مہیا ہے۔ (۱۵)

تب اُس نے اپنے خادم کو اشارہ کیا، وہ فوراً میرے سامنے طعام لے آیا۔ میں اپنے پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔ میرا یہی بیٹھنا تھا اور یہی کھڑے ہونا، اس کے بعد میں وہاں سے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑا۔ میں نے نہ تو اپنا ہاتھ ہی اُس طعام تک پہنچایا اور نہ ہی اسے الوداع کہا اور وہاں سے چل کر حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ میں پیش آمدہ صورتحال کے بارے میں حضرتؒ سے بات کروں، انہوں نے فرمایا کہ: ''تمہیں ایک عجیب اور عظیم خطرے کا سامنا کرنا پڑا اور ایسے خطرات سالک کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ خداوند بزرگ و برتر کا احسانِ عظیم ہے کہ اُس ذات والا صفات نے تمہیں اُس مہلکہ سے خلاصی و نجات بخشی۔ وہ شیطان تھا، جو راہِ خدا پر چلنے والے سالکوں کو اس کی راہ سے بھٹکانے کے لیے فریب دیتا ہے۔''

آپ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں میری رات زیادہ تر دریا کے کنارے بسر ہوتی تھی، اُن دنوں، میں تنہائی میں وقت گزارنے کا شوقین تھا۔ ایک رات میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا اور طہارت کر رہا تھا کہ ایک شیر آ گیا اور میرے قریب آ کر پانی میں کھڑا ہو گیا۔ ہر چند میں نے اسے دھتکارا لیکن وہ وہاں سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔

Marfat.com

بعد ازاں میں نے اُس پر تھوک دیا لیکن وہ پھر بھی اسی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا، یہاں تک کہ میں طہارت سے فارغ ہو گیا اور نماز کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شیر وہاں سے غائب ہو گیا۔ جب میں اپنے پیر و مُرشدؒ کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے لاہور گیا اور اُن کے حضورؒ یہ واقعہ بیان کیا تو آپؒ نے فرمایا: ''وہ شیر نہیں تھا بلکہ جن تھا، جس نے شیر کا روپ دھارا ہوا تھا۔'' بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ جنّات (۱۶) سے آشنائی اور الفت نہ کرو، رات کو دریا کے کنارے یا صحرا میں بھی نہ رہا کرو۔ پس اب شام کے بعد نہ تو دریا کے کنارے وقت گزارتا ہوں اور نہ ہی صحرا کا رُخ کرتا ہوں۔ ایک دن صحرا سے گزر رہا تھا کہ ایک کالے رنگ کے آدمی کا سامنا ہوا جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی لکڑی تھی۔ اُس نے کہا: ''میں بہت بڑا بزرگ ہوں۔'' اس نے اپنی بزرگی کی باتیں کیں اور کہا: ''جو کچھ تم چاہو گے میں تمہیں وہی دوں گا۔'' یہی باتیں کرتے ہوئے اُس نے اُس لکڑی کی طرف اشارہ کیا جو اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ اشارہ ہوتے ہی لکڑی تلوار بن گئی، پھر وہ لمبا نیزہ بن گئی اور اس شخص نے اُس نیزے کو زمین میں گاڑ دیا، جس سے ایک عظیم درخت ظہور پذیر ہوا۔ یہ دیکھ کر میں نے اُس سے کہا کہ میں تیری اِس شعبدہ بازی سے قائل نہیں ہوتا، اگر تُو قرآن سے کچھ پیش کر سکتا ہے تو کر۔ جب میں نے یہ بات کہی تو اُس نے تعجب و حیرت سے اپنے سر کو ہلایا اور میرے سامنے سے غائب ہو گیا۔ بعد ازاں آپؒ نے فرمایا کہ وہ جن تھا۔

مولانا دلدار بیگؒ کا کہنا ہے کہ ایک دن میں حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے دریافت کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ بعض بزرگ شیر کی سواری کرتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں کوڑے کی جگہ سانپ پکڑا ہوتا ہے، کیا یہ درست ہے یا ایسے ہی کہا جاتا ہے؟ یہ سوال سن کر آپؒ نے فرمایا کہ ایک دن میرا گزر ایک جنگل بیابان سے ہُوا۔ ایک تنگ دھڑنگ فقیر اونٹ پر سوار تھا اور اس نے بجائے تازیانے کے ہاتھ میں سانپ پکڑا ہوا تھا۔ جب اُس نے ہمیں دیکھا تو سلام کیا اور تیزی سے اونٹ

Marfat.com

ہانکتا ہوا ہمارے سامنے سے گزر گیا اور ہم نے اُس سے کچھ نہ کہا۔

جی باباؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نماز کی ادائیگی کے لیے دریا کے کنارے طہارت کر رہا تھا کہ اچانک میرے سامنے دودھ جیسا سفید پانی ظاہر ہوا اور جوش مارتے ہوئے کناروں سے باہر نکلنے لگا۔ میں اُس جگہ سے اُٹھا اور طہارت کے لیے ایک دوسری جگہ بیٹھ گیا۔ اُس جگہ بھی ایسا ہی ہوا۔ یہ دیکھ کر میں اس جگہ سے بھی اٹھ کھڑا ہوا اور دوسری جگہ جا بیٹھا تو وہاں بھی ایسی ہی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ جگہ بدل لی اور ایسا کرتے کرتے جب میں چوتھی جگہ پر پہنچا تو پانی اپنی اصلی حالت میں آ گیا تھا، چنانچہ میں نے اس جگہ ادائیگی نماز کے لیے طہارت کی۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک قوّال کو سنا جو کہہ رہا تھا کہ "اُس عاشق پر لعنت ہو، جو در در جاتا ہے۔" ہمیں اس کی یہ بات نہایت پسند آئی۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے پیرومُرشد (حضرت سعدی لاہوریؒ) کی خدمت میں حاضری کے لیے لاہور جا رہا تھا کہ دورانِ سفر مجھے ایک بڑی شان وشوکت والے نُورانی صورت والے بزرگ کا سامنا ہوا۔ اُس نورانی صورت بزرگ نے کہا کہ ایک مدت سے میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ اِس راستے پر تیری آمدروفت جاری ہے۔ تیری اس ساری کوشش وکاوش کا مقصد ومدعا کیا ہے اور کس مقصد کے حصول کے لیے تو اتنی تگ ودو کر رہا ہے؟ اس پر میں نے کہا کہ میرے پیرومُرشدؒ لاہور میں مقیم ہیں اور خدا کی طلب کے لیے وہاں جا رہا ہوں۔ یہ سُن کر اس بزرگ نے کہا کہ اگر مقصد ومدعا خدا طلبی ہے تو میں ایک ساعت میں تیرا مسئلہ حل کر کے تجھے گوہرِ مراد بہم پہنچا سکتا ہوں۔ اور جو بھی تیری حاجت ہو اُسے پورا کر سکتا ہوں۔ تو لاہور کیوں جا رہا ہے۔ جس چیز کی تجھے طلب ہے، وہ تجھے یہیں مل سکتی ہے، اس لیے تجھے لاہور جانے کی چنداں حاجت و ضرورت نہیں ہے۔ آؤ بیٹھ جاؤ، میرے ہم نشین وہم جلیس بن جاؤ اور میرے ہمدم، رفیق وانیس بن جاؤ۔ اس پر میں نے کہا کہ اگرچہ ایسا ہی ہوگا لیکن وہاں جائے بغیر میرا کام

Marfat.com

بنتا نظر نہیں آتا۔ اور مجھے جس چیز کی تلاش و جستجو ہے، وہ میرے پیرؒ کے پاس ہے اور میں اسے اپنے پیرؒ سے طلب کروں گا۔ اپنے پیرؒ کے علاوہ میں کسی دوسرے کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں اس کے لیے اپنے پیر کے علاوہ کسی دوسرے سے التجا کرتا ہوں۔

ترجمہ شعر: خیر و نیکی، تقویٰ پرہیز گاری اور زہد میرے کس کام کے، میں تو پیر میکدہ کے حضور سر جھکانے جا رہا ہوں۔

جب میں اپنے مرشد کے حضور لاہور پہنچا اور میں نے راستے میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ابھی کوئی بات تک نہیں کی تھی کہ آپ (حضرت سعدی لاہوریؒ) نے فرمایا کہ جواب وہی تھا جو تم نے دیا۔ اگرچہ وہ ویسا ہی تھا جیسا کہ وہ کہہ رہا تھا لیکن اگر تم اس سے کسی چیز کی طلب کرتے اور اپنی خواہش کا برملا اظہار کر دیتے تو اُس نے پھر بھی تمہیں دینا کچھ نہیں تھا اور وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار لاہور سے اٹک اپنے گھر جا رہا تھا اور رخصت ہوتے وقت حضرتؒ سے اجازت طلب کی کہ گجرات کے نواح میں مکّہ اور مدینہ گاؤں ہیں، اُن کے درمیان سے گزرتے ہوئے اُن کو بھی دیکھ لوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہاں کا سفر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور اگر تمہارے دل کی خواہش ہو تو پھر عالمیان کی سجدہ گاہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو دیکھ لینا چاہیے۔ میں نے کہا کہ حضرت کی توجہ کے سبب مکّہ اور مدینہ تو میں ہر روز ہی دیکھتا ہوں، لیکن چاہتا ہوں کہ یہاں ہندوستان والا مکّہ، مدینہ بھی دیکھ لوں۔

ازآں بعد حضرتؒ نے وضاحت کے ساتھ کہا کہ اگر تم دیکھنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ میں حضرتؒ سے اٹک کے لیے روانہ ہو کر گجرات کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں مکّہ نامی گاؤں میں گیا اور ایک مسجد میں جا کر ٹھہر گیا۔ مکّہ کے ساکن چند سادات وہاں موجود تھے، اُن کی صحبت سے طبیعت مکدر ہوئی اور غم و غصہ دل میں سرایت کر گیا۔ نہایت تشویش و پریشانی کے عالم میں رات وہاں بسر کی اور دوسری رات

مدینہ کی ایک مسجد میں قیام کیا۔ مسجد کے دالانوں کے ایک گوشے میں اُنھوں نے گھاس کا گٹھا (۱۷) رکھا ہوا تھا تاکہ اسے مسجد کے صحن میں بچھایا جا سکے۔ جب اہل مدینہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ تو ہر کسی نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی اور میں وہاں تنہا رہ گیا۔ اپنی اس تنہائی اور سادات مکّہ کی گذشتہ رات کی صحبت کے باعث طبیعت مشوش و مکدر تھی کہ گھاس کے اُس پشتارے میں سے کبھی تو دلکش آواز اور فرحت انگیز صدا نکلتی اور کبھی نغمۂ عاشقانہ اور ہجر و فراق کے اشعار ترنم کے ساتھ سنائی دیتے اور وہ اشعار ہندوی زبان میں تھے، اُن میں سے ایک شعر یہ ہے:

کینہہ کشیدا، کینہہ ہتھ کتیا، کتن کینہہ من بھاوے
سَیں وَرھیاں دی جاوے زحمت جاں شوہ جھاتی پاوے

ترجمہ: ''کس نے کشیدہ کاری کی، کس نے کپڑا ہاتھ سے کاتا اور کس کا جی کپڑا بننے کو چاہتا ہے۔ سو سال کی زحمت و تکلیف آقا کو ایک بار دیکھ لینے سے زائل ہو جاتی ہے۔'' تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ شاہ حسنؒ کی کافی ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

یُوں میرا وقت اچھا گزرنے لگا۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ تُو کون ہے، تو اُس نے کہا میں ایک پردیسی ہوں اور گوشہ گزیں ہوں، اپنی بیچارگی کے باعث میں نے گوشہ نشینی اختیار کی ہوئی ہے۔ میں مجرد اور تنہا نشین ہوں۔ اپنی درماندگی و بیچارگی کو مدنظر رکھتے ہوئے گوشہ گیر ہو گیا ہوں۔ اُس کی یہ بات سن کر میں نے اُس سے کہا: ''اب کیوں گوشہ نشینی چھوڑ کر باہر آ گیا؟ میں بھی بیت عتیق (خانہ کعبہ) کی طرح آزاد ہوں اور ایک مخلص و مشفق یار کی طرح اس کی یاد میں ہوں۔ اب جب تک تیرے زخموں کے بارے میں جان نہیں لیتا، اُس وقت تک میں تیرے زخموں پر مرہم رکھ کر انہیں ٹھیک بھی نہیں کروں گا۔ میں نے ایک عمر اس جہاں کو دیکھنے میں بسر کی ہے اور یوں بہت دنیا پھری

ہے اور جستجو، تجسس اور تحقیق میں لگا ہوا ہوں۔

فارسی شعر کا ترجمہ: ایک بھی ایسا ہمدرد نہیں ہے کہ آئینہ کی طرح ایک ساعت کے لیے باہم اکٹھے رہیں اور پھر چل دیں۔

اب جب کہ میں نے تجھے پا ہی لیا ہے تو اب تیرا اس میں کیا حرج ہوگا کہ آج کی رات میرا ہم نشین وہم جلیس بن جا تا کہ تیرے احوال سے مجھے آگاہی ہو۔ اُس نے کہا: ''میں مُجرّد ہُوں اور لباس سے عاری۔ جب سے میں اِس دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہوں، کوئی لباس بھی میرے جسم پر درست طور پر پورا نہیں آیا اور نہ ہی کوئی قبا میرے جسم پر راست آئی ہے۔ پس اِس موسم سرما میں جب ہوا پانی کو چلنے سے باز رکھ رہی ہے، کم مایہ نیک لوگوں کا ایسے وقت میں عزلت نشینی سے باہر نکلنا خلافِ مصلحت ہے۔'' اِس پر میں نے کہا کہ یہ خرقہ جو کہ میں نے پہن رکھا ہے یہ تُو لے کر پہن لے اُس نے کہا کہ سردی شدید ہے۔ اُس کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ اِس خرقے کے علاوہ اپنا پیراہن بھی میں تجھے دیتا ہوں تا کہ تو سردی سے محفوظ رہے اور میں خود برہنہ رہ کر بھی وقت گزار لوں گا۔ اِس کے جواب میں اُس نے کہا کہ آپ کا خرقہ اور پیراہن میری سردی دُور نہیں کر سکتے۔ جب اُس کی یہ بات سنی تو مزید اصرار کرنے کی بجائے میں نے اُس سے کہا کہ اب میں تمہیں کس جگہ دیکھ سکوں گا اور مقصد ومُدعا کا حصول کب ہو سکے گا؟ اِس کے جواب میں اُس نے کہا کہ جب لوگ صبح کی نماز سے فارغ ہو جائیں اور ہر کوئی اپنے اپنے کام کو چل پڑے گا تو اُس وقت میں خلوت اور گوشہ نشینی سے نکل کر جلوت میں آؤں گا اور مجھ سے مل کر آپ کو حلاوت حاصل ہوگی اور راحت ملے گی۔ میں نے کہا کہ آج رات ہی اِس مسجد میں جہاں کہ میں ٹھہرا ہوا ہوں آیئے اور اِس گمنامی اور خاموشی سے باہر آجایئے تا کہ دورانِ ملاقات آپ کے مقولوں سے محظوظ و مسرور ہو سکوں۔ چنانچہ میری اس خواہش کو پذیرائی بخشتے ہوئے اُس نے تمام رات عاشقانہ غزلوں اور صادقانہ نغموں سے میری تواضع کی۔ اُس کی غزلیات اور ترانے سن کر میں روتا رہا۔ میں اُس سے جو کچھ دریافت

Marfat.com

کرتا، مجھے فوراً اس کا جواب دیتا۔ یہاں تک کہ ساری رات بیت گئی اور دن چڑھ آیا۔ لوگ صبح کی نماز پڑھنے کے لیے آنے لگے تو لوگوں کی آمدورفت شروع ہو جانے پر اس نے سلسلۂ گفتگو منقطع کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔ جب سب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے اور مسجد میں کوئی نہ رہا تو میں اس کے گوشۂ خلوت سے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگا لیکن وہ اُس پشتارے سے باہر نہ آیا، جس پر میں بے اختیاری کے عالم میں اُٹھا اور اُس پشتارے کو کھولا تا کہ وہ اُس سے باہر آ جائے لیکن وہ تو پشتارے میں موجود ہی نہیں تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور مجھے بہت ہی زیادہ رونا آیا۔ اپنے مطلوب و مقصود محبوب کے نہ ملنے پر جی بھر کر رویا اور پھر اس کے بعد میں اٹک چلا آیا۔ جب میں لاہور گیا تو اُس رات کا پیش آمدہ واقعہ حضرت (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے گوش گزار کرتے ہوئے اُن سے دریافت کیا کہ وہ شخص کون تھا؟ حضرتؒ نے جب میری یہ بات سنی تو ناراضی و غصّے کے عالم میں فرمانے لگے کہ تم اٹک سے لاہور صرف یہ پوچھنے کے لیے آئے ہو کہ وہ شخص کون تھا؟ تم نے خود بھی سیر وسلوک کی بہت سی منازل طے کی ہیں لیکن پھر بھی تم اسے پہچانتے نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کون تھا۔ اِس کے جواب میں مَیں نے عرض پرداز ہوتے ہوئے کہا کہ میں اُسے نہیں جانتا اور اگر جانتا ہوتا تو پھر آپ سے دریافت نہ کرتا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ: ''یہ تمہاری روح تھی۔ جب تم نے مَنہ میں وہاں کے سادات کے ساتھ گفتگو کی اور وہیں قیام کیا اور جب سب نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی تو تمہارے وہاں تنہا رہ جانے کے باعث تمہیں تنہائی کاٹنے لگی اور مدینہ پہنچ کر تمہاری روح دلفریب باتوں اور دلربا مقولوں سے خوش ہو گئی۔ اس کے بعد ہرگز اس قسم کی باتیں ہم سے نہ پوچھی جائیں۔''

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ اُس سے پہلے ایک دفعہ میں اٹک جانے کے لیے حضرتؒ سے رخصت ہوا۔ اُن دنوں سخت سردی کا موسم تھا۔ جب کہ اس شدید سردی کے دنوں میں سردی کی شدت میں مزید اضافہ کرنے کے لیے بارش بھی ہونے

Marfat.com

لگی، جس سے پانی کی بہتات وفراوانی ہوگئی اور کیچڑ بھی بہت ہو گیا تب تھوڑی دیر کے لیے لوگوں کی آمدورفت رک گئی۔ لیکن میں اس شدید بارش اور گرجتے ہوئے بادلوں سے نکلنے والی چمک کے باوجود کہیں نہ ٹھہرا اور گجرات کے قریب پہنچ گیا۔ بعض مقامات پر میرے گھٹنے اور پنڈلیاں تک کیچڑ میں دھنس گئیں، چنانچہ بڑی تکلیف اور مشقت کے ساتھ میں نے وہ راستہ طے کیا اور جب میں لشکر گاہ تک پہنچا تو اُس وقت دن ہو چکا تھا۔ میں نے چاہا کہ رات وہیں بسر کرلوں تاکہ بارش کے باعث ہونے والی سردی کی شدّت میں مزید اضافے سے اپنے آپ کو بچالوں۔ میں نے جس کسی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اسے کچھ رقم دیتا ہوں تاکہ اُس کے عوض وہ مجھے کسی حُجرہ میں یا کسی تنور کے قریب رات گزارنے کے لیے جگہ دے دے اور مجھے سردی کی زحمت سے چھٹکارہ مل جائے پر کسی شخص نے بھی میرے کہنے پر توجہ نہ دی اور مجھے رہنے کے لیے جگہ مہیا نہ کی اور نہ ہی کسی نے میرے پردیسی ہونے پر اور نہ ہی میری بدقسمتی و نامرادی پر رحم کھایا۔ اُس شدید سردی میں میرے پاس پیراہن اور کُہنہ خرقے کے علاوہ اور کچھ اوڑھنے کی چیز نہیں تھی جسے پہن کر اس ہولناک سردی سے خود کو بچالیتا۔

لوگوں کی لاپروائی و بے التفاقی دیکھ کر بڑا حیران ہُوا۔ جب سب لوگ بے فکر ے ہو گئے تو میں ایک ایسی دکان کے اندر داخل ہو کر بیٹھ گیا جس کی چھت بھی درست حالت میں نہیں تھی۔ بارش کا پانی اُس دکان کی چھت سے دکان میں گر رہا تھا۔ میں تمام رات وہیں بیٹھا رہا۔ سحری کے وقت بعض لوگوں نے مجھے اُس دکان کے اندر بیٹھے دیکھا تو باہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ فقیر طوفان بادو باراں اور سردی کی شدّت کی وجہ سے مر کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اور مر کر بھی اسی طرح اس جگہ بیٹھا ہوا ہے پھر جب نماز کا وقت ہو گیا تو میں اٹھا اور اپنے خرقے کو جھاڑا اور روانہ ہو گیا تو لوگوں کو خلاف توقع میرے اٹھ کر چل پڑنے پر بڑا تعجب ہوا۔ اب میں ایک ایسی ندی کے کنارے پہنچا جو سرائے کے آخر تک پہنچ رہی تھی۔ اُن دنوں دریا کے کنارے (پار اُترنے کی)

Marfat.com

کوئی سہولت نہ تھی۔ میں ندی کے پانی میں اُتر گیا۔ اُس کے بعض مقامات پر پانی یخ بستہ ہو چکا تھا۔ میں نے وہاں طہارت کی اور اپنے آپ سے کہا کہ نماز دریا کے دوسرے کنارے پر ادا کرتا ہوں کیونکہ اُس جگہ کوئی ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ جب میں نے دریا کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھا تو جہاں تک میری نظر نے کام کیا دریا کے دوسری طرف سوار ہی سوار کھڑے تھے۔ جب کہ ان سواروں کے درمیان پیادے بالکل نہیں تھے۔ یہ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ پلک جھپکتے میں یہ اتنی بڑی سواروں پر مشتمل فوج کہاں سے نمودار ہوگئی اور کس جانب سے ہو کر یہاں تک پہنچی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہوسکتا ہے یہ ولیوں کا گروہ ہو جنہوں نے دریا کا کنارہ عبور کیا ہے۔ ابھی میں اس سوچ میں ہی تھا کہ ان سواروں میں سے ایک سوار پانی میں اُتر آیا اور میرے سامنے پہنچ کر کہنے لگا: ''جلد آؤ کیونکہ حضرتِ بزرگ (حضرت آدم بنوریؒ) تیرے استقبال کے لیے آئے ہیں۔'' یہ سن کر شدّتِ سرما اور طوفان باد و باران سے پہنچنے والی تمام سختیاں اور تکالیف میرے دل سے جاتی رہیں اور جب مجھے اُن بزرگوار کی خدمت حاصل ہوگئی تو میں ان کے اظہارِ اُنس و محبت سے نہایت محظوظ و مسرور ہوا۔ صاحبِ ''فتوحاتِ مکیہ'' ایک سو آٹھویں باب میں (جو صدیقیت اور نبوت کے مقام کے بارے میں ہے) فرماتے ہیں: میں مُحرّم ۵۷۷ھ کو اُس مقام پر وارد ہوا، اور میں اُس وقت سرزمینِ مغرب کے سفر پر تھا۔ دحشتِ تنہائی کے دُور ہونے پر ایک آشنا ملا تھا، اس لیے میں اُس سے باتیں کرنے لگا کہ اچانک ایک شخص ظہور پذیر ہوا اور اُس شخص نے مجھ سے مُعانقہ کیا۔ وہ نمودار ہونے والے شخص ابوعبدالرحمٰن سلمٰی نیشا پوری قدس سرہ تھے۔ کہ آنجناب کی رُوحِ مبارک، جدائی کی صورت میں ہم مثل ہو چکی تھی اور خداوند بزرگ و برتر نے مجھ پر رحم فرماتے ہوئے اُنھیں نازل فرمایا۔ یہ بات سن کر فقیر راقم (یعنی مصنف) نے حضرت مولانا سرالاعظمؒ (حضرت جی باباؒ) سے اُن حروف کے بارے میں دریافت کیا کہ کلماتِ قُدسی کی سماعت کرتے ہوئے خود حضرت والا مرتبت (آدم بنوریؒ) کی زبانِ مبارک سے کیا

Marfat.com

فرمایا گیا تھا آنجناب (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ حضرت بزرگوار (آدم بنوریؒ) نے کہا تھا کہ جو کوئی اپنے مقصد و مطلب کے حصول کے لیے قدم رکھتا ہے اور اس کے حصول کے لیے کوشاں ہوتا ہے وہ جب تک ظاہری و باطنی طور پر اُس مقصد کو پانے کے لیے دل و جان کی بازی نہ لگا دے اور اپنی تمام قوتوں کو صرف نہ کر ڈالے، اُس وقت تک وہ قطعاً اپنے مقصد و مدعا کے حصول میں کامیاب نہیں ہوتا۔ فقیر (یعنی مصنف محمد عمر چمکنیؒ) نے مزید دریافت کیا کہ اِس کے علاوہ حضرت بزرگوارؒ (آدم بنوریؒ) نے کیا فرمایا؟ اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ اب تو یہ چاہتا ہے کہ تجھ پر فقر کے اسرار و رموز فاش کر دوں؟ یہ کہہ کر آپ نے رموزِ باطنی سے کچھ بھی ظاہر نہ فرمایا۔ بعد ازآں آپؒ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ اُس دن سے میرا حبسِ نفس رُو بہ ترقی ہے۔ جب دوسری مرتبہ میں لاہور گیا، ابھی آنحضرتؒ (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے حضور میں نے یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ اثناء راہ میں، میں نے اپنے حضرت قبلہ بزرگوار کو دیکھا ہے کہ حضرت نے اظہار تہنیت کیا اور کہا کہ تجھے مبارک ہو کہ تم نے ہمارے پیر (حضرت آدم بنوریؒ) کو دیکھ لیا۔ بعد ازاں حضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے دریافت فرمایا کہ اب تمہارا نفی و اثبات کے ذکر کا معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے؟ جس پر فقیر نے عرض کیا کہ ایک نفس میں پانچ سو مرتبہ ذکر کر رہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ اس میں اضافہ ہونا چاہیے اور اسے شمار بھی کرنا چاہیے۔ میں نے آپ کی ہدایت پر اُس میں اضافہ کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی اس کو شمار بھی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ ایک سانس میں دو ہزار مرتبہ ذکر کرنے لگا اور اس کے ساتھ نفی غیر و اثبات مطلوب بھی مدنظر رکھنے لگا۔ بعد ازاں تعداد کی زیادتی اور اُس کے شمار کرنے سے عاجز آ گیا اور حضرت قبلہؒ کے حضور عرض گزار ہوا کہ ایک سانس میں دو ہزار مرتبہ ذکر کر رہا ہوں اور اب مجھ میں اُس شمار کرنے کی قوت نہیں رہی۔ اِس پر آنحضرتؒ نے اُس میں اضافہ کرنے کو کہا جس پر میں نے اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب میں رات کا چوتھائی حصہ حبسِ نفس کرنے لگا اور اس کے ساتھ

Marfat.com

ذکر بھی کرتا اور ذکر اتنی زیادہ تعداد میں ہوتا کہ میں اسنے کے شمار نہیں کر سکتا تھا، محض قیاس سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک سانس میں سات ہزار مرتبہ ذکر کر رہا ہوں گا۔ رات کے چاروں پہر میں اسی طریق پر بسر کرتا اور ساتھ ہی نفی غیر و اثبات مطلوب کو ملاحظہ کرتا جاتا۔ بازگشت کا خیال رکھتا اور آگاہی رکھتا، اس اہتمام کے ساتھ کہ نفس کوتاہی کرنے یا دل میں خفقان ہو یا چہرے پر کوئی علامت ہی ظاہر ہو، اور جب میں سانس لینا چاہتا تو سانس ہی نہ آتا اور دل میں یہ خیال تھا کہ ساری رات ایک نفس (پاس) سے گزار دینی چاہیے۔ لیکن جب میں آنحضرتؒ کی خدمت میں پہنچ کر عرض گزار ہُوا تو آنحضرتؒ نے فرمایا کہ اتنا ذکر کافی ہے۔ اِس سے زیادہ ذکر تیرے دماغ میں خلل پیدا کر دینے کا موجب ہوگا۔ پس آپؒ نے فرمایا کہ میرے یاروں اور اصحاب میں بھی اِس قدر قوت موجود ہے کہ وہ ایک سانس میں ایک ہزار مرتبہ، دو ہزار مرتبہ نفی و اثبات کا ذکر کرتے ہیں اور اب بھی حضرت سرالاعظم (حضرت جی باباؒ) کے اصحاب میں ایسے متعدد شہسوار موجود ہیں کہ وہ حبسِ نفس کے گھوڑے کو ذکر نفی و اثبات کے میدان میں دوڑاتے ہوئے، اُسے ایک ہزار سے دو ہزار کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔

بعدازاں آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی خدمت میں اُن کے یاروں اور مخلصوں میں سے اگر کوئی درویش پہنچتا تو اُس سے نہایت مسرت و شادمانی سے پوچھتے کہ تم ایک سانس میں نفی و اثبات کا ذکر کتنی مرتبہ کرتے ہو؟ وہ جب اپنے احوال کا اظہار کرتا تو اُس سے بڑے خوش ہوتے۔ ایک دن آپؒ (سعدی بلخاری) نے مجھ (جی باباؒ) سے فرمایا کہ تمہاری یہ حبس نفس کی زیادتی و بہتات خود حضرتِ بزرگؒ (حضرت آدم بنوریؒ) کی عنایات کے باعث ہے کیونکہ یہ حضرت بزرگوارؒ کا خاصہ ہے اور تمہارے اصحاب میں یہ بات تمہاری صحبت کے اثر کے سبب سے ہے، جب کہ ہمارے حلقۂ احباب و اصحاب میں سے کسی کو یہ قوت و طاقت حاصل نہیں ہے۔ آپؒ نے متعدد اصحاب کے نام گنواتے ہوئے کہا کہ اُن میں سے ایک

Marfat.com

بھی ایک نفس (سانس) میں بیس مرتبہ نفی و اثبات کا ذکر کرنے سے تجاوز نہیں کرتا۔ آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک دن میں ایک صحرا میں نماز کے لیے طہارت کر رہا تھا اور اس صحرا میں کسی انسان کا نام و نشان تک نہیں تھا کہ اچانک ایک سوار نمودار ہوا اور میرے پاس پہنچ کر کہنے لگا: ''میں مدینہ منورہ سے آنجنابؒ کی خدمت میں شرفِ ملازمت کے حصول کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میں گذشتگان میں سے ہوں، میرا نام سید محمد اکرم ہے۔'' اُس نے نماز میرے ساتھ ادا کی، بعد ازاں اسے الوداع کہا، پھر وہ رخصت ہو کر غائب ہو گیا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک دن ہم گاؤں میں تھے اور ہمارے ہاں مہمان آئے ہوئے تھے اور ہم ان مہمانوں کی خدمت میں مصروف تھے کہ ایک خرقہ پوش فقیر آیا اور اُس نے دور سے ہماری طرف دیکھا کہ ہم مہمانوں کی خدمت کے لیے کھڑے ہیں اور ہم نے بھی اُس خرقہ پوش کی طرف دیکھا۔ آپس میں آنکھیں دو چار ہونے کے بعد وہ چلا گیا اور ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا جب کہ اُس جگہ ایک کتا تھا جو خرقہ پوش فقیروں کو اُس کوچے میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اُس خرقہ پوش فقیر کی اُس کوچے کی طرف آمد کے وقت وہ کتا بھی گلی میں پھر رہا تھا۔ اُس فقیر کو گلی میں داخل ہونے سے روکنے کی بجائے نہ صرف اس فقیر کے پاؤں چاٹنے لگا بلکہ اُس خرقہ پوش فقیر کے گرد اس طرح پھرنے لگا جیسے طواف کرتے ہیں جب کہ ہمارے گھر والے اُس فقیر کے وہاں سے چلے جانے پر پریشان تھے۔ ہم نے جلدی میں مہمانوں کو رخصت کیا اور اس فقیر خرقہ پوش کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے اُس کے پاس جا پہنچے۔ فقیر ہمیں دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا اور ہمارے ساتھ معانقہ کیا۔ بعد ازاں کہنے لگا کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں سلام کہا ہے۔ پھر ہم آپس میں باتیں کرتے ہوئے گاؤں سے باہر نکل آئے۔ وہاں قریب ہی ایک نہر تھی، ہم وہاں چلے گئے تو وہ فقیر ہم سے رخصت ہو کر اسی وقت غائب و ناپید ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد عیسیٰ سلمہ ودام برکاتہ، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرالاعظم مولاناؒ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ میں نے ایک بار (مراقبہ میں) دیکھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں کھڑا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ایشاںؒ کے توسط سے لوگوں کو مختلف خدمات تفویض فرمارہے ہیں۔ جب دنیا بھر کے لوگوں کو رخصت کر دیا جاتا ہے تو اچانک ایک کوہ پیکر ہاتھی نمودار ہوتا ہے جو ہر طرح سے آراستہ ہے۔ اُس کا ہودج جواہرات و یاقوت سے مُرصّع تھا جو اس کی پُشت پر رکھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا کہ یہ ہاتھی تمہارے لیے ہے۔ اُس کوہ پیکر اور ہر طرح سے آراستہ پیراستہ ہاتھی کو دیکھ کر مجھے ڈر لگا اور میں خوف زدہ ہو کر عرض گُناں ہوا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تو عاجز و درماندہ ہوں میں اس کوہ پیکر ہیبت ناک ہاتھی کو کس طرح قابو کر سکوں گا اور اپنی اس ذمہ داری سے کیسے عہدہ برا ہوں گا؟ میری یہ بات سن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم نے فرمایا کہ ہم نے اس کوہ پیکر، ہیبت ناک ہاتھی کو تیری محکومی و ماتحتی میں دے دیا اور تم جو حکم بھی دینا چاہتے ہو اس ہاتھی کو دو اور پیغمبر علیہ السّلام نے مجھ کو اس ہاتھی پر سوار کروا دیا۔ بعد ازاں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ہندوستان چلے جاؤ اور اگر چاہو تو ولایت کی طرف چلے جاؤ۔ اس پر میں نے ولایت کی جانب جانا اختیار کیا۔ اس واقعہ اور سانحہ کے مصداق حضرت ایشاں کے بعض اصحاب کا یہ کہنا ہے کہ جب حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) دوسری بار علاقہ پشاور کی طرف تشریف لے جانے لگے تو اُس وقت حضرت سرالاعظم مولانا (حضرت جی باباؒ) لاہور شہر میں حضرت ایشاں کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت ایشاں اپنے جُملہ اصحاب کی موجودگی میں حضرت مولانا سرالاعظم (جی باباؒ) سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ ہم اُس ولایت یعنی پشاور کی جانب جانے لگے ہیں جو تمہارے قبضۂ اقتدار میں ہے اور جہاں تمہاری حکومت ہے۔ اس پر حضرت سرالاعظم (جی بابا) نے فروتنی و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ولایت

Marfat.com

بھی حضرت کی ہے۔ بے شک، حضرت ایشاں کے رحلت فرما جانے کے بعد بھی تمام دنیا جہان آپ ہی کے قبضۂ اقتدار میں رہا، چنانچہ کسی تقریب میں شاید آپ نے اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گاؤں (سَر والہ) سے اٹک آیا۔ راستے میں ایک ننگا مجذوب بیٹھا ہوا تھا۔ جب اُس مجذوب نے مجھے دیکھا تو اُٹھ کھڑا ہوا اور تین دفعہ تعظیم بجا لایا، پھر اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ مَیں نے یہ سوچ کر کہ وہ برہنہ ہے، اس کی ستر پوشی کے لیے اُسے اپنی چادر دینا چاہی۔ اُس مجذوب نے میرے دل میں پیدا ہونے والے خیال کو جان لیا اور سفید داڑھی والے مردِ پیر اور سفید نورانی لباس والے کی صورت سامنے آ کھڑا ہوا۔ اسی طرح کے اُس سے اور بھی چند امور ظاہر ہوئے۔ اُس کے بعد وہ مجذوب اپنی اصل صورت میں واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا: ''مجھے کچھ کھانے پینے یا پہننے کی کوئی حاجت نہیں، آپ اس دریا کے کنارے تشریف رکھیں اور ایک قطرہ پانی میرے حلق میں بھی ٹپکائیں۔'' میں نے کہا: ''میں بھی توفیقِ ربی سے خدا (صاحب و مالک) ہُوں، دریا بھی اُسی سے خدا ہے اور تُو بھی اُسی سے خدا ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔'' تب اُس نے کہا: ''اِس نعمت کو کسی جگہ پر امانت کے طور رکھ دے تا کہ کسی پر ظاہر نہ ہو۔''

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ہمارے یاروں میں سے ایک یار نورالدّین نامی تھا۔ وہ ابتدائے احوال میں اکثر اوقات یہ کہتا کہ میری ظاہری حالت پر ذِکر کے اثرات کے آثار دکھائی نہیں دیتے اور اِس بنا پر مجھے اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ میں نے اُس سے کہا کہ ہمارا طریق کار خفیہ ہے اور اس طریقِ کار کو خفیہ اس لیے کہتے ہیں کہ جو بھی ذکر ہے اُس کو خفیہ طریقے سے روبہ عمل لایا جاتا ہے اور ظاہراً اس کی کوئی علامت یا آثار وقوع پذیر نہیں ہوتے۔ اس موقع پر ہدایت قرآنی پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ قرآن پاک میں ہے:

وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّ خِیفَۃً (ترجمہ: ''اور اپنے پروردگار کو

Marfat.com

دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے یاد کرو۔'' (الاعرف آیت نمبر ۲۰۵)

ہر چند میں نے اس سے یہ باتیں کہیں لیکن اُس مجذوب نے میری ان باتوں کو قبول نہ کیا اور ہمیشہ اُس کی یہ خواہش و تمنا رہی کہ اُس کے ظاہر میں بھی اُس کے اثرات کا اظہار ہونا چاہیے۔ آخرِ کار ایسا ہوا کہ دوامی طریقے سے ذکر قلبی کرنے سے اُس کا سر اور گردن مسلسل حرکت میں رہنے لگے اور دائمی ذکر میں حرکت قلبی کے موافق و مطابق اس کا سر اور گردن بھی حرکت میں رہتے اور اس کی اس حالت کے سبب اسے اس علاقے میں شہرت ملی۔

ایک دن شیخ ہندال نام کا جولاہہ بھی جو ہمارے یاروں میں سے تھا، دو کچھ صابون، نذر نیاز کے طور پر ہماری والدہ صاحبہ کے پاس لایا اور یہ درخواست کی کہ آپ حضرت مولانا سرالاعظم کے حضور میری سفارش کریں کہ مجھے صرف ذکر قلبی ہی کافی ہے اور میں نورالدین کی طرح سر اور گردن کے حرکت کرنے کا طالب نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ایک جولاہہ ہوں اور میرے کام کا تعلق دھاگے سے ہے۔ اور سر اور گردن کے حرکت کرتے رہنے سے میرا دھاگے کا کام نہیں ہو سکے گا۔ وہ جب کبھی ہمارے کسی دوست یا اخلاص کیش سے ملتا تو اُس سے سفارش کی درخواست کرتا کہ حضرت مولانا سرالاعظم (جی باباؒ) کے حضور میرے لیے سفارش کریں کہ میرا سر اور گردن ہلنے نہ لگ جائیں۔ زیادہ تر لوگ اُس کی اس بات پر ہنستے اور ہم اُس کی ان باتوں سے اور نورالدین کی اُس درخواست پر جو کہ اس نے سر اور گردن کے ہلنے کے بارے میں کی تھی بہت زیادہ بوجھ محسوس کر رہے تھے۔ اب فرصت مل جانے پر ہم درختوں کے زیر سایہ راستے میں اپنے یارانِ صحبت کے ساتھ مل کر مراقبہ کرنے لگے۔ ایک عورت اکثر اوقات ہمارے مراقبے والے راستے سے گزرتی۔ چونکہ وہ ہمارا انکار کرنے والی تھی اس لیے آتے جاتے ہمیں نشانۂ ہدف بناتی۔ اتفاقاً اُس کا بیٹا مر گیا، جس پر وہ عورت کہنے لگی کہ میرا بیٹا حضرت سرالاعظم کی بددعا سے مرا ہے۔ اُس کے یہ کہنے سے ہمارے دل میں نہایت ہی زیادہ

Marfat.com

تشویش ہوئی جس پر ہم نے اپنے آپ سے کہا کہ فقیری اور درویشی کو ترک کر دینا چاہیے اور اِس طریق کو بھی ترک کر دینا چاہیے۔ ایک دن ہمارے کچھ ہمسائیوں نے خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے گھڑ سواری کی خواہش کی تا کہ وہ پلٹے ہوئے تیروں کو پھینک سکیں۔ اس پر ہم نے اُن سے کہا کہ ایک ساعت توقف کر لو تا کہ ہم بھی سوار ہوں۔ ہمارے پاس ایک نہایت ہی بیش قیمت اور خوبصورت عربی النسل گھوڑی تھی۔ ہم گھر گئے اور اُسے نہلایا دھلایا، بعد ازاں اس پر زین رکھی۔ لوگوں نے ہمارے اِس کام پر اظہار تعجب کیا۔ اِس کا سبب یہ تھا کہ ہم دنیا اور اسباب دنیا سے دست بردار ہو کر انہیں ترک کر چکے تھے۔ جب ہم نے سوار ہونا چاہا تو ایک شخص حاضر ہوا اور ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ہم نے اسے پہلے قطعاً نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہم سے کہنے لگا کہ آپ نے فقیری چھوڑ دی۔ آپ نے راہ خدا اختیار کی تھی اور اب دوبارہ دنیا اور دنیا کے کاروبار کرنے لگے۔ ایسی بات آپ جیسے حضرات سے بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ اُس شخص کے یہ کہنے سے ہم پر نہایت ہی گہرا اثر ہوا اور ہم غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ راہ حق میں ہی مشغول ہو جائیں، اب اس راستے سے ہٹنے سے مشہوری و بدنامی حاصل ہوگی اور اگر دنیاوی کام کرنے لگیں تو کوئی ہمیں کرنے نہیں دے گا۔ وہ اصیل گھوڑی اگلے دن صبح گر کر مر گئی اور ہم نے بھی دنیا اور اہل دنیا سے ربط و ضبط ترک کر دیا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ مولانا نور الدّین جولاہہ جو کہ حضرت ایشاںؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے اصحاب میں سے تھا، وہ ہمیشہ حضرت ایشاں (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے جمیع اصحاب کے لیے مسجد میں جانماز بچھاتا۔ ایک دن اُس نے ایک عظیم الشان دعوت کی اور اُس دعوت میں آنحضرتؐ کے جملہ اصحاب کو بلایا۔ جس وقت حضرت ایشاںؒ کے اصحاب دعوت میں شریک ہونے کے لیے مولانا نور الدین کے گھر جانے لگے تو حضرت ایشاںؒ نے مولانا نور الدینؒ سے کہا کہ اگر ہم بھی تمہاری دعوت میں شرکت کرنے کے سلسلے میں موافقت کریں اور مع اپنے اصحاب کے

Marfat.com

تمہارے گھر چلے آئیں تو کیا تم خوش ہو جاؤ گے؟ اُس کے جواب میں مولانا نورالدینؒ نے عاجزی و انکساری سے سلام کیا۔ یُوں حضرت ایشانؒ اپنے جملہ اصحاب کے ساتھ مولانا مذکور کے مکان پر گئے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ جب دستر خوان بچھا کر کھانا چن دیا گیا اور آنحضرتؒ تناول طعام میں مشغول ہو گئے تو میں نے پنکھے کی رسّی تھام لی اور آنحضرتؒ کو ہوا دینے لگا۔ آنحضرتؒ کے بعض اصحاب نے میری کارگزاری دیکھ کر مجھ سے کہا کہ آپ بھی بیٹھ جائیں اور کھانا کھائیں، آنحضرتؒ کو پنکھا کھینچ کر ہوا دینے کی خدمت ہمارے سپرد کر دیں۔ جس پر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ اِس وقت پنکھا جھلنے کا تعلق مولانا محمد یحییٰ اٹکیؒ سے ہے اور آپ حضرات اپنا اپنا کام کریں۔ آنحضرتؒ کا یہ کلام سن کر اصحاب متفکر و مُتردد ہوئے اور انہوں نے یہ چاہا کہ میرے لیے کھانا الگ سے رکھ لیں۔ آنحضرتؒ نے اصحاب کو منع کیا اور فرمایا کہ مولانا ہمارے ساتھ شریک ہیں، جو کھانا ہم سے باقی بچ جائے گا اسے مولانا محمد یحییٰؒ تناول کریں گے۔ جب آنحضرتؒ اور آپ کے اصحاب نے کھانا کھا لیا تو دستر خوان اٹھا دیا گیا۔ آنحضرتؒ نے مجھے فرمایا کہ اب تم بیٹھو اور پنکھا جھلنے کا کام اپنے اصحاب کو دے دیا کہ وہ مروحہ کھینچیں تا کہ انہیں ہوا دے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کھانا کھاتے وقت تم لوگوں کو پنکھا کھینچنے کی خدمت پر مامور کر دیا جاتا تو تمہاری طبیعت پریشان ہو جاتی، اس لیے کہ آپ لوگوں کے دل کھانوں کی طرف لگے ہوئے تھے جب کہ مولانا محمد یحییٰؒ کا دل چیزوں کی طرح اپنی جگہ سے کہیں اور نہیں جاتا اس لیے وہ مشغول خدمت رہے۔ ایک ساعت بعد آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر کو چل پڑے، پھر مولانا نظامیؒ سے یہ کہتے ہوئے کہ کھانا جو باقی بچ گیا ہے وہ مولانا محمد یحییٰ (جی بابا) کا حصہ ہے جو اُن تک پہنچ جانا چاہیے، آنحضرتؒ حرم سرا میں چلے گئے۔ مولانا نظامیؒ حجرے میں آئے اور طعام کا ایک دوسرا طبق میرے لیے لائے۔ اور جو کھانا آنحضرتؒ کے تناول فرمانے کے بعد باقی بچ گیا تھا اور جس کے لانے کے لیے مولانا نظامیؒ مامور کیے گئے تھے وہ نہ لائے، یہ سراسر حکم کی خلاف ورزی

تھی اور مولانا نظامی کا ایسا کرنا مجھے اپنی فراست سے معلوم ہو گیا۔ اِس بنا پر میں نے مولانا نظامی کا لایا ہوا کھانا لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آنحضرتؒ نے تناولِ طعام کے دوران جو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مولانا محمد یحییٰ ہمارے ساتھ شریکِ طعام ہے اور اس دوران میں آنحضرتؒ نے مجھے اپنی خدمت پر مامور فرمایا جس سے مجھے وہ خوشی حاصل ہوئی کہ میں اگر تین دن تک بھی کچھ نہ کھاؤں پیوں تو بے طاقتی اور اضطراب مجھ پر غلبہ نہیں پائے گا۔ جب ایک ساعت گزرنے پر آنحضرتؒ حرم سرا سے باہر تشریف لائے تو انہوں نے مولانا نظامیؒ سے دریافت کیا کہ مولانا یحییٰ نے کھانا کھایا ہے؟ میں تو اُس وقت مسجد میں تھا البتہ جو کچھ میں نے مولانا نظامیؒ کے جواب میں کہا تھا وہ مولانا نظامیؒ نے آنحضرتؒ کے حضور عرض کر دیا، جسے سن کر آنحضرتؒ پھر حرم میں چلے گئے۔ جب آنحضرتؒ نمازِ ظہر کے لیے حرام سرا سے باہر تشریف لائے تو انہوں نے مولانا نظامیؒ سے دوبارہ دریافت کیا۔ مولانا نے جو کچھ صبح کے وقت عرض کیا تھا اُسے دوہرا دیا۔ اُس وقت میں بھی حاضر تھا۔ آنحضرتؒ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ جو کچھ مولانا نظامی کہہ رہے ہیں، کیا تم نے واقعی یہ کہا ہے کہ اِس خوشی میں تین دن تک کچھ نہیں کھاؤں گا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں نے کہا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت نے تھوڑا سا سکوت کیا۔ پھر سرد آہ بھرتے ہوئے کہا کہ نفس ایک قوی دشمن ہے جو ہمیشہ گھات میں رہتا ہے اور جب اسے موقع مل جاتا ہے تو حملہ آور ہو کر اپنے مدمقابل کو زیر و زبر کر دیتا ہے۔ اور ایسے دشمن سے خاطر و مدارات سے کام لینا چاہیے۔ اُسے اس قدر بھوک سے آزار نہیں پہنچانا چاہیے کہ وہ موقع پا کر انتقام پر اُتر آئے۔

۱

آپ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ میں ایک بار اٹک سے لاہور گیا اور آنحضرتؒ (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت کے شرف سے مُشرف ہوا۔ آنحضرتؒ اُس وقت دروازے میں کھڑے تھے تقریباً نیم ساعت میں آنحضرتؒ کی خدمت میں کھڑا رہا اور ابھی میں پاؤں سے جوتے بھی اُتارنے نہیں پایا تھا کہ آنحضرتؒ نے مجھے وطن واپس

Marfat.com

جانے کے لیے رخصت کر دیا، پس میں آنحضرتؒ کے رخصت کر دینے پر میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ صبح کا وقت تھا کہ میں لاہور سے عازم اٹک ہوا۔ اتنی جلدی رخصت کر دیے جانے پر میں راستے میں روتا جا رہا تھا۔ نورِ فراست کے سبب میں نے جان لیا کہ میرے رخصت ہونے کے باعث آنحضرتؒ کے دل میں تشویش جگہ پا چکی ہے۔ جس کے سبب آنحضرتؒ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ تم سے کوئی ایسا ہے جو مولانا محمد یحییٰ کو ہمارا نام لیے بغیر واپس لے آئے اور یہ نہ کہے کہ آنحضرت نے طلب فرمایا ہے؟ آنحضرت کے فرمانے پر آپ کے اصحاب ایک ایک کر کے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ واپس لوٹ آؤ کہ اِس وقت سفر کرنے کا وقت نہیں رہا، رات آرام کرو اور کل دریا پار کر کے چلے جانا۔ لیکن میں نے اُن کی اس بات کو قبول نہ کیا اور اسی طرح آنحضرتؒ کے اصحاب دوران سفر بار بار التجا کرتے رہے۔ میں نے اصحاب سے کہا کہ جب آنحضرتؒ نے مجھے رخصت کر دیا تو اب دوسروں کی باتوں میں آ کر کیسے واپس لوٹ جاؤں اور کس طرح رات لاہور میں ٹھہروں؟ جب اصحاب نے یہ دیکھا کہ میں کسی طرح بھی اُن کا کہا مان کر واپس نہیں پلٹ رہا تو کچھ لوگ میرے قریب رُک گئے اور ہم نے نماز مغرب اکٹھے ادا کی۔ بعد ازاں میں کشتی پر سوار ہو گیا اور رات دریائے راوی کے کنارے قیام کیا۔ رات کے وقت دریا کے اُس طرف سے قوالی کی آواز آنے لگی تو میں نے آنحضرتؒ کی مفارقت کے سبب رونا شروع کر دیا۔ جب رات گزری اور دن ہوا تو میں اٹک کو روانہ ہو گیا۔ اُس وقت ایک قوال ہندی کے یہ بیت پڑھ رہا تھا:

دردِ یاراں گھائل کیتی، پھڑ دی چپ چپاتی
سیاں نال کھیڈن چھڈیا، سونا چھڈیا راتی
ترے ستہ طبیب سدائے، کسی نہ زحمت پاتی
سیئیں وربیاں دی جاوے زحمت جاں شوہ پاوے جھاتی

(یہ بھی تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ کافی، شاہ حسین کی ہے۔ جن کا

Marfat.com

تعلق شاہدرہ، لاہور سے تھا۔ مرزا حامد بیگ۔)

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اٹک سے آنحضرتؒ (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں لاہور گیا۔ میں نے اٹک سے لاہور تک کی طویل مسافت کو تین چار دن میں طے کرلیا تھا جس کے سبب حد درجہ تھکاوٹ اور خستگی کا شکار ہو چکا تھا۔ جب آنحضرتؒ کی خدمت کے شرف سے مشرف ہُوا اور ابھی بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک شخص بیٹھا ہے تمہیں فوراً اس شخص کے پاس چلے جانا چاہیے اور پاؤں کے بل بیٹھے بیٹھے اکتالیس مرتبہ سورۂ مزمل پڑھ کر اُس شخص پر پھونکنی چاہیے۔ اپنے آپ میں اِس کام کی انجام دہی کی طاقت نہ دیکھتے ہوئے میں نے عذر کیا کہ میں ایسا نہیں کرسکتا۔ پھر میں نے آنحضرتؒ سے عرض کیا کہ آپؒ کی راہ میں اور آپؒ کے فرمودات میں تو اس قدر محنت و مشقت نہیں ہوتی، ہوسکتا ہے مجھ سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہو کہ آپؒ مجھے اس قدر محنت و تکلیف اُٹھانے کا حکم دے رہے ہیں اور وہ بھی اُس وقت جب بارہ دن کی مسافت تین چار روز میں طے کر کے میں یہاں آیا ہوں۔ یہ سن کر آنحضرتؒ نے تبسّم فرماتے ہوئے کچھ نہ کہا۔ میں گیا اور یہ کام کیا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ لاہور سے اٹک آیا۔ دو راتیں قیام کیا اور نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد عازمِ لاہور ہُوا۔ جب میں وہاں پہنچا اور آنحضرتؒ کی خدمت کے شرف سے فیضیاب ہوا تو آنحضرتؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ دوبارہ جلدی یہاں آنے کا سبب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تو آپ پر ظاہر و آشکارا ہے۔ آنحضرتؒ نے جب بار بار پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ آپ میرے آنے کا سبب اچھی طرح جانتے ہیں۔ پس انہوں نے تغافل کیا۔ جب رات گزرنے کے بعد دن ہُوا، نمازِ اشراقؒ کے بعد آنحضرت کے جُملہ اصحاب بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرتؒ کے فرزندوں میں سے ایک فرزند بھی اُس محفل میں موجود تھے اور آنحضرتؒ اُس وقت مجھ پر نہایت شفقت فرمارہے تھے اور اس دوران میں جب بھی میرا نام آپؒ کی زبان مبارک

سے ادا ہوتا تو نہایت ہی عزت و احترام سے ادا ہوتا اور مجھ پر بہت زیادہ عنایات اور بہت سی رعایتیں برتی جا رہی تھیں۔ اُس وقت میرا لباس اِس قدر رزبوں اور کم مایہ تھا کہ کسی فقیر و بے نوا کا بھی کیا ہوگا، اس سب کے باوجود آنحضرتؒ میری نسبت وارفتگی کا اظہار فرما رہے تھے، جس سے محفل میں موجود وہ عزیز اپنے دل ہی دل میں آنحضرت سے برسرِ پیکار تھا اور میرے ساتھ رقابت محسوس کر رہا تھا جب کہ میں اُس عزیز کی نظروں میں نہایت ہی حقیر اور بے مقدار تھا۔ آنحضرتؒ نے اُس عزیز کے دلی خیالات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد مجھ سے پھر پوچھا کہ تم اتنی جلدی کیوں آئے ہو اِس کا سبب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ سبب تو آپ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں۔ جب تین چار مرتبہ ان باتوں کا تبادلہ ہوا تو آنحضرتؒ نے فرمایا: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم تمہارے جلد لاہور آنے کا سبب جانتے ہیں لیکن اِن یاروں کے دل کی تسلی کس طرح ہوگی اس لیے تمہیں چاہیے کہ اپنے جلد آنے کا سبب بیان کرو تاکہ اُسے سب سنیں اور جان لیں۔'' پس میں نے کہا: ''جب میں اٹک گیا اور رات وہیں مقیم رہا، جمعہ کا دن آنے پر نماز جمعہ ادا کی، رات کو میں قبلہ رُخ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان باغ ہے اور اُس باغ میں قسم قسم کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور طرح طرح کے خوشبودار پھول اُگے ہوئے ہیں اور اس باغ کے درمیان ایک عظیم الشان اور بہت بڑا دریا بہہ رہا ہے اور اُس دریا کا سارا پانی میرے سینے پر گر کر نیچے جا رہا ہے اور میں اس واقعہ کا معائنہ کر رہا ہوں۔ جبکہ اس دریا کا سرا ظاہر نہ تھا اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے یہ صورتحال دیکھی تو مجھے تعجب ہوا جس پر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ دریا کہاں سے آیا ہوگا میں اُس کی جستجو میں لگ گیا کہ اس باغ کی انتہائی حد تک جان سکوں کہ کہاں ہے۔ میں اُس مسجد سے اٹھا اور اُس دریا کے کنارے چل پڑا اور اسی طرح چلتا رہا، یہاں تک کہ کل آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس دریا کا ایک سرا تو میرے سینے سے جڑا ہوا تھا جب کہ اس کا دوسرا سرا آپ کے سینے میں پیوستہ تھا اور اُس دریا کا سارا پانی

Marfat.com

آپ کے سینے سے نکل کر میرے سینے میں گر رہا تھا اور اس کا میں اب بھی معائنہ کر رہا ہوں۔" تب آنحضرتؒ نے سکوت فرمایا اور اُس عزیز کے دل میں موجود ہر طرح کی جنگ و خصومت دُور ہو گئی۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں صالح نامی ایک شخص کو اپنے ہمراہ لے کر لاہور گیا، جب میں آنحضرتؒ (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت سے شرف یاب ہوا تو آنحضرت نے میرے ہمراہی کے احوال کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا کہ یہ جوان کچھ حاصل کرنے کا خواہش مند ہے اور طلب کی اُمید لیے میرے ہمراہ آیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اِسے کیوں پریشان کیا اور اِس کو تگ و دو میں ڈال دیا، تمہیں چاہیے تھا کہ اسے وہیں طریقۂ تعلیم بتا دیتے۔ میں نے عرض کیا کہ اکثر اصحاب طریقۂ تعلیم جاننے کے لیے آنجنابؒ سے ہی رجوع کرتے ہیں اور آپؒ کی خدمت میں رہتے ہوئے آپ کی توجہ شریف کی بدولت اپنے مقصد و مُدعا کو پا لیتے ہیں اور میں تو اس سارے عرصے میں صرف ایک شخص کو ہی لایا ہوں اور آنحضرتؒ یہ فرما رہے ہیں کہ اسے کیوں پریشانی میں مُبتلا کیا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؒ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ میں اِس آدمی کو لانے سے ناراض ہُوا ہُوں بلکہ میں تو اس سبب سے کہہ رہا ہوں کہ طالب کو غفلت و لاپروائی اور تذبذب کا شکار نہیں ہونے دینا چاہیے اور طریقۂ علمِ تعلیم کے دوران اسے عضوِ مُعطل نہیں بنا دینا چاہیے۔ اگر تم اِس طالب کو وہیں طریقۂ تعلیم بتلا دیتے تو اِس سفر کے دوران یہ غفلت میں مُبتلا نہ ہوتا۔ جب کبھی کوئی طالب آئے تو بغیر کسی غفلت و لاپروائی کے اسے طریقۂ تعلیم بتا دینا چاہیے تاکہ اگر وہ ایک سانس بھی پیشتر یادِ خدا میں مشغول ہو جائے تو یہ بھی غنیمت ہے۔ اب ہم تمہاری خاطر اسے کچھ بغرضِ تعلیم کہے دیتے ہیں، چند دُوسرے طالب جو طریقۂ تعلیم جاننے کے لیے دُور دراز کا سفر کر کے آئے ہیں انہیں تم طریقۂ تعلیم سے آگاہ کر دو۔ اس کے بعد صالح نامی جوان کو جو مولانا محمد یحیٰؒ (حضرت جی باباؒ) کے ساتھ اٹک سے

Marfat.com

آنحضرتؒ کی خدمت میں لاہور پہنچا تھا آنحضرتؒ نے استخارہ کرنے کا حکم دیا۔ (حضرت جی باباؒ فرماتے ہیں) نماز فجر کے بعد میں نے صالح سے کہا کہ غسل کر لے اور آنحضرتؒ کی خدمت میں تنہا حاضری دے۔ صالح، جب غسل کرنے کی غرض سے گیا اور بڑی تاخیر کے بعد بھی نہ آیا تو میں اُس کا پتہ کرنے کے لیے کہ اتنی دیر تک کیوں نہیں آیا، اُس کے پیچھے گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو صالح پر لرزہ طاری تھا اور خجالت و شرمساری کے قطرے اس کے چہرے سے ٹپک رہے تھے۔ میں نے اُس سے کہا کہ تیرا یہ سارا اضطراب و بے چینی و اضطرار کس سبب سے اور تجھ میں کیسے در آیا؟ بادشاہوں کی صحبت اختیار کرنے کے لیے دل و جگر میں طاقت ہونا لازم ہے لیکن جب بادشاہ مائل بہ کرم ہیں اور خود اپنی صحبت میں شامل کر لیتے ہیں تو اُس صورت میں دل کو قوی رکھنا چاہیے۔ اس میں قلق و اضطراب اور پریشانی و پشیمانی کی کونسی جگہ ہے؟ اس پر صالح نے کہا کہ میرا یہ سارا شور و شغب آنحضرتؒ کی ہیبت کے سبب سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرتؒ نے تو نہایت لطف و کرم سے مجھے اپنی حمایت و پناہ میں لے لیا ہے۔ لیکن آنحضرت کے فرمانے پر رات کے وقت میں نے استخارہ کیا تو میں نے عجیب و غریب چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ یہ شرمساری میری ہرزہ کاریوں کی وجہ سے ہے۔ ہر اچھا بُرا عمل جو ایک طویل مدت سے مجھ سے وقوع پذیر ہوتا آیا ہے، رات کے وقت وہ سب میرے سامنے رکھا گیا اور مجھے اُن سے آگاہ کیا گیا۔

وَيَقُولُونَ يٰوَيلتنا مَالِ هٰذا الكتاب لا يُغا دِرُ صَغيرَةً وَّلاَ كبيرَة اِلَّا احْصٰهَا ، میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔

(ترجمہ: اور کہیں گے ہائے شامت۔ یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی بات کو، اور سب کچھ لکھ رکھا ہے۔)

دیکھیے: سورۃ:۱۸، آیت:۴۹۔ مترجم

تب میں نے صالح کو بشارت دی کہ یہ جگہ نہ تو ہولناک ہے اور نہ ہی ڈرنے

والی ہے، بلکہ جس کسی پر سعادت و نیک بختی کا دروازہ وا کیا جاتا ہے، اُس کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے اور اُس شخص کی تمام عمر میں کیے گئے اچھے بُرے افعال و اعمال اُس کے رُو برو پیش کر کے اُسے تنبیہہ کی جاتی ہے اور اُسے کام پر متوجہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا دریا بن اور نیاز حاصل کرنے کے لیے تیار ہو جا۔ یہ سن کر صالح نے غسل کیا اور آنحضرت کے پاس خلوت میں حاضر ہو گیا۔ بعدازاں میں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ دور دراز علاقوں سے حصول مقصد و مدعا حاضر ہونے والے طالبوں کو بھی آپ ہی طریقۂ تعلیم سکھا دیں تاکہ وہ بھی آپ کے انفاسِ مبارک سے بہرہ ور ہو سکیں۔ آنحضرتؒ نے اس خیال کو قبول کر لیا اور صالح کو اُن جوانوں کے ساتھ، جنہیں پہلے میرے حوالے کر دیا گیا تھا ایک صحبت میں طریقۂ تعلیم بتا کر ریاضت میں مشغول کر دیا۔

آپؒ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ شروع حال میں مجھے ایک عجیب و غریب کیفیت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس وقت میں طالبانِ حق کو طریقہ کی تعلیم دیتا تو وہ بے اختیار ہو جاتے اور سب کے سب بے خود اور بے ہوش ہو جاتے۔ چونکہ طریقۂ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم میں یہ حالت ناپسندیدہ و نامقبول ہے، اس لیے مجھے تشویش لاحق ہوئی اور بغیر کسی کو مطلع کیے کہ میں کہاں جا رہا ہوں، میں نے لاہور کا قصد و ارادہ کیا اور حضرت ایشاں (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی خدمت کے شرف سے مشرف ہونے کا عزم کیا تو اپنے اس عزم و ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اٹک سے لاہور تک کی طویل مسافت کو پانچ دن میں طے کیا اور عصر کے وقت حضرت ایشاںؒ (حضرت سعدی بلخاری) کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ خدمت سے فیضیاب ہُوا۔ قبل اِس کے کہ میں اپنے احوال کے بارے میں حضرت ایشاںؒ (سعدی بلخائیؒ لاہوری) کے حضور عرض کرتا آنحضرتؒ نے فرمایا کہ طالبان حق کو کیوں تکلیف دیتے ہو اور اُن پر سختی کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اپنے احوال کے بارے میں بیان کرو۔ میں نے کہا کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرتؒ نے فرمایا

Marfat.com

ہے جب کہ آنحضرتؒ سے تو کچھ بھی پوشیدہ و پنہاں نہیں ہے۔آنحضرتؒ نے فرمایا کہ اگر چہ ایسا ہی ہے لیکن اس کے باوجود تم اپنی زبان سے اپنا حال بیان کرو۔تب میں نے اپنی حقیقت حال بیان کر دی۔آپؒ نے فرمایا کہ تم تمام رات بیدار رہتے ہو۔میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔پس آنحضرتؒ نے فرمایا کہ آدھی رات کے پہلے نصف حصے میں نماز میں مشغول رہنا چاہیے اور بقیہ رات کے ابتدائی حصے میں سونا چاہیے۔البتہ شب کے آخر میں بیدار رہنا چاہیے تا کہ طالبان حق سختیوں اور مشکلات کا شکار نہ ہوں اور بےخود و بے ہوش نہ ہوں۔تب آنحضرتؒ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ اکثر مشائخ، مریدوں اور طالبانِ حق کی بےخودی و بے ہوشی کو جانتے ہوئے بھی اس بات کے پوری طرح خواہشمند ہوتے ہیں اور مخلوق خدا میں اپنی شہرت اسی واسطہ میں تلاش کر رہے ہوتے ہیں اور اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ خلقِ خدا میں اُن کی شہرت اسی سبب سے ہوتی ہے، بلکہ جنوں کی تسخیر کرتے ہیں۔یہاں تک کہ جب وہ مشائخِ کرام طالبانِ حق کو تلقین ذکر کرتے ہیں تو اُس وقت طالبانِ حق کو جن حرکت میں لاتے ہیں اور لوگ اسے اپنے شیخ کا تصرف باطنی جانتے ہوئے اُن کے مطیع و تابع ہو جاتے ہیں۔اور تمہیں اس قسم کے تصرف سے احتراز کرنا چاہیے۔میں نے کہا کہ آنحضرت پر سب کچھ بخوبی ظاہر ہے کہ میں اس قسم کے تصرفات کا خواہاں نہیں ہوں۔اُن دنوں ٹھٹھہ کی طرف سے کچھ طالبان حق آئے ہوئے تھے۔آنحضرتؒ نے فرمایا کہ اب جاؤ اور اُن طالبانِ حق کو طریقہ کی تعلیم دو اور تلقین ذکر کرو۔چونکہ ٹھٹھہ کے یہ لوگ بڑے گرم مزاج، تُند خو اور سخت قسم کے تھے اس لیے آنحضرتؒ کے حضور گوش گزار کیا کہ یہ لوگ تو آگ ہیں اور آپ، آگ کو آگ کے حوالے کر رہے ہیں۔آنحضرتؒ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔بہت سے طالبانِ حق قندہار سے آئے ہوئے ہیں۔اب تم اُن کو بھی ذکر کی تعلیم دو۔میں نے ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے کہا: ''میں ڈرتا ہوں کہ یہ سب کے سب بےخود و بے ہوش نہ ہو جائیں۔'' یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا کہ ہم نے تمہاری یہ حالت

Marfat.com

سلب کر لی ہے۔ اب جاؤ اور دلجمعی سے انہیں تعلیم دو۔ میں گیا اور اُن طالبانِ حق کی تعلیم کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ذکر کی تعلیم دینے لگا۔ آنحضرتؒ کے توجہ فرمانے اور التفات کی بدولت اُن طالبانِ حق کو مطلقاً بے ہوشی نہ ہوئی اور وہ سب کے سب اپنے مقصودِ حقیقی کو پانے میں کامیاب ہو گئے۔ میں آنحضرتؒ کی خدمت میں صرف ایک رات ہی حاضر رہا تھا کہ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد مجھے اٹک جانے کے لیے رخصت کر دیا گیا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ جس وقت مجھ پر آمدن کے دروازے کھول دیئے گئے اطراف و اکناف کے لوگ میری طرف رجوع کرنے لگے اور ان آنے والے لوگوں سے فتوحات ملنے لگیں تو دوست احباب اور ہر آنے جانے والے کی خدمت خاطر کے لیے بہت زیادہ کھانا پکایا جانے لگا۔ کھانا چونکہ بڑے اہتمام سے پکایا جاتا تھا اور بڑا پُر تکلف ہوتا تھا اس لیے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کھانا کھانے کے لیے اُمڈ آتی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ آنحضرت (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے تصرف و توجہ فرمانے کے سبب سے ہی ہے۔ ایک رات میں نمازِ تہجد کے بعد اٹھا۔ اپنے یاروں اور اصحاب کی طرف دیکھا کہ وہ سب کے سب خوابِ غفلت میں پڑے ہیں اور اُن میں سے ایک بھی حق سُبحانہ کی یاد میں مشغولِ عبادت و ریاضت نہیں ہے۔ مجھے اپنے یار و اصحاب کی یہ حالت انتہائی بری لگی جس پر بغیر اس کے کہ میں کسی کو اپنے پروگرام سے آگاہ کروں میں بڑی سرعت کے ساتھ لاہور گیا اور آنحضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ موقع پا کر عرض کیا کہ میں یہ بات یقین سے جانتا ہوں کہ یہ سب فتوحات آپ کے تصرف کے سبب سے ہیں لیکن میں اپنے یاروں کو حد درجہ غافل دیکھ رہا ہوں اور طالبانِ حق کو یادِ خدا سے غافل پا رہا ہوں۔ جو کوئی راہِ خدا کی طلب کی خاطر میرے پاس آتا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ اپنے نان و نفقہ کا خود بند و بست کرے یا بھُوکا رہ کر اپنا وقت بسر کرے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے۔ میں ان طالبانِ حق کو طعام اور آش دے کر مخلوقِ خدا میں شہرت و ناموری کا خواہشمند نہیں ہوں کہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں شخص بہت بڑا شیخ بزرگوار ہے اور وہ

Marfat.com

اس قدر مخلوق خدا کو کھانا کھلاتا ہے۔ مجھے جو چیز درکار ہے وہ خُدائے بزرگ و برتر کی یاد ہے، جس میں طالبانِ حق مشغول رہیں، خواہ وہ بھوکے رہیں، خواہ وہ اپنے گھر سے کوئی چیز کھائیں۔ میں آنحضرتؒ کی توجہ سے اس بات کی اُمید رکھتا ہوں کہ فتوحات کے یہ دروازے مسدود کر دیئے جائیں۔ کوئی شخص نہ تو کوئی چیز معاملت کے طور پر میرے پاس لائے اور نہ ہی بطور نیاز ایسا کرے۔ یہ سن کر آنحضرتؒ نے فرمایا: ''تمہیں خداوند بزرگ و برتر نے یہ توفیق دی ہے اور تم ایسا کر سکتے ہو، پس اِن فتوحات کے دروازے مسدود کر دیئے گئے۔'' اب ہم اور ہمارے یار احباب گداگری کر کے روٹی مانگنے سے لے کر دنیا بھر کی نعمتوں تک جیسی بھی صورت حال ہو، راضی برضا رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر یاروں کو گداگری کر کے بھی روٹی حاصل کرنی پڑے تو وہ اس پر ہی قناعت کر لیتے ہیں اور زیادہ کا لالچ نہیں کرتے۔

آپؒ (حضرت جی بابا) نے فرمایا کہ احوال کی ابتدا میں اگر ہم کہیں سفر کر رہے ہوتے اور اُس دوران بارش ہو جاتی تو اُس بارش سے ہمارا پہنا ہوا خرقہ بھی تر نہ ہوتا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جب میں راہِ خدا کی طلب و جستجو میں پھر رہا تھا تو یوں پھرتے پھراتے ایک صحرا میں پہنچ گیا جو کہ بے آباد تھا۔ اتفاقاً بارش برسنے لگی اور ہر طرف پانی نے سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔ جب رات ہوگئی تو میں نے چاہا کہ کچھ آرام کر لوں کیونکہ رات کی تاریکی اور بارش کی شدّت کے باعث سفر کرنا ممکن نہیں رہا تھا اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں پانی نہ ہو اور جہاں سویا جا سکتا ہو۔ اسی دوران بجلی چمکی اور مجھے کانٹوں کا ایک گٹھر دکھائی دیا۔ میں نے اُس گٹھر کو اپنے پاؤں کے نیچے دبایا اور اپنے سونے کی جگہ بنانے کے لیے ڈال دیا۔ پھر میں کانٹوں کے اس گٹھر کے اوپر سو گیا۔ پاؤں سیدھے کرنے کے لیے چونکہ جگہ نہیں بچی تھی اس لیے انہیں اپنی طرف سمیٹ لیا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت ایشاں علیہ الرحمتہ (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) سے ایسی حالت میں رخصت ہوا کہ میرے پاس زادِ

راہ کے طور پر کچھ بھی نہیں تھا، یہاں تک سرائے پیر جلال تک میں بھوکا ہی رہا اور مجھے کھانے کے لیے کچھ نہ ملا اور اُس سرائے سے لاہور چھ منزلوں کی مُسافت ہے۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ آنخضرتؒ نے مجھے رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے پاس زادِراہ نہیں ہے، اس لیے جاتے ہوئے ہم سے کوئی چیز لیتے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میرے پاس اِس قدر زادِراہ ہے کہ جس سے میں اٹک پہنچ سکوں۔ یہ سن کر آنخضرتؒ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ جس پر میں نے کہا: ''میرے پاس ایک تنگہ (عہد عالمگیری میں رائج ایک سکّہ) ہے۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مکرر کہو تاکہ ہم بھی جان لیں کہ لاہور سے اٹک تک تم ایک تنگے سے کیسے پہنچ جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ لاہور میں ایک تنگے کے ایک سیر چنے مل جاتے ہیں، میں ایک تنگے کے ایک سیر چنے خرید لوں گا اور اُن چنوں میں سے ہر روز آدھ پاؤ چنے کھالیا کروں گا اور اِس طرح آٹھ دنوں میں چنے چباتا ہوا اٹک پہنچ جاؤں گا، اور اس قدر زادہ راہ ہماری ضرورت پوری کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ سن کر آنخضرتؒ نے فرمایا: ''تمہارا یہ زادِراہ نہایت خُوب اور اچھا ہے۔ اب جاؤ۔'' اور یوُں رخصت کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے اصحاب میں سے ایک، سلیمان نامی سندھی بھی تھا اور آنخضرت نے سلیمان کو پیش امام مقرر کر رکھا تھا۔ ایک دن اُس نے مجھے کہا کہ جس وقت تم یہاں آتے ہو، ایک یا دو راتیں حضرت کی خدمت میں رہا کرتے ہو۔ اِس سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے اور تمہیں اس سے کیا فائدہ مل سکتا ہے۔ دو تین مہینے آنخضرتؒ کی خدمت میں رہو تاکہ تمہیں بھی کشایش حاصل ہو۔ میں نے کہا کہ تم یہ باتیں کس لیے کہہ رہے ہو۔ میرا تو شب و روز میں سے کوئی وقت بھی آنخضرتؒ سے دوری میں نہیں گزرتا۔ میں ہر وقت آنخضرتؒ کے سامنے رہتا ہوں اور آنخضرتؒ میرے سامنے ہوتے ہیں علاوہ ازیں کچھ اور بھی باتیں ہوتی رہیں۔ سلیمان نے یہ باتیں میری عدم موجودگی میں شکوہ و شکایت کے انداز میں آنخضرت کے گوش

گزار کیں۔ آنحضرتؐ نے جب اُس کی یہ باتیں سنیں تو آپؐ کو اس وحشت ہونے لگی اور آپؐ نے اُسے امامتِ نماز کی خدمت سے معزول کر دیا۔ تب وہ اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہوا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو اُس نے اپنی تمام سرگذشت عذر و معذرت کے انداز میں میرے سامنے بیان کی اور سفارش کرنے کی درخواست کی۔ میں نے اُس کا عذر قبول کرتے ہوئے اُس کی تقصیر سے درگزر کیا اور اُسے آنحضرتؐ کی خدمت میں لے گیا۔ جب آنحضرت نے ہم دونوں کو باہم دیکھا تو وہ جان گئے کہ بات کیا ہے چنانچہ آنحضرتؐ نے دُور سے پکارتے ہوئے کہا: ''ہم نے تمہاری سفارش قبول کر لی ہے اور اسے پھر سے نماز پڑھانے کی خدمت پر مامور کر دیا ہے۔ تُم جاؤ۔'' اِسی دورانیہ میں مجھے میرے وطن اٹک جانے کے لیے رخصت کر دیا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جس وقت میرے وجود پر اسمِ ذات کے ذکر نے اس قدر غلبہ پالیا تھا کہ جو کچھ بھی میرے سامنے آتا، میری نظر پڑتے ہی وہ ذاکر بن جاتا اور ذکر کرنے لگتا۔ میرا میلانِ قلبی (قلبی رجحان) فرض نماز اور دیگر عبادات کی طرف نہیں رہا تھا۔ ایک مدت تک اُٹھنے کا شوق ہی نہیں تھا کیونکہ بہت سے اشغال تھے۔ ضرورتاً میں نے فرضیتِ نماز کی طرف نظر کی۔ اوقاتِ ضعیف میں بیٹھ کر حیلہ کیا کہ فرض نماز قضا نہ ہو اور نماز کو قضا ہونے سے بچانے کے لیے وقتِ جماعت مسجد میں پہنچ جاتا۔ لوگ تو ادائے فرض نماز میں لگ جاتے اور میں اپنے کام میں مصروف ہو جاتا جب کہ نماز کی ادائیگی کی طرف رغبت ہی نہ ہوتی۔ لوگ اس بات کا مشاہدہ و مُعائنہ تو کرتے کہ میں نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہوں جب کہ میں خود یہ جانتا تھا کہ میں نے نماز ادا نہیں کی اور وقت قضا کے قریب پہنچ چکا ہے، چنانچہ میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کر لیتا۔

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں جب کہ میں پوری طرح مشغول تھا، میں نے نماز ادا کرنے کے لیے طہارت کی اور ابھی میں نماز مکمل نہیں کر پایا تھا کہ صحرا میں پہنچ گیا، جہاں ایک درخت تھا جو بہت ہی بڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس

قدیمی درخت کے سب ریشے اور جڑیں زمین سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ اُس ویرانے میں لوگوں کی آمد ورفت نہیں تھی۔ وہاں کبھی ہوا نہیں چلی تھی اور نہ ہی کبھی وہاں بجلی گری تھی کیونکہ ہوا کا چلنا اس عظیم درخت کو بیخ بُن سے اکھیڑنے کا مُوجب بن سکتا تھا میں جانتا ہوں کہ قدرتِ خداوندی نے حکمت کی بنا پر اس درختِ عظیم کو بیخ و بن سے اکھاڑا ہوا تھا۔ پس میں اس عظیم درخت کے پاس گیا اور اس کے ریشوں کو دیکھا تو میں رونے لگا۔ جب میں نے اُس عظیم درخت کی گہرائی اور عبرت کو ملاحظہ کیا تو میں نے وہاں اپنا وجود نمودار ہوتے دیکھا اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میرے وجود میں بھی اسی مقدار میں رگ و ریشے ہیں، پس درخت کو چونکہ استقامت حاصل نہیں ہے اس لیے مجھے بھی استقامت میسر نہیں۔ اور ایک دن اسی درخت عظیم کی طرح میرے رگ وریشے بھی اپنی بیخ و بن سے اکھڑ جائیں گے، تب میں نے اپنے آپ کو یکسر فانی تصور کیا اور میں نے یقین سے جان لیا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ جب میں اُس جگہ و مقام سے گزرا تو میں نے ایک پرندہ دیکھا جو اسی صحرا میں پا شکستہ حالت میں زمین پر پڑا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے عبرت پائی اور اپنی حالتِ زار پر رونے لگا۔ اُس دن اس صحرا میں میں نے بہت سے عجائب وغرائب دیکھے جو ہماری عاجزی و بے چارگی پر دال تھے۔ اور جو ہمیں فانی ہونے کی خبر دے رہے تھے۔

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک بار جب میں لاہور جا رہا تھا تو دورانِ سفر ایک گاؤں میں پہنچا۔ وہاں اتفاقاً ایک عورت میرے پاس آ کر مجھے کہنے لگی: ''جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے مجھے بھی اُس میں شریک کر لے، اور اللہ کے دیے ہوئے سے مجھے بھی کوئی چیز دے۔'' میں نے کہا: ''خدا تعالیٰ دے گا۔'' اُسی وقت اس عورت پر یہ حالت طاری ہوئی کہ اس کے تمام اعضا الا اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے اور اِس طریقے سے اُسے عظیم لذت نصیب ہوئی۔ بعدازاں اُس عورت نے یہ تجویز کیا میں اُس رات اس کے گھر قیام کروں۔ میں نے کہا کہ حضرت ایشاں علیہ الرحمتہ و

الرضوان (سعدی بلخائیؒ) نے اِس طرح فرمایا ہے کہ تمام دن سفر کروں اور دورانِ سفر جس جگہ رات پڑ جائے وہیں شب بسری کرلوں، اور ابھی تو آدھا دن باقی ہے۔ بعد ازاں اُس عورت نے آنخضرتؒ کے بعض احوال کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ آنخضرتؒ کی خدمت میں جا کر میرا اسلام کہنا۔ میں وہاں سے روانہ ہوگیا۔ جب میں آنخضرتؒ کی خدمت سے مشرف ہوا تو آنخضرتؒ نے دورانِ سفر پیش آمدہ سوانح اور وقائع کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اِس پر میں نے جملہ پیش آنے والے سوانح و حوادث آنخضرتؒ (سعدی بلخاری) کے گوش گزار کیے۔ میں نے اُس عورت کے بارے میں بھی بتایا، جس نے اپنے ہاں شب بسری کی التماس و استدعا کی تھی۔ میری باتیں سننے کے بعد آنخضرتؒ نے فرمایا کہ جب کبھی اٹک کی طرف مراجعت کرو تو اُس عورت کے ہاں قیام نہ کرنا اور ایسے لوگوں کے احوال سے غافل نہ رہنا۔ البتہ اس کے حال پر غور کرو۔ جب میں نے اٹک کو مراجعت کی تو میں اُس گاؤں میں گیا اور اُس عورت کے گھر مقیم ہوا۔ وہ عورت، کہ جو کچھ اس کے گھر میں تھا یا اُس کی ملکیت میں تھا، سب کچھ نذر نیاز کے طور پر میرے پاس لے آئی۔ اُس وقت اُس عورت کا شوہر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ میں اس کی کسی چیز کو قبول نہیں کر رہا اور اس کی سب چیزیں اسے واپس کر رہا ہوں۔ تب اُس عورت نے کہا کہ اگر آپ کہیں اور اجازت دیں تو میں آنخضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے پاس لاہور جاتی ہوں۔ میں نے کہا کہ اگر آنخضرت تجھے اپنے ہاں آنے کی اجازت مرحمت نہ کریں گے تو تم وہاں خراب ہوگی، اس لیے بہتر یہی ہے کہ لاہور جانے کی بجائے اسی جگہ رہ کر آنخضرتؒ کے ساتھ اخلاصِ راسخ رکھ۔ اِس طرح تیرے تمام کام سرانجام پا جائیں گے۔ جب کہ آنخضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) ہر جگہ اپنے اخلاص مندوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں اس پر اُس عورت نے کہا کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی محبت ذاتی اس حد تک غالب آ چکی ہے کہ اُس نے اپنے آپ سے غائب والا تعلق کر دیا ہے۔ اب اگر میں اپنا ایک پاؤں آگ میں ڈال

Marfat.com

دوں اور میرے جسم کی ایک طرف جل بھی جائے تب بھی آہ وفغاں میری زبان سے نہیں نکلے گی، اور میرے بدن کی دوسری جانب رنجیدہ و غمگین نہیں ہوگی۔ میں نے کہا کہ (آگ سے) جلنا تو کافروں کے لیے ہے، تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آرام و راحت اور نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ اس لیے تمہیں اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔ تب صبح سویرے میں وہاں سے روانہ ہوگیا اور اب چند سال ہونے کو ہیں کہ میں اس عورت کے گھر نہیں گیا اور نہ ہی میں نے اُس کی صورت دیکھی ہے۔

آپ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گاؤں (سروالہ) سے اٹک جا رہا تھا، راستے میں دل میں خیال آیا کہ اگر کچھ رقم پاس ہو تو اسے بعض ضروری امور کی انجام دہی پر صرف کرلوں۔ یہ خیال آتے ہی اچانک گھوڑی پر سوار ایک عورت میرے سامنے نمودار ہوئی جب کہ اس کے ساتھ دو آدمی پیدل چلے آتے تھے۔ جب وہ میرے نزدیک پہنچے تو وہ عورت گھوڑی سے اتر آئی اور مجھے سلام کیا اور کہا کہ میں آپ کے قریب آنا چاہتی ہوں۔ اُس کی یہ بات سن کر میں درخت کے سائے تلے بیٹھ گیا اور اس سے کہا کہ بتاؤ مجھ سے کیا کام ہے؟ اُس نے پچاس روپے نکالے اور کہا کہ یہ آپ کی نیاز اور فتوح ہے۔ جب میں نے اُس زرِ نقد کو دیکھا تو مغموم ہوگیا اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ دورانِ سفر جو خیال میرے دل میں پیدا ہوا تھا اُس کی بنا پر حق سُبحانہ نے مجھے دنیا کی مصیبت میں مُبتلا کر دیا۔ تب میں نے اُس عورت سے پوچھا کہ تم یہ معاملت (نذرانہ) (۱۸) کیوں لائی ہو؟

اُس نے کہا کہ مشائخ میں سے بعض مجھے ولیہ کہتے ہیں اور وہ میری بزرگی اور ولایت پر نہایت اصرار کرتے ہیں اور میں نے اس خوشخبری پر اُن مشائخ میں نقد وجنس نثار کیا اپنا جان و مال سب کچھ لٹا دیا ہے۔ اب بعض مشائخ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اُن مشائخ کے فرمودات کی درستی اور راستی سے متعلق میرے حق میں گواہی دیں اور میرے بارے میں اُن بزرگوں کی کہی ہوئی باتوں کی سچائی

Marfat.com

مجھ پر ظاہر کریں تا کہ مجھے اپنی ولایت و بزرگی پر یقین آ جائے۔ اور یہ پچاس روپے آپ کا نذرانہ ہے۔ میں نے کہا کہ اس رقم سے اگر میں ایک فلس (چھوٹا تانبے کا سکہ) بھی لوں تو وہ بھی مجھ پر حرام ہے۔ تم اپنے ولیہ اور بزرگ ہونے کی تحقیق بھی اُن مشائخ سے ہی کرو، میں اس قسم کی باتوں کو نہیں جانتا یہ کہہ کر میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ آپ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آنخضرتؒ (حضرت سعدی لاہوریؒ) کے بہت سے اصحاب کے ساتھ (بیٹھک کے) دروازے کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور آنخضرتؒ کے اصحاب میں سے بعض مجھ سے کچھ باتیں دریافت کر رہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے پوچھا کہ بندہ کس قدر محنت و ریاضت کرے تو حضور تک پہنچتا ہے؟ تا کہ اُس کے لیے سعی و کوشش سے کام لیا جائے اور حضور تک آگاہی حاصل ہو سکے۔ اتفاقاً اسی دوران آنخضرت (سعدی لاہوریؒ) نے مجھے اندر اپنے پاس بلا لیا۔ جب میں اُٹھا تو اُن اصحاب نے کہا: ''جب تک آپ ہماری بات کا جواب نہیں دیں گے اُس وقت تک آپؒ اندر نہیں جا سکتے۔'' میں نے کہا: ''آپ سب کے لیے جواب یہ ہے کہ سب کے سب اسی جگہ بیٹھے رہو۔ باہم باتیں کرو اور بغیر گفتگو اور بغیر سعی و کوشش کے میری حضور میں طلبی ہو گئی۔ یعنی حصولِ حضور محض اللہ تعالیٰ کی بخشش اور فضل و کرم پر منحصر و موقوف ہے اور اس سلسلے میں سعی و محنت ایک بہانے سے زیادہ کچھ نہیں۔''

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں لاہور گیا اور حضرت ایشاںؒ (سعدی بلخی ری لاہوریؒ) کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوا۔ حضرتؒ اٹھے، مجھ سے بغلگیر ہوئے، معانقہ کیا اور بہت ہی زیادہ التفات برتا۔ اس دوران میں مؤذن نے مغرب کی اذان دی اور آنخضرتؒ نماز کی ادائیگی میں مشغول و مصروف ہو گئے۔ جب آنخضرتؒ نے نماز ادا کر لی تو آپ نے مجھے اپنے حضور طلب کیا اور دوبارہ معانقہ کیا۔ جس پر بعض اصحاب نے عرض کیا کہ آنخضرت نے نماز سے پہلے مولانا محمد یحییٰ (حضرت جی باباؒ) سے معانقہ فرمایا تھا۔ یہ سن کر آنخضرتؒ نے فرمایا کہ اس وقت ہم

Marfat.com

خبر دار نہیں تھے۔ اُس وقت ہمیں خود اپنی یا کسی دوسرے کی خبر نہیں تھی۔

ماہ صفر ۱۱۱۲ھ (بہ مطابق: جولائی ۱۷۰۰ء) میں آپ (حضرت جی بابا) نے ایک تقریب میں فرمایا کہ اب پانچ سال کی مدّت ہوئی کہ ہم کبھی کبھی بشری تقاضوں کے سبب سو لیتے ہیں جب کہ اس سے چند سال پیشتر ہم کبھی سوئے ہی نہیں تھے۔ اب سو جانے کا سبب یہ ہے کہ ایک رات میں حضرت ایشان (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی مسجد میں بیدار تھا اور پاس انفاس رکھتا تھا جب کہ دیگر اہلِ مسجد خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ اُس رات آنخضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) بوقت نصف شب مسجد میں تشریف لائے۔ آنخضرتؒ کی یہ عادت تھی کہ اکثر طے شدہ اوقات سے ہٹ کر اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے اور دیکھتے کہ وہ (اصحاب) کس حال میں ہیں اور کونسا ذکر کرنے میں مشغول ہیں۔ ابھی آنخضرتؒ دریچہ سے باہر ہی تھے جب کہ اکثر آپ مسجد کے درمیان میں آ کر ٹھہر جاتے تھے۔ میں نے آنخضرتؒ کے پاؤں کی چاپ سنی تو کھانسا۔ آنخضرتؒ نے فرمایا کہ کیا تم بیدار ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میں بیدار ہوں۔ اس پر آنخضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے علاوہ دوسرا کون بیدار ہے؟ میں نے کہا کہ اس وقت تو اور کوئی بھی بیدار نہیں ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمہاری یہ بیداری سعادتِ جاودانی (ازلی نیک بختی) کے ضمن میں ہے اور یہ ازلی سعادت ہر کسی کو میسر نہیں آتی۔ پس آنخضرتؒ نے فرمایا کہ یاروں کا سونا تمہارے لیے دیوانگی کا موجب بنتا ہے۔ تم بھی ایک گھڑی سو لو۔ اُس دن کے بعد سے لے کر اب تک پانچ سال ہو گئے ہیں کہ میں بھی کچھ وقت کے لیے محوِ خواب ہو جاتا ہوں۔

آپ (حضرت جی بابا) فرماتے ہیں کہ شوق و غلبے کے آغاز میں راتوں کو مشرق و مغرب سے چاند اور سورج کی مثل روشنی ظاہر ہوتی تھی۔ جس کے انوار سے تمام عالم روشن و منور نظر آتا۔ ایک دن میں نے آنخضرت (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے سامنے اس بات کا اظہار کر دیا جب کہ آنخضرتؒ اپنے مخلصوں (مریدوں) کی نسبت

Marfat.com

پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ اس قسم کی چیزوں سے خوش ہو جائیں اور اس طرح اپنے اصل کام کے سرانجام دینے سے پیچھے رہ جائیں۔ اس لیے آپؒ نے فرمایا کہ ہم اس قسم کی چیزوں کو نہیں جانتے جن کو تم دیکھتے اور جانتے ہو۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک بار ایسا ہی ہوا کہ بعض علمائے ظاہر نے اٹک میں کہا کہ حقہ پینے سے روزے میں کوئی خلل وخرابی واقع نہیں ہوتی۔ جب علمائے ظاہر کی یہ بات ہم نے سنی تو اس سے ہماری طبیعت بڑی مکدر ہوئی۔ ہمیں تشویش ہوئی کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ دکھ بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ تب ہم نے سوچا کہ یہ علمائے ظاہر جو ایسی خلافِ شرع باتیں کرتے ہیں وہ کس طرح قیامت کے دن حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کریں گے۔ یہ تو دینِ محمدیؐ کی بنیادوں کے انہدام کے لیے سعی کر رہے ہیں اور خود کو ارکانِ اُمت اور دین کے ستون جانتے ہیں۔ اسی سوچ بچار میں، میں شہر اٹک سے باہر چلا گیا اور صحرا کی راہ چلتے چلتے پانی کے ایک چشمے تک جا پہنچا۔ وہاں میں نے طہارت کی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ میں اُس وقت تک بس اسی سوچ بچار میں تھا اور اس بات پر گریہ کناں تھا کہ اچانک حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے اور ہمارے روبرو تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی چشمہ سے وضو کیا اور ہماری دائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف دلی توجہ فرمائی اور فخرِ موجودات سرورِ کونین تاجدارِ انبیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علوم کے حقایق کو اوّل و آخر تک جس طرح میں جانتا ہوں اور کوئی نہیں جانتا۔ تیرا علم علم الاوّلین والآخرین ہے اور وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حقہ پینے سے روزے میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی اور ایسا کرنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا، جب تک دنیا میں ایسے لوگوں کا ایمان سلب نہیں ہوتا اور وہ اپنی اُسی حالت کو دیکھ نہیں لیتے وہ اس دنیا سے کوچ نہیں کریں گے اور نہ ہی اُس وقت تک اُن کی وفات ہوگی۔ بعد ازاں

حضرت پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تو اُٹھ اور چلا جا اور اپنے دل میں غم واندوہ کو جگہ نہ دے۔ اس پر ہم اُٹھے اور چل دیئے۔

آپ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ جس وقت حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ظہور پذیر ہوئے تو حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز نے بھی بہت زیادہ عنایات کیں اور از حد التفات فرمائی۔ بعد از اں حضرت قدس سرہ نے اپنا طریقہ ارشاد فرمایا۔ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں بیگانہ نہ جانو، ہم بھی تم سے ہیں اور تم ہمارا طریقہ خلقِ خدا کو تلقین کرنے کے سلسلے میں ہمارے نائب ہو۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اس قدر شفقت ومُروّتِ دلبرانہ طریق سے پیش آئے کہ انہوں نے مجھ کو بیگانے سے یگانہ کر دیا۔ انہوں نے اس قدر کشش کی کہ میرا دل حضرت غوث الاعظمؒ کا گرویدہ ہو گیا۔ حضرت قدس سرہ کے طریقے کے علاوہ دیگر طریقے سے مُتنفر ہو گیا اور میں دل وجان سے طریقۂ قادریہ کا میطع وتابع ہو گیا، یہاں تک کہ مجھے طریقہ نقشبندی پہ بھی التفات خاطر نہ رہا۔ ایک مدّت بعد میں نے حضرت ایشاں قدس سرہ (سعدی بلخاریؒ) اور سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین کی طرف رجوع کیا اور حضرت غوث الاعظم قدس سرہ نے پھر التفات کرتے ہوئے فرمایا کہ طریقۂ قادریہ بھی تمہارا طریقہ ہے اور ہمیں بیگانہ نہ سمجھو۔ اور یہ طریقہ بھی خلقِ خدا تک پہنچاؤ اور اسی طرح دیگر طریقوں مثلاً چشتیہ، سُہروردیہ، کبرویہ اور شطاریہ کے اکابرین نے بھی ظاہر ہو کر مجھے اپنی نیابت کی خلعت پہنائی اور بڑی خاص مہربانیاں کیں۔ لیکن باوجود ان سے نوازشات ومہربانیوں کے مجھے اس طریقہ سے وہ قلبی لگاؤ اور گرویدگی واقع نہ ہوئی جو اس سے پہلے طریقہ قادریہ سے ہو چکی تھی، اور جب میں نے حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے سامنے ان باتوں کا اظہار کیا تو حضرت ایشاں نے فرمایا کہ ہر کوئی اس عظیم منصب کے لائق نہیں ہوتا۔ یہ تو محض حق تعالیٰ جل شانہ کی مہربانی اور کرم ہے کہ تمہیں انہوں نے اس منصبِ عظیم سے ممتاز وسرفراز کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے فرزند محمد اسماعیل نے حصولِ علم کے لیے خواہش و طلب کی اور مطالعہ کرنے میں سعیِ بلیغ سے کام لیا پر اُن دنوں میں محمد اسماعیل کے احوال کی طرف توجہ نہ کرسکا۔ موسم گرما کی ایک رات جب سخت گرمی پڑ رہی تھی اور وہ مسجد میں چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرنے میں محو تھا۔ اتفاقاً وہ کسی کام کی انجام دہی کے لیے مسجد سے باہر آیا تب بہت وقت وہ چکا تھا اور رات کافی گزر چکی تھی۔ رات گئے اسے محو مطالعہ دیکھ کر مجھے دلی قلق ہوا اور میں نے دل میں کہا اے خداوند بزرگ و برتر، تو قادر مطلق ہے اور تو اسماعیل کو مطالعہ کرنے کی زحمت سے نجات دلا کر علوم کے دروازے اُس پر بغیر کسی محنت و مشقت کے بھی وا کرسکتا ہے۔ ابھی میں ان باتوں کے بارے میں دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبندی اور طریقۂ نقشبندیہ کے جملہ اکابرین قدس اللہ اسرارہم وروح اللہ ارواحہم ظاہر ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ تم ہرگز اس بات کو اپنے دل میں جگہ نہ دو کیونکہ محنت و کاوش سے حاصل کیا گیا ایک نکتہ بھی بغیر محنت و مشقت کے حاصل کیے گئے سیکڑوں نکات پر فوقیت و ترجیح پانے کا حامل ہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہؒ نے یہ چاہا کہ وہ اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر لیں۔ ابھی میں نے دل میں یہ چاہا تھا کہ کسی شخص کو کہتا ہوں کہ وہ حضرت قدس سرہ کے نماز ادا کرنے کے لیے جاء نماز بچھا دے تو حضرت قدس سرہ نے میرے دل میں پیدا ہونے والے اس خیال سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ جاء نماز بچھانے کی خدمت کے لائق صرف وہی شخص ہوسکتا ہے کہ جو دل و جان سے صداقت میں متحد ہو۔

ع ای من فدای آنکہ دلش با زبان یکیست (۱۹)

ترجمہ: میں تو اُس پر فدا ہوں، جس کا دل اور زبان ایک ہے۔

حضرت سرالاعظم مولانا (حضرت جی باباؒ) خود نماز کی امامت نہیں کراتے تھے بلکہ نماز میں کسی اور کو امامت کے لیے آگے کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن خلوت میں راقم الحروف (یعنی میاں محمد عمر چمکنی) نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حق تو یہ ہے کہ

Marfat.com

آپؒ نماز کی امامت کرایا کریں اور دوسرے آپؒ کی اقتدار میں نماز ادا کریں۔ پس یہ امر شریف یعنی نماز میں امامت کرانا جس کے حقوق کی ادائیگی آپ کماحقہ کرتے ہیں اور اس سلسلے میں مقتدیوں میں آپؒ سے بڑھ کر کوئی اس کے حقوق کو ادا کرنے والا نہیں ہوتا، پھر کیا وجہ ہے کہ آپؒ خود یہ فرض انجام دینے کی بجائے کسی اور کو اس انجام دہی کے لیے کہہ دیتے ہیں؟ اس پر حضرت قدس سرہ (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ ہم جماعت میں حاضر نہیں ہوتے، کسی اور جگہ گئے ہوئے ہیں اور وہاں نماز ادا کر لیتے ہیں۔ اگر ہم امامت شروع کر دیں اور خود کسی اور سمت چلے جائیں تو پھر مقتدی کیا کریں گے؟ اس مشکل کو دور کرنے کے لیے نماز پڑھانے کے لیے مستقل امام چاہیے جو ہر وقت دستیاب ہو، ہم اپنے سیلانی ہونے کے باعث امامت نہیں کراتے۔

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص جو جناب محبوب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے عقیدت و ارادت کی نسبت رکھتا تھا، آپ قدس سرہ کی نیاز اور معاملت کے لیے ایک بہت بڑی رقم نقدی کی صورت میں ہمارے پاس لے کر آیا لیکن ہم نے اُس کا لایا ہوا سب کچھ واپس کر دیا اور اُس میں سے کچھ بھی نہ لیا۔ اگرچہ اس شخص نے اُس لائی ہوئی نذر و نیاز کی کثیر رقم کے قبول کر لینے کے لیے بہت اصرار کیا لیکن ہمیں وہ نقدِ عظیم لینا کچھ اچھا نہ لگا اور جب وہ شخص اُس نذر و فتوح کو واپس لے گیا تو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں ایک بڑا دروازہ جسے طرح طرح کے تکلفات سے آراستہ کیا گیا تھا ظاہر ہوا۔ دیکھا کہ ایک نورانی وجود عزیز تشریف فرما تھا۔ ہم اُس دروازے میں داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اولیاء میں سے اوّل تا آخر سب کے سب حاضر ہیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی شان اُس مجلس میں دوسروں سے جداگانہ تھی۔ حضرت قدس سرہ نے سبز نورانی پوشاک زیب تن کر رکھی تھی۔ آپ قدس سرہ وہاں موجود جملہ اولیاء پر سبقت دکھاتے ہوئے استقبال کرنے کے طریق پر تھوڑی سی مسافت طے کر

Marfat.com

کے آ گئے آئے اور ہمارے دس بند (کنگن) سے پکڑ لیا اور بہت ہی زیادہ التفات کرتے ہوئے فرمایا کہ فقر اور تجرد ایسا ہونا چاہیے جیسے کہ تُو نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور ہم جوان کمالات و مراتب تک پہنچ گئے اُس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے دنیا کو اپنا محبوب نہیں بنایا اور جناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم کو جو یہ مناصب علیہ (اعلیٰ و بلند مناصب و مراتب) حاصل ہوئے ہیں وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کی پیروی کے سبب حاصل ہوئے ہیں اور اِس وجہ سے جس طرح ہمارا قدم جُملہ اولیٰ کی گردن پر ہے، اُسی طرح تیرا قدم بھی جُملہ اولیٰ کی گردن پر ہے۔

(ترجمہ قطعہ فارسی:) اس زمانے میں مشرق کی سرحد سے لے کر آستانۂ اقصیٰ تک خدا کے راستے پر چلنے والوں کا تُو ہی قائد و رہنما ہے۔ معارف کی تلاش میں نکلنے والے تجھے کہاں دیکھیں، کیونکہ تیری جان کی منزل تو نہایت دور و دراز ہے۔

اور اس دوران ہر ساعت حضرت قدس سرہ اپنی شفقت و مہربانی کا ہاتھ ہمارے سر اور پشت پر پھیرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ بابا ایسا ہونا چاہیے تھا جیسا کہ تُو ہے اور اُس مجلس میں خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، حضرت بزرگ (حضرت آدم بنوریؒ) خود اور حضرت ایشاں علیہم الرحمتہ والرضواں (حضرت سعدی لاہوریؒ) سفید نورانی لباس میں ملبوس تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں علیہ الرحمتہ والرضوان (حضرت سعدی لاہوریؒ) کی رحلت کے بعد ایک مرتبہ میں اٹک سے لاہور جانے کے ارادے سے روانہ ہوا اور چلتے چلتے ایک صحرا میں پہنچ گیا۔ وہاں ریت کا ایک ٹیلہ تھا اور اُس جگہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اُس ریت کے ٹیلے کے نیچے ایک شخص بیمار پڑا ہے اور اس کے پاس ایک کمیت گھوڑا ہے۔ (۲۰) اُس شخص کا گھوڑا کیا لڑھکا، اُس لغزش سے گھوڑے نے اپنا پاؤں اُس بیمار پڑے شخص کے لاغر بدن پر رکھ دیا۔ میں نے اس گھوڑے کو عصا ت

Marfat.com

ڈرایا جس سے گھوڑا اُٹھا اور میں نے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے آئے ہوئے شخص کو بازوؤں سے پکڑ کر اُس گھوڑے پر سوار کرا دیا اور وہ وہاں سے چل پڑا۔ میں نے اُس شخص سے قطعاً کوئی بات نہ کی اور اُس شخص نے بھی مجھ سے کوئی بات نہ کی اور نہ کوئی چیز پوچھی۔ بعدازاں میں دریائے ہرو (۲۱) کے کنارے آیا اور سرائے کی طرف واقع چشمے کے کنارے بیٹھا اُس بیری کے درخت کو جو کہ دریا کے دوسری جانب لاہور کی طرف ہے، اس لیے دیکھ رہا تھا کہ جب حضرت ایشاں علیہ الرحمۃ والرضوان (سعدی لاہوریؒ) دوسری مرتبہ پشاور تشریف لائے اور لاہور کی طرف مراجعت کی تو حضرتؒ نے اس درخت کے نیچے کچھ دیر ٹھہر کر آرام فرمایا تھا اور وہ طعام جو حضرت نے اپنے دوست سیّد عبدالشکورؒ کے گھر سے اپنے ہمراہ لیا تھا اِسی جگہ تناول فرمایا۔ سرالاعظم حضرت مولانا (جی باباؒ) اور راقم الحروف (یعنی میاں محمد عمر چمکنیؒ) اس دوران حضرت (سعدی بلخاریؒ) کے ہمراہ تھے۔ حضرت ایشاںؒ (سعدیؒ) نے اُس طعام میں سے تھوڑا سا حصّہ اِس فقیر کو بھی عنایت فرما دیا اور جس وقت حضرت ایشاںؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) وہاں سے روانہ ہوئے، اُس وقت آپ کے سب یار احباب اِدھر اُدھر تھے بجز اس فقیر (میاں محمد عمر چمکنیؒ مصنف کتاب) کے اور کوئی بھی آپؒ کی پالکی کے ہمراہ آپ کے فتراک میں نہیں تھا۔ چنانچہ حضرتؒ نے تھوڑے سے بُھنے ہوئے جُو خواجہ محمد عارفؒ کے لیے میرے ہاتھ بطور تحفہ بھجوائے جبکہ خواجہ موصوف پالکی میں حضرتؒ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ پس حضرتؒ نے فقیر سے فرمایا کہ یہ بُھنے ہوئے جُو صاف کر کے خواجہ محمد عارف کو دے۔ فقیرؒ نے حسب الحکم جُو صاف کیے اور خواجہ عارفؒ کو دے دیے۔ بعدازاں حضرتؒ نے پوچھا کہ اس سے پہلے تم نے اس راستے کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میں نے دیکھا ہوا ہے کیونکہ ایک بار میں اسی راستے سے لاہور سے پشاور گیا تھا۔ تو حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ تیرا مولد کونسا مقام ہے اور تمہاری نشوونما کہاں ہوئی ہے؟ میںؒ نے عرض کیا کہ میری جائے ولادت پشاور ہے اور میں نے نشوونما بھی اُسی جگہ پائی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ

Marfat.com

تم لاہور کس راستے سے گئے تھے کہ پشاور سے لاہور کے لیے جاتے ہوئے تم نے یہ راہ نہیں دیکھی اور اب لاہور سے پشاور آتے ہوئے اس راہ کو دیکھ لیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں پشاور سے کوہاٹ گیا تھا تب واپسی پر دریائے اٹک عبور کر کے بھیرہ اور خوشاب گیا، پھر ڈیرہ اسماعیل خان اور حاجی خان کے درمیان سے گزرتا ہوا ملتا گیا اور وہاں سے لاہور پہنچ کر آپ سے شرفِ خدمت حاصل کیا اور اُس کے بعد لاہور سے پشاور کے لیے چل پڑا، تب میں نے یہ راستہ دیکھا تھا۔ آپؒ نے دریافت کیا کہ اس کا سبب کیا تھا کہ تم ان ملکوں میں گئے؟ میں نے عرض کیا کہ بہت سے حوادثِ زمانہ کے سبب ایسا کرنا پڑا، تاہم سب سے اہم مطلب و مدعا تو حضرت کی خدمت کے شرف کا حصول تھا کہ لاہور میں اُس شرف سے مُشرف ہوا اور یہ بھی محض اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و کرم کے باعث تھا ورنہ اصل بات یہ ہے کہ میرے دل میں آپؒ کی خدمت کے حصول کی بات نہیں تھی۔ فقیر کی اس بات سے آنحضرتؒ کو نہایت مسرت ہوئی اور آپؒ نے استغراق کے لیے سر کو نیچے جھکا لیا۔ جب آپ نے سر مبارک اُٹھایا تو آپ نے نہایت مہربانی و التفات فرماتے ہوئے بہت سی باتیں کیں اور بعض باتیں آپؒ نے ایسی فرمائیں جنہیں تحریر نہیں کرنا چاہیے۔ سرالاعظم حضرت مولانا (حضرت جی باباؒ) نے فرمایا کہ جب میں اس چشمے کے کنارے بیٹھا اور (دریائے ہروکی) دوسری جانب میں نے درخت کو آنحضرتؒ کی یاد میں دیکھا اور اُس وقت میرے پاس مُبلغ دو تنگہ اور تین روپے تھے۔ ایک شخص نے وہاں آ کر سوال کیا جس پر میں نے ایک تنگہ اُسے دے دیا بعدازاں ایک دوسرا شخص آیا، اُس نے بھی سوال کیا جس پر میں نے ڈیڑھ تنگہ اُسے دیدیا۔ پھر اتفاقاً ایک شخص آیا اور اُس نے ایک کثیر رقم نذر کے طور پر میرے سامنے رکھی۔ میں نے اُس رقم کو لے لیا۔ اُس کے بعد ایک عزیز نورانی صورت میں آیا جس کی ڈاڑھی زرد رنگ کی تھی اور اُس سے پہلے میں نے اُسے نہیں دیکھا تھا، اُس نے سلام کیا اور میرے نیچے بچھائی ہوئی پشمین کی عبا کے ایک جانب بیٹھ گیا اور مجھ سے پوچھا کہ اس جگہ کیوں بیٹھے ہو؟ جس پر میں نے کہا کہ

Marfat.com

میں مسافر ہوں اور اس درخت کے نیچے آرام کر رہا ہوں۔ اُس نورانی صورت والے شخص نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ جس پر میں نے کہا کہ میں حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے مرقد مُبارک کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ وہاں جا کر کیا کرو گے، تمہاری صورت اور حضرت ایشانؒ کی صورت تو ایک بن چکی ہے۔ اس نے یہ بات کہی اور میرے سامنے سے اُٹھا اور اسی وقت غائب ہو گیا۔

ترجمہ اشعار: اے دوست تیرا سب کا سب میں بن گیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس بات میں نہ تو کوئی مکر و فریب ہے اور نہ کوئی حیلہ، اگر تو اپنے وجود کے حصار سے باہر نکل کر جستجو کرے تو شاید میرے محبوب، تیری جگہ وہاں میں ملوں۔

فقیر راقم الحروف (یعنی کتاب کے مصنف میاں محمد عمر چمکنیؒ) نے حضرت سرالاعظم مولانا (حضرت جی باباؒ) کے حضور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ریش مبارک زرد رنگ کی تھی اس لیے کیا عجب ہے کہ وہ نورانی صورت والے بزرگ حضرتِ امیر علی علیہ السلام ہی ہوں، میری یہ بات سُن کر حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرتِ امیر علیہ السلام کو میں نے خوب پہچان لیا تھا لیکن اُس وقت حضرتِ امیر علیہ السلام نہیں تھے بلکہ کوئی اور ہی بزرگ تھے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ اُس عزیز الوجود نورانی صورت والے شخص کی باتوں سے مجھے نہایت مسرت ہوئی اور اتفاقاً وہاں نزدیک ہی بہت غُربا و مساکین و ناتوان بیٹھے ہوئے تھے۔ پس میں نے اپنا لباس، رقم کی تھیلی اور دستار وغیرہ سب کچھ اُن ناتوانوں کو دیدیا اور صرف ایک پشمینے کی عبا کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہ رہی اور میں اسے اپنے گرد لپیٹ کر اپنے گھر چلا گیا اور وہاں جا کر دوسرے کپڑے پہن لیے۔ حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) کے معنوی کمالات اور مقامات کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اس دوران فقیر (یعنی مصنف میاں محمد عمر چمکنیؒ) نے حضرت کے مخلصوں اور محبوں سے کہا کہ ہم سب کو حضرت سرالاعظم کے وجود مبارک کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت

Marfat.com

ایشانؒ نے آپؒ کی صورت میں دوبارہ اِس دنیا میں ظہور فرمایا ہے۔ اس سے قبل حضرت ایشانؒ اس دنیا سے رحلت کر چکے تھے۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی رحلت کے بعد ایک دفعہ میں لاہور گیا اور جب میں نے اٹک کی جانب مراجعت کی اور دریائے لاہور (راوی) سے گزرا تو ریگستان میں سفر کرنے لگا وہاں سے پلٹ کر میں نے لاہور کی طرف دیکھا اور حضرت ایشانؒ کی تُربت کی مفارقت کا خیال کر کے رونے لگا۔ اتفاقاً دو افراد اُس راستے میں مجھے ملے، اُن میں سے ایک نے کہا کہ تو نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ جبکہ دوسرا کہنے لگا کہ یہ خود خضرؑ ہے۔ پھر ایک نے پوچھا کہ تُو نے خدا تعالیٰ کو کس طرح پہچانا؟ جبکہ دوسرے نے کہا کہ تُو نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کس طرح راہ پالی ہے؟ میں نے اُن ہر دو کے جواب میں کچھ نہ کہا اور رونے لگا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت ایشانؒ کی رحلت کے بعد ایک بار میں لاہور گیا اور مسجد میں جس جگہ حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) اپنی حیات میں بیٹھا کرتے تھے وہاں جھاڑو دینے لگا اور بعد ازاں دو زانو ہو کر نہایت ادب سے اس جگہ بیٹھا۔

شعر کا ترجمہ: ہر اس زمین پر جہاں چلتے ہوئے تُو نے قدم رکھا ہے، میں تیرے قدموں والی جگہ پر ہزاروں سجدے کروں گا اور تیرے اُس سرزمین پر رکھے گئے قدموں کی حرمت و تعظیم بجالاؤں گا۔

بعض یاروں نے میرے اس کام پر تعجب کا اظہار کیا اور باہمی طور پر کہا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ مولانا نظامیؒ نے کہا کہ تمہیں تو اس سلسلے میں کچھ سمجھ نہیں آتا، شاید وہ کسی کو دیکھتا ہے جو اس ہیئت و صورت میں بیٹھا ہے۔ تب حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) فوری طور پر ظاہر ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سب جگہ موجود ہوتے ہیں اس لیے یقین درست اور اعتقاد راسخ ہونا

Marfat.com

چاہیے تاکہ کام عملی صورت اختیار کر سکیں۔ کافر جو کہ پتھر کے سامنے درست اعتقاد اور اخلاص کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کا ایسا کرنا دُنیوی نفع سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے بارے میں اعتقاد و اخلاص راسخ ہونا چاہیے۔

آپؒ نے فرمایا کہ جب حضرت ایشاںؒ کے رحلت فرما جانے کے بعد بھی میں نے لاہور آمد و رفت جاری رکھی تو ایک دن آنحضرتؒ کے اصحاب میں سے ایک نے کہا کہ اب جبکہ آنحضرتؒ مردہ ہیں، رحلت کر چکے ہیں تو اب تمہاری لاہور آمد و رفت کا سبب کیا ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی تم یہاں آ رہے ہو؟ اس کی یہ بات سُن کر میں نے کہا کہ میں تم لوگوں کو شرمندہ کرنے کی غرض سے لاہور آتا ہوں کہ آنحضرتؒ (حضرت سعدی بلخاری لاہوریؒ) کو مُردہ جانتے ہو۔

ایک دن آپؒ (جی باباؒ) نے ایک تقریب میں فرمایا کہ آنحضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی زندگی میں جب حال کی ابتدا میں میں لاہور گیا تو اُس وقت ہمیں کوئی پہچانتا ہی نہیں تھا اور آنحضرتؒ کے اصحاب ہماری خستہ حالی کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ مجھے حضرت کی بارگاہ میں بار نہیں ہے اور نہ ہی حضرتؒ تک رسائی کی کوئی سبیل ہے، جب تک کہ میں حضرتؒ کی خدمت میں پیش نہیں ہو گیا۔ یہ اصحاب کہتے: اے درویش تو کہاں سے آیا ہے اور غریب دکھائی دیتا ہے آ تاکہ تجھے حضرت کے پاس لے جائیں اور حضرتؒ کو تیرا حال بتائیں، تیری سفارش کریں۔ جس پر میں نے کہا کہ یہی تو نیکی کرنے کا موقع ہے اور جب وہ ہمیں آنحضرتؒ کے پاس لے گئے اور سفارش کرنے لگے تو اپنے اصحاب کی باتیں سن کر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ ان کی سفارش تو حق تعالیٰ نے کر دی ہے، تم لوگ اپنے لیے سفارش کرو۔ پس آپؒ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ اب جبکہ آنحضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) رحلت کر چکے ہیں تو اب کون ہے جو کسی کی سفارش کرے اور اُس کا حال بتا کر آنحضرتؒ سے جواب حاصل کرے۔ اب عرض کرنے اور سفارش کرنے کی باری ہماری ہے۔ اب ہم جس کو چاہیں گے آنحضرتؒ (سعدی بلخاری

Marfat.com

لاہوریؒ) سے سفارش کریں گے اور ہر کسی کا حال عرض کریں گے۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ مختلف اوقات میں جو کلمات مقدس آپؒ (حضرت جی باباؒ) اپنی زبان مبارک سے بیان فرماتے تھے، اُن جملہ کلماتِ مُقدس کو راقم الحروف (یعنی میاں محمد عمر چمکنیؒ) حیطۂ تحریر میں نہ لا سکا جبکہ بعض کلمات ایسے ہیں کہ جو حضرتؒ کی زبان مبارک سے جاری ہوتے ہی نقل کر لیے گئے اور وہ تمام کلمات اس مجموعہ میں ہفتاد و ہفت (ستتر) کے ضمن میں لکھے گئے ہیں:

ظاہرہ ۱: حضرت سرالاعظم مولاناؒ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا کہ اگر ایک صالح اور متقی شخص کے تمام بدن پر ایک پھوڑا ہو تو وہ ہر وقت آگاہ و باخبر رہتا ہے کہ کہیں اُس کا لباس اُس پھوڑے کی پیپ سے آلودہ نہ ہو جائے۔ پس طالب کو بھی چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے دل سے آگاہ رہے تاکہ وہ دل کی کثافت میں ملوث اور وسواس کی کدورت سے مکدر خاطر نہ ہو۔

ظاہرہ ۲: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا کہ اس راہ سلوک پر چلنے والا ہر طالب جب اس راہ پر چلنا شروع کرتا ہے تو اُسے کوئی کھانا لذت نہیں دیتا اور نہ ہی اُسے اکل و شرب کی حاجت ہوتی ہے۔ وہ ضرورت کے وقت کچھ کھا پی لیتا ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بغیر کھائے پیئے زندگی بسر کر رہا ہے۔ پس حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پانی، طعام اور جتنے بھی ماکولات و مشروبات ہیں، وہ ہمیں لذت نہیں دیتے اور ہم ان چیزوں کے محتاج نہیں ہیں لیکن اگر ہم ان چیزوں کو ترک کر دیں تو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ ایسا کرنا ہماری شہرت کا باعث ہوگا وگرنہ ہم کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں۔

ظاہرہ ۳: آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے فرمایا کہ یہ زمانہ قحط الرجال کا ہے۔ اس سے پہلے بیس میں سے ایک مردِ خدا ہوتا تھا۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ سو میں سے ایک مرد وجود میں آتا بعدازاں ایک زمانہ آیا

Marfat.com

کہ ہزار میں سے ایک مرد ہوتا پھر وقت آیا کہ لاکھ میں سے ایک مرد ہوتا اور اب یہ وقت آ گیا ہے کہ شہروں میں اتنی بڑی آبادی ہونے کے باوجود ایک مرد بھی پیدا نہیں ہو رہا۔ آپؒ نے فرمایا کہ لاہور ایک عظیم شہر ہے اور ایسی عظمت اور بزرگی والا اور کوئی شہر نہیں ہوگا لاہور جیسے بازار اور چورستے اور کسی شہر میں نہیں ہوں گے۔ آپؒ وہاں جائیں اور شہر کے بازاروں اور چوراہوں کا نظارہ کریں اگر آپ کو وہاں کوئی ایک مردِ خدا مل جائے تو اسے ہمارے پاس لے آئیں۔ یہ سن کر میں نے (جی باباؒ) نے کہا کہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں ایسا ہی ہے۔ حضرت (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے فرمایا ''نہیں نہیں تمہیں کسی مرد کو تلاش کر کے لانے کے لیے جانا چاہیے۔'' جس سے مجبور ہو کر میں لاہور کے چوراہوں پر گیا۔

ایک مدّت تک لاہور کے بازاروں کی سیر کی اور جستجو میں لگا رہا لیکن پوری کوشش کے باوجود مجھے ایک آدمی بھی ایسا نہ ملا جسے میں لے جا کر حضرت ایشاںؒ کے حضور پیش کر سکتا۔

ظاہرہ ۴: حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے مجھ سے فرمایا کہ جنّات سے آشنائی نہ کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ میل جول رکھو۔ کیونکہ جنّات کی آشنائی بہت نقصان کا موجب ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی ساخت آگ اور ہوا سے کی گئی ہے اور اس کی ساخت میں آگ کے جزو کو غلبہ و برتری حاصل ہے اور آگ میں تکبر کی صفت پائی جاتی ہے، یوں جنّات کے ساتھ صحبت اور میل جول سے انسان بھی تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ظاہرہ ۵: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں علیہ الرحمۃ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے اپنے مرض کے آخری دنوں میں مجھے وصیتیں فرمائیں اور ان تین وصیتوں کے بارے میں بہت زیادہ اصرار کیا اور تاکید کی کہ تین قسم کے لوگوں سے نہ محبت رکھو اور نہ ان سے آشنائی رکھو اور نہ واقفیت کرو۔

پہلا شخص وہ ہے جو کیمیا گری جانتا ہو یا اس کے جاننے کی جستجو میں ہو یا اس کی محبت میں مبتلا ہو۔ دوسرا شخص وہ کہ جو عالم غیب کی تسخیر کا طالب ہو اور تیسرا شخص وہ جس کی دُعا کا مقصد و مدعا فقط اپنی کرامتوں کا اظہار ہو۔

بعد ازاں حضرت سرالاعظم مولانا علیہ رحمتہ (جی بابا) نے فرمایا کہ یہ جو ہم لوگوں کی بعض پوشیدہ باتوں کو بیان کر دیتے اور اسرار کا اظہار کر دیتے ہیں، یہ کشف نہیں بلکہ نظر ہے جو ہم لوگوں کے دلوں کی جانب کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں پر اس طرح نظر کرنے پر ہمیں مامور و متعین کیا گیا ہے۔

ظاہرہ ۶: حضرت سرالاعظم (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوری) نے فرمایا کہ ہمیں چاروں اطراف سے نیزوں کی زد پر کر لیا گیا ہے۔ ہمیں ہر طرف سے مارتے ہیں، وہ یوں کہ جو کوئی شخص جس جگہ ہمیں یاد کرتا ہے اسے کوئی نہ کوئی کام یا مہم درپیش ہوتی ہے۔ جس کے لیے وہ ہمیں یاد کر رہا ہوتا ہے ہمیں اس کے کام اور مہم میں شامل ہو کر اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا پڑتا ہے۔ اب میں اُس مقام پر ہوں کہ ایک شخص خراسان میں یاد کر رہا ہے۔ اُس کا کام بھی ہے اور اُسے مہم بھی درپیش ہے۔ اسی طرح ایک شخص عراق میں اپنے کام اور مہم کی انجام دہی کے لیے یاد کر رہا ہے تو ایک شخص ہندوستان میں، ایک شخص شام میں ایک شخص حبش میں اور ایک شخص روم میں اپنے کام و مہم کے سلسلے میں یاد کر رہا ہے اور ہم اُن کے سب کاموں اور مُہمات سے آگاہ رہتے ہیں اس لیے ہمیں خلق خدا کے غم سے خلاصی نہیں ملتی اور اس بنا پر ہم مسلسل تکلیف میں رہتے ہیں۔ اگر ان غموں سے ہمیں خلاصی مل جائے تو ہمیں اور کوئی بیماری لاحق نہیں ہے۔

ظاہرہ ۷: آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں علیہ رحمتہ (سعدی بلخاری لاہوری) حقائق بلند اور معارفِ ارجمند بیان فرما رہے تھے اور میں ان حقائق و معارف کو سننے کے لیے سراپا گوش تھا۔ آنحضرت نے جب کلام سننے کے سلسلے میں

Marfat.com

میرا شوق و ذوق ملاحظہ کیا تو فرمانے لگے: ''اگر تم چاہو تو ہماری بیان کردہ باتیں لکھ لیا کرو''۔ جس پر میں نے کہا کہ میں تو اُمّی ہوں، لکھنا نہیں جانتا۔ یہ سن کر حضرتؒ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اگر اس حقیقت کا اظہار نہ کرتے اور قلم اٹھا کر لکھنا شروع کر دیتے تو قلم تمہارے ہاتھ پر جاری ہو جاتا اور اس کے بعد جو کچھ بھی تم لکھنا چاہتے وہ لکھا جاتا۔

ظاہرہ ۸: حضرت (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ میں اکثر حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے چہرۂ مبارک کے تصور میں مگن رہتا۔ حضرتؒ کی مجلس میں لوگ مراقبہ کر رہے ہوتے اور میں آنحضرتؒ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہا ہوتا۔ ایک دن آنحضرتؒ نے مجھ سے فرمایا کہ تم مراقبہ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ کام تو مقصد حاصل کرنا ہے اور مقصد و مدعا حاصل ہے۔ جو کچھ میں آپؒ کا چہرۂ مبارک دیکھنے سے دیکھتا اور حاصل کرتا ہوں، یاروں کو مراقبہ کرنے کے باوجود نہ تو وہ کچھ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے پھر آنحضرتؒ نے فرمایا: ایک دن حضرت بزرگ (حضرت آدم بنوریؒ) وضو کر رہے تھے، جب حضرتؒ اپنے پاؤں مبارک دھونے لگے تو ہم بھی پہنچ گئے اور ہم نے آپ کے پاؤں مبارک دھونے سے جو پانی نیچے زمین پر گرنا تھا اسے زمین پر نہ گرنے دیا اور اپنے ہاتھوں پر لے کر پی گئے۔ حضرت بزرگ نے ہمیں اس قدر اخلاص و عقیدت کا اظہار کرتے دیکھ کر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سر کو جنبش دی۔ یُوں ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ حضرت کے پاؤں کا پانی پی کر پایا ہے اور اس پانی نے ہمیں ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

بعد ازاں آنحضرتؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے فرمایا کہ پھر حضرت بزرگؒ (آدم بنوریؒ) حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں جب تک ہم حضرت بزرگ کی صحبت میں رہے آپؒ کے وضو کے لیے استعمال ہونے والے پانی کو ہم

نے زمین پر نہ گرنے دیا، اسے ایک جگہ جمع کرتے گئے اور ضرورت کے وقت ہم اب بھی وہی پانی پیتے ہیں۔ ہم نے بہت سا پانی جمع کر لیا تھا جسے ہم ہندوستان لے آئے تھے اور ہم اپنی پیاس اس پانی سے بجھا رہے ہیں اور حضرت بزرگؒ کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی اس حقیقت سے واقف و آگاہ نہیں۔

ظاہرہ۹: اٹک کے امیر لوگوں نے کشتیاں بنائی تھیں تا کہ انہیں وہ دریائے اٹک سے مکہ شریف تک حجاج کے لانے، لے جانے کے لیے استعمال کریں۔ ایک دن حضرت سر الاعظمؒ (جی باباؒ) نے اسی سلسلے میں فرمایا کہ ہم اکثر حضرت ایشاں علیہ رحمتہ سے مکہ شریف جانے کی اجازت طلب کرتے، جس پر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ لوگوں کا مکہ شریف چلے جانا پست ہمتی اور محنت و تکلیف اختیار کرنے سے بچنا ہے اور وہ لوگ جو مکہ معظمہ چلے جاتے ہیں، وہ محنت سے جی چراتے اور مشقت کرنے سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اگر مکہ شریف اس لیے جاتے ہیں کہ اس کا طواف کریں تو ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی محبت سے عطا کی ہے اس کے لیے اس قدر محنت، مشقت اور ریاضت کریں کہ مکہ شریف خود ان کے طواف کے لیے آئے۔ پس جو لوگ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں ان کا مکہ شریف جانا یا نہ جانا برابر ہے۔ انہیں اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ چاہیں تو چلے جائیں اور اگر نہ چاہیں تو نہ جائیں۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری الہروی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ عباس بن محمد الجلال کہتا ہے کہ مرو میں ابوالخیر نے مجھے خلوت میں کہا کہ تم گدڑی گردن میں ڈالے کہاں جا رہے ہو؟ میں نے جواباً کہا "طرطوس (۲۲) اور بیت المقدس جا رہا ہوں"۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تم دوبارہ گوشہ نشین کیوں نہیں ہو جاتے اور اس کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہو جاتے؟ شیخ الاسلام نے کہا کہ وہ کونسا گوشہ ہے جہاں تم نہیں ہو۔ شیخ الاسلام نے یہ بھی فرمایا کہ ابوصالح حمدثانی کہ جس کا نام ہارون ہے،

نے کہا کہ ابوالخیر کے گھر تنہائی میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو اس موقع پر ابوالخیر نے اس سے دریافت کیا کہ اب کہاں کا سفر کر رہے ہو تو اس نے کہا طرطوس جا رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے دریافت کیا: ''اس سال کہاں جانے کی نیت ہے؟'' جس پر میں نے کہا کہ میری نیت وارادہ مکہ شریف جانے کا ہے۔ جس پر اسے کہا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک چیز دی لیکن تم اس کا حق نہیں جان سکے اور نہ اسے اچھی طرح رکھ سکے، اس لیے تم کو جنگلوں اور دریاؤں میں بکھیر دیا گیا۔ اس پر ابوصالح نے کہا کہ اے شیخ کیا آپ حج اور غزا کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں میں حج وغزا کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ تم اپنے اس میسر وقت کو غنیمت کیوں نہیں جان رہے اور پھر وہیں گوشہ نشین کیوں نہیں ہو رہتے۔'' (۲۳)

پس سرالاعظم حضرت مولانا (جی باباؒ) نے فرمایا کہ ہندوستان کے راستے میں ایسے بزرگ آسودۂ خاک ہیں جن کی زیارت وطواف کے لیے مکہ شریف ہر روز چند مرتبہ یہاں آتا ہے اور ایسا راستہ جو بزرگوں کی زیارت کے ضمن میں موجود ہے، اسے ترک کر کے کس لیے سمندر کے راستے سفر اختیار کیا جائے۔

ظاہرہ۱۰: آپ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) حقایق ومعارف کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اسی دوران آپ کے بعض اصحاب مراقبہ میں چلے گئے۔ جس پر حضرت نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: ''ہر کسی کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے، وہ دل میں رہتی ہے اور دل ہر دم اپنے محبوب کے پاس حاضر ہوتا ہے یا محبت آنکھ میں ہوتی ہے جسے محبوب کے حضور اس سے دیکھنا چاہیے۔ پس اگر تم لوگوں کو ہم سے محبت ہے تو پھر تمہیں چاہیے کہ ہماری طرف دیکھ کر اور اپنی آنکھوں کو ہم سے چھپانے کی بجائے بہ چشم ودل ہماری طرف توجہ کرو۔''

Marfat.com

راقم الحروفِ ایں کتاب (یعنی میاں محمد چمکنیؒ) ایک دن حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) کے حضور بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حقائق معارف کے سلسلے میں بیان فرما رہے تھے کہ اسی دوران حضرت کے یاروں میں سے ایک یار مراقبہ میں چلے گئے، جس پر حضرتؒ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم بات کر رہے ہیں اور تم ہماری بات توجہ سے سننے کی بجائے مراقبہ کر رہے ہو اور اگر تمہیں مراقبہ کرنے کی اس قدر آرزو وتمنا ہے تو ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ اور گوشہ نشین ہو کر مراقبہ کرتے رہو۔ حضرتؒ نے اسی وقت اسے اپنی صحبت سے دور ہٹاتے ہوئے اپنی محفل سے باہر نکال دیا۔ وہ جوان جو مراقبے میں چلا گیا تھا، مراقبے میں نہایت استغراق کے ساتھ بڑا ہی مشغول رہا۔ وہ اکثر اوقات ساری ساری رات مراقبے میں رہتا اور اب بھی اس کی یہی حالت ہے اور کاملاً مشغول مراقبہ ہے۔

ایک دن سرالاعظم حضرت مولاناؒ (جی باباؒ) نے اس شخص کے استغراق کی کیفیت دیکھتے ہوئے راقم الحروف (یعنی میاں محمد عمر چمکنی علیہ رحمتہ) سے فرمایا کہ اگر تم حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی محبت میں اس طالب کی طرح مستعد اور استغراق کی کیفیت کے حامل ہو جاؤ تو آنحضرتؒ تمہیں کسی گوشے میں عبادت کے لیے بٹھا دیں گے اور یہ کہیں گے کہ ہمارے حق میں دعا کرو۔

ظاہرہ ۱۱: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے اپنے پاس موجود اپنے اصحاب کی ایک بڑی تعداد سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے دل کو دیکھا ہو اور دل کے ذکر کرنے کی روش کا مشاہدہ کیا ہو اور اس دن آنحضرتؒ، سید عبدالشکورؒ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ جب اصحاب کی کثیر تعداد میں سے کسی نے نفی و اثبات میں لب کشائی نہ کی تو میں (جی باباؒ) آگے بڑھا اور آہستہ سے عرض کیا کہ میں نے دل کو دیکھا اور اس کی ذکر کرنے کی روش کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ تب آنحضرتؒ نے ذکر کرنے کی روش

Marfat.com

کی مفصل شرح بیان کی۔ میں نے بھی اس روش کو من وعن بیان کر دیا اور میرا یہ بیان سن کر آنحضرتؒ نے از راہ عنایت اپنا دستِ مبارک میرے سر پر پھیرا، میری بیان کردہ شرح وبسط کی تصدیق فرمائی اور جس وقت حضرت سرالاعظم مولاناؒ (جی باباؒ) یہ واقعہ بیان کر رہے تھے فقیر حقیرؒ مصنفِ کتاب ہٰذا (محمد عمر چمکنیؒ) اور ولدار بیگؒ، حضرتؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہم ہر دو پر دلی توجہ مرکوز فرمائی اور ہم دونوں کو دل کی ذکر کرنے کی حالت کا معائنہ کرایا گیا اور اس قسم کے دل کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے۔ (قطعہ کا ترجمہ)

یہ دل جو کہ آسمان سے برتر مقام کا حامل ہے، یہ اقطاب کا یا پیغمبروں کا ہوتا ہے یہ دل اولیاء کے لیے ایک مسجد ہوتی ہے۔ وہ سب کے لیے سجدہ گاہ ہے کیونکہ وہیں خداوند بزرگ و برتر ہے۔

ظاہرہ ۱۲: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ لوگوں کی صُحبت سے میں تکلیف میں ہوں، اس لیے میں نے حال کے شروع میں ہی حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) سے کہا تھا کہ اگر مجھے اجازت دیں تو میں خلوت اختیار کرتا ہوں۔ ہرگز لب کشائی نہیں کروں گا اور نہ کسی سے کلام کروں گا۔

قطعہ کا ترجمہ: عاشقوں کو تیرے چہرے کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ وہ اپنے لب سی لیتے ہیں کسی سے بات تک نہیں کرتے اور تیرے در کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ تیرے در پر مقیم تو نہیں ہوا جا سکتا لیکن وہیں ایک حلقہ بنا کر گزر جاتے ہیں۔

آنحضرت (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے فرمایا کہ خلوت میں بہت سے لوگ آپؒ سے رجوع کریں گے اور یہ امر باعث شہرت ہوگا اور خلق کے رجوع کرنے سے آپؒ کو زیادہ تکلیف اٹھانا پڑے گی اور اگر آپؒ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی آپ کو پہچانتا نہ ہو تو پھر بازاروں میں گھومو پھرو اور گلی کوچوں میں بیٹھ جاؤ تا کہ

لوگ تمہارے احوال کے بارے میں جستجو نہ کریں، سوائے اس شخص کے کہ فیض ازلی اس کی رہنمائی کر رہا ہو۔ پس میں کوچہ و بازار میں گھومتا پھرتا اور لوگوں کی طرف کم ہی التفات کرتا۔ ہاں اگر کسی کے بارے میں یہ جان لیتا کہ وہ طالب حق ہے تو اس کی طرف ضرور توجہ کرتا۔

ظاہرہ ۱۳: آپؒ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ اگر اوائل حال میں کوئی شخص ہم سے طلبِ حق کے سلسلے میں رہنمائی کا طلب گار ہوتا تو پہلے ہم اس کی استعداد کا جائزہ لیتے اور اس کے باطن پر نظر ڈالتے۔ اگر وہ طلبِ حق میں صادق و راسخ ہوتا تو طریقہ کی تعلیم دیتے بہ صورت دیگر معذرت کر لیتے۔ حضرت ایشاںؒ (سعدیٰ بلخاری لاہوریؒ) کو میرے طریقۂ کار کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ جو شخص بھی تمہارے پاس آ کر طلب حق کرتا ہے تو اُس سے عذر نہ کرو اور اُسے واپس نہ لوٹا دو۔ بے شک اُس کی طلب میں صداقت اور پختگی نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی جو تمہارے پاس بیٹھتا ہے وہ تمہاری وجہ سے یادِ حق میں مشغول ہو جائے تو یہ نہایت غنیمت ہے اور ہو سکتا ہے خدا بزرگ و برتر اُسے اس ایک نفس کے باعث بخش دے۔ بعد ازاں جو بھی آتا اور طلبِ حق کے لیے راہنمائی کا طلبگار ہوتا ہم اس کو قبول کر لیتے اور اُس کو ذکر بتا دیتے اور اگر کسی کی استعداد و صلاحیت ناقص ہوتی اور اس کی صداقت قابل اعتنا نہ ہوتی تو ہم ایسے شخص سے معذرت کرتے ہوئے اُسے واپس لوٹا دیتے۔ جس سے اب ہم پشیمان ہو رہے ہیں اور اس کے گھر جا کر اس کی منت کر رہے ہیں اور اسے راہ حق بتا رہے ہیں اور اب کسی ایک آنے والے کو بھی واپس نہیں لوٹاتے۔

ظاہرہ ۱۴: فقیر راقم الحروف (یعنی میاں محمد عمر چمکنی قدس سرہ) نے ایک دن اپنے مرشد حضرت سراااعظم قدس سرہ (جی باباؒ) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایشان علیہ الرحمۃ والرضوان (سعدی بلخاری) فرماتے ہیں کہ دریائے سندھ فلاں جگہ

Marfat.com

سے آ رہا ہے۔ اُس کے بعد آپ نے ایک تقریب میں فرمایا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے عرش کی حقیقت پوچھنا چاہتا ہو؟ بعدازاں حضرتؒ نے فرمایا کہ عرش کیا ہے کوئی ایسا ہے جو فوق العرش کی حقیقت کے بارے میں جاننا چاہتا ہو؟ پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ اُس جگہ سے جبریلؑ بھی واقف نہیں ہے۔ اور یہ بات ہم نے فصل اول منظر دوم میں تفصیل سے لکھ دی ہے۔ یہ سن کر حضرت سرالاعظم قدس سرہ (جی باباؒ) نے مُتبسم ہو کر فرمایا کہ جس جگہ بزرگ پہنچ سکتے ہیں، جبریلؑ بیچارے کی کیا ہمت و مجال کہ وہاں تک پہنچ سکیں۔ جبریلؑ تو وہی جبریلؑ ہے جو شب معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر کہنے لگا کہ:

اگر یک سرِموی بالا پرم   فروغِ تجلی بسوزد پرم (۲۴)

(ترجمہ: اگر میں ایک بال کے برابر بھی اوپر جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی کی شُعاع میرے پَر جلا ڈالے گی۔)

اور یہ بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اُس مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا۔ بعدازاں حضرت (جی باباؒ) نے فرمایا کہ ہم تو اہل عالم سے متنفر رہتے ہیں اور اس جگہ کے دیکھنے والے ہیں اور جو شخص اس جگہ کا دیکھنے والا ہو اسے لوگوں سے کیا کام و تعلق و واسطہ اور وابستگی۔ بعدازاں ہم جو اُس جگہ کے دیکھنے والے ہیں، ہمارا لوگوں سے میل ملاپ کرنا ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔ اور لوگ سانپ بچھو کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

ظاہرہ ۱۵: فقیر راقم الحروف (یعنی محمد عمر چمکنی قدس سرہ) نے اپنے پیر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سنا ہے حضرت ایشاں قدس سرہ نے ایک شخص کے جواب میں یہ فرمایا کہ میں نے مشرق سے مغرب تک تمام کائنات

میں ڈھونڈا لیکن مجھے تیرا گمشدہ ہم جنس کہیں نہیں مل سکا۔ یہ سن کر حضرت سرالاعظم نے کہا کہ یہ بات بعید از عقل ہے اور جس کسی نے یہ کہا، جھوٹ کہا ہے اور آنحضرتؒ پر بہتان باندھا ہے۔ تمام کائنات، مشرق سے مغرب تک اِس قدر وسیع نہیں کہ اتنی جستجو کی جائے۔ اُس موقع پر آپ نے اپنے ہاتھ کا انگوٹھا دکھاتے ہوئے اُس کے ناخن کے طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اتنی سی جگہ میں جستجو، کیا معنی......

شعر کا ترجمہ: اُس کی نظروں میں روئے زمین نہ تو سرو کی طرح ہے اور نہ ہی جڑ کی مانند بلکہ اس کی نظروں میں تو یہ ایک ناخن کی طرح ہے۔

ظاہرہ ۱۶: ایک دن راقم الحروف (یعنی اس کتاب کے مصنف میاں محمد عمر چمکنی) نے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ایشاں علیہ رحمتہ (سعدی بلخاریؒ) فرماتے ہیں کہ راہِ سلوک کی ایک قسم ایسی بھی ہے کہ جس کے حصول کے لیے کوشاں سالک کو بارہ مہینے تک کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی اور ایک دوسری قسم ہے جس کے حصول کے لیے کوشاں سالک کو بارہ سال تک (کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔ یہ سن کر حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر حضرت ایشاں علیہ رحمتہ قدس سرہ ہماری موجودگی میں یہ فرماتے تو ہم ان سے کہتے کہ اب ہمارے حال سے واقف ہو جائیں کیونکہ ہم نے یہ منزل طے کی ہے اور بارہ سال تک کوئی چیز نہیں کھائی ہے اور ہم نے آنحضرتؒ کی دلی توجہ کی برکت سے بالآخر اس منزل کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

ظاہرہ ۱۷: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ "ایک دن میں نے ایک ضرورت کے لیے آنحضرت قدس سرہ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) سے بات کرنا چاہی جب کہ اس موقع پر آنحضرتؒ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھتے ہوئے میں اپنا سر آنحضرتؒ کے گوشِ مبارک کے پاس لے گیا تو آپ کے کان

Marfat.com

مُبارک سے ایسی عطر آ گیں خوشبو آئی کہ اتنی اعلیٰ وارفع خوشبو میں نے اپنی چھہتر (۷۶) سالہ عمر میں بھی نہیں سُونگھی۔'' جب کہ یہ صورتحال یہ ہے کہ حضرت سرالاعظمؒ سے آشنائی رکھنے والے بہت سے عطار ہیں اور آپ کی زیادہ تر نشست و برخاست عطار کی دکان پر ہوتی ہے اور آپ ہر طرح کی خوشبو سے بخوبی آگاہ ہیں۔

ظاہرہ۱۸: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر سلوک کے اس راستے پر چلتے ہوئے سالک کو غیب سے الہام ہو، چاہے وہ دائیں جانب سے ہو چاہے بائیں جانب سے، آگے سے ہو یا پیچھے سے، اوپر سے ہو یا نیچے سے تو سالک کو اسی وقت چاہیے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھے۔ اگر وہ الہام خداوند بزرگ و برتر کی طرف سے ہے تو پھر استقرار اور یقین حاصل ہو جائے گا اور اگر یہ شیطان کی طرف سے ہو تو پھر کلمہ شریف اس کا استیصال کر ڈالے گا۔

ظاہرہ۱۹: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہیے کہ وہ اپنی توجہ کا قبلہ ذات خداوندی کو بنائے اور ہر وقت یہ تصور اسے ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے مربی کے حضور بیٹھا ہے اور اپنے پیر کو حاضر و ناظر جانے اور اپنے اوقات میں سے کسی وقت بھی اپنے آپ کو اس تصور سے دور نہ ہونے دے۔ مثال کے طور پر اگر وہ اپنی کوشش وسعی سے پیر کے تصور کو دور کرنا بھی چاہے تو ایسا نہیں کر سکتا۔ جب کسی کا کام اس حد تک ترقی کر جاتا ہے تو پھر روز بروز اس کے کام کو جلا ملتی ہے اور وہ رُو بہ ترقی ہوتا ہے۔

ظاہرہ۲۰: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ توجہ کرنے سے ذکر قلبی میں اللہ تعالیٰ کی یاد اس طرح مل جائے جس طرح آٹے میں پانی اور نمک مل جاتے ہیں لیکن فی زمانہ ایسا آدمی کم ہی دکھائی دیتا ہے اور اگر کوئی اس حالت سے ہٹ کر توجہ کی وجہ سے ذکر قلبی روک دے تو اس طرح کرنا ناقص ہے۔ اس لیے کہ

اُس نے خود کو فاسد گمان کے سبب کامل و اکمل سمجھ لیا۔

ظاہرہ ۲۱: آپ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم معراج کی رات ''قاب قوسین او ادنیٰ'' (۲۵) سے مُشرف ہوئے اور خداوند بزرگ و برتر کے دیدار کی دولت سے معزز و مکرم ٹھہرے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس وقت بھی اپنی اُمت کو فراموش نہیں فرمایا اور حرص و ہوا کی تاریکیوں میں محبوس اپنی امت کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کرنے کی درخواست خداوند بزرگ و برتر کے حضور کی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حبیبِ کبریا رحمتہ اللعالمین کی اس درخواست پر خداوند بزرگ و برتر نے فرمایا کہ اے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تمہارے علاوہ ہماری مخلوقات سے جو کچھ بھی ہے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی طفیل ہے۔ پس یہ جملہ مناصب اور کمالات جو ہم نے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو محض اپنے فضل وکرم سے عنایت فرمائے اور دکھائے ہیں، اس میں ہم کسی کو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شریک و سہیم نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ اقدس کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے ان منازل کا عبور کرنا اور ان مقاصد کا حصول روا نہیں رکھیں گے۔ لیکن ہم نے مومنوں کے دلوں کو وسعت مرحمت فرمائی ہے کہ جو کچھ آنجناب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پایا اور دیکھا، اسے ہم نے مومنوں کے دلوں کے اندر رکھ دیا ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے وہ بندے کے اندر ہوتا ہے اور ''فِی اَنْفُسِکُم افلا تبصرون'' میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اشعار کا ترجمہ: اے تُو جو کہ نامہ الٰہی کا نسخہ ہے اور آئینہ جمالِ شاہی بھی تو، تو ہی ہے۔ اس عالم میں جو کچھ بھی ہے وہ تیرے علاوہ نہیں ہے اس لیے تو جو کچھ بھی چاہتا ہے، تجھے اپنے آپ سے طلب کرنا چاہیے اور نابیناؤں کی طرح ہر سُو ہاتھ نہیں مارتے پھرنا چاہیے کیونکہ سب کچھ تو تیری گلیم کے نیچے ہے اس لیے ادھر

Marfat.com

اُدھر بھٹکنے کی بجائے وہیں سے لے۔ بلا وجہ و سبب تو کب تک سرگشتہ و حیران پھرتا رہے گا؟ اِس گوہر کی کان تو تیری اپنی ذات ہے، اس لیے تجھے یہ سب کچھ ادھر ادھر پھرنے کی بجائے اپنے آپ سے طلب کرنا چاہیے۔ تیرا یار تیری خُرجین و کیسہ ہے اور اگر تو رامین ہے تو پھر ان چیزوں کو تلاش کرنے کے بجائے ویسہ کو تلاش کرنا چاہیے (واضح رہے کہ ویسہ، رامین کی معشوقہ تھی) ویسہ اور رامین تو تیری ذات ہے اور اس دنیا جہان کی تمام آفات کا سبب بھی تیری اپنی ذات ہے۔ پس جس کسی نے تیری متابعت و پیروی اختیار کی، اس نے تیرے طفیل وہ کچھ دیکھا اور پایا، جو کہ تم نے دیکھا اور پایا۔ یعنی تمہاری پیروی و اطاعت کے باعث تمہارے دیکھے اور پائے ہوئے کو دیکھا اور پایا۔ بعدازاں آپؒ نے فرمایا کہ یہ وہ تیس ہزار کلمات و اسرار ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں میں عام کرنے سے منع فرمایا تھا۔

صفحہ B-۳۱۵ کے حاشیے کی عبارت: ''حضرت سر الاعظم مولانا محمد یحییٰ ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ اسم ذات انسان کے دل میں آئینہ کی طرح ہوتا ہے اور کلمہ نفی و اثبات دل کو صیقل کر کے اُسے جلا بخشتا ہے۔ پس ذاکر کو چاہیے کہ اسم ذات کا ذکر دل میں کرے تاکہ اسم ذات کی یاد دل میں رہے نفی و اثبات کی سعی و کوشش سے اس قدر دل کو جلا و صفا مل جاتی ہے کہ جتنی کہ لاالٰہ کے ورد سے حاصل ہوتی ہے۔ کسی زاویہ میں گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کے سامنے آسمان کے سارے طبقات ہوتے ہیں اور اسرار میں سے کوئی بھی اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتے لیکن جب وہ لاَ اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ کہتا ہے تو وہ زمین کے ساتوں طبقات سے مشرف ہو جاتا ہے اور تمام موجودات و مخلوقات و مکشوفات اپنی تمام عجائب و غرائب کے ساتھ اُس کی نظروں کے سامنے ظاہر کر دی جاتی ہیں۔ اور جتنی مرتبہ بھی ذاکر ذکر کرتا ہے اُسے یہ حالت مہیا رہتی ہے اور جب تک ذاکر کو

Marfat.com

یہ حالت و کیفیت حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک اس کے دل کے آئینہ کو صفا و جلا حاصل نہیں ہوتی۔'' (۲۷)

ظاہرہ ۲۲: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل و اکمل پہلے دن جب اپنے مُرید کو طریقہ تعلیم دیتا ہے تو وہ (مرشد) مُرید کے دل کو اسم ذات کی تعلیم دے کر تربیت کرتا ہے تاکہ مُرید اِس امر سے واقف و آگاہ ہو جائے کہ وہ مقام قاب قوسین ادنیٰ ہے۔ مُرید کو مرشد کی بیان کردہ تعلیم کی مشق کرنی چاہیے اور اسے لحہ بھر بھی کسی مقام شریف کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے اور ایک لحہ بھی اُس بلند مقام سے غائب نہیں ہونا چاہیے یہاں تک کہ کثرتِ مشق و ورزش اُسے اُس مقام تک پہنچا دیتی ہے کہ اگر وہ سویا ہوا ہی کیوں نہ ہو تو وہ ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کے مقام پر ہوگا۔ اور اگر بیدار ہو، تب بھی اس مقام بلند پر ہوگا اور اگر وہ کھا رہا ہو، گفتگو کر رہا ہو، چل رہا ہو یا کھڑا ہو، چاہے جس حالت میں بھی ہو تب بھی اُسے یہ مقامِ بلند حاصل و میسر ہوگا۔

ظاہرہ ۲۳: حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ ہر کوئی چشمے کا متلاشی ہے۔ جب مرشد کامل و اکمل اپنے مرید کو آغاز تربیت میں چشمے پر لے جاتا ہے تو یہ اسمِ ذات کی تعلیم ہے بعد ازاں ہر چند مرید کا پیر، چشمہ کے اطراف و جوانب میں موجود ہوتا ہے۔ اور وہ پانی جو چشمہ سے جدا ہوتا ہے وہ سب کو پاتے ہوئے اور ساتھ لیتے ہوئے، آخر کار پھر چشمے کے دہانے تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ انجام، آغاز کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ظاہرہ ۲۴: حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آسمانوں پر چلا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ابھی وہ کمال کو نہیں پہنچا۔ اپنے دل کے گرد گشت کرنا اور اپنے دل کا دروازہ کھولنا کمال کو پہنچنا ہے۔

ظاہرہ ۲۵: حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ جس دل میں ذرہ برابر بھی محبتِ دنیا ہو، اُس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نشانیاں و علامات

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی التفات کا پرتو ہیں۔

ظاہرہ ۲۶: حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے اپنی بلندیٔ کمالات کے بارے میں کچھ کہا اُس نے اُسی وقت اس کہنے کا نقصان دیکھ لیا۔

ظاہرہ ۲۷: حضرت سرالاعظمؒ نے ایک دن خلوت میں اس فقیر راقم الحروف یعنی کتاب کے مصنف سے فرمایا کہ جو شخص ہمارے پاس خدا کی طلب کے لیے آتا ہے ہم اس سے اس سلسلے میں ہر موضوع پر بات کرتے اور اُس کی خوراک و روزی کا انتظام کرتے ہیں۔ اور کلام کرتے وقت تصرف کو بروے کار لایا جاتا ہے۔ اور ہم اسے اثنائے ذکرِ حق کر دیتے ہیں۔ اگر آنے والا شخص قابل اور استعدادِ کامل کا حامل ہے تو ایسے شخص کو پاتے ہی اس کی طرف توجہ کرنی چاہیے اس سے راحت ملتی ہے۔ ایسے شخص کے کام میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے ہمیں کسی قسم کا فکر و تردد نہیں کرنا پڑتا۔ اور اگر آمدہ شخص کی استعداد ناقص اور فتور پیدا کرنے والی ہو تو ہمیں اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ اُسے طریقہ تعلیم کریں اُس کی طرف متوجہ ہوں اور اس کے لیے مراقبہ کریں۔

ظاہرہ ۲۸: ایک دن حضرت سرالاعظمؒ مولانا (جی باباؒ) مسجد کے اندر تنہا مراقبہ کر رہے تھے کہ اسی دوران فقیر راقم الحروف یعنی کتاب کا مصنف (میاں محمد عمر چمکنیؒ) مسجد کے اندر آیا جس پر حضرت قبلہؒ نے مراقبے سے سر مبارک اٹھایا اور راقم مصنف کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب فقیر کے آنے سے حضرت حالت استغراق سے باہر نکلے تو فقیر نے اپنے آپ کو بڑی ملامت کی۔ بڑا نادم اور پشیمان ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ بے وقت مسجد میں کیوں آیا۔ حضرت سرالاعظمؒ نے اپنے نورِ فراست سے راقم (مصنف) کی ندامت اور پریشانی کو جانتے ہوئے فرمایا کہ تم اس طرح کیوں پریشان و پشیمان ہو رہے ہو، آنکھیں بند کر کے سر جھکائے استغراق میں چلے جانا تو ہماری رسم و عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت کی بدولت

Marfat.com

اب کام اس سے آگے بڑھ چکا ہے اور اوقات میں سے ہر وقت کیا سوتے کیا جاگتے، کیا کھاتے، کیا پیتے، راہ چلتے، بات کرتے ہم کسی وقت بھی بیکار نہیں رہتے اور غفلت کو ہماری طرف قطعاً کوئی راہ نہیں ہے۔

ظاہرہ ۲۹: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے نیند اور بیداری برابر ہے اور ہمارے لیے ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں یہ کہ خواب ہمارے بمنزلہ خلوت ہے اور بیداری بمنزلہ صحبت۔

ظاہرہ ۳۰: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ نماز تہجد کی جب ہم بارہ رکعت پڑھتے تھے تو اوّل نصف شب سے پڑھنا شروع کرتے اور طلوعِ صبح کے آغاز پر ختم کر دیتے اور ہم یہ رکعت اس طریقے سے پڑھتے کہ جب دو رکعت نماز پڑھ لیتے تو ہم ذکر میں مشغول و مصروف ہو جاتے اور جب ذکر سے فرصت پاتے تو پھر دو رکعت نماز ادا کر لیتے اور اس طرح ہم اس لیے کرتے کہ ہم پر نیند کا غلبہ نہ ہو جائے۔ بعد ازاں چند بار حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ پھر ہم نے نماز تہجد میں آٹھ رکعت پڑھنا شروع کر دیں اور اب ہم نے نماز تہجد میں دو رکعت پڑھنا شروع کر دی ہیں۔ اب جب کہ ہم بوڑھے ہو گئے ہیں تو تکلیف اٹھانے کی ہمت و طاقت نہیں رہی، پر جوانی میں ہم نے بہت تکالیف اٹھائی ہیں اور ریاضتیں کی ہیں لیکن اب ہم ان تکالیف اور ریاضتوں کے بوجھ سے آزاد ہو چکے ہیں۔

ظاہرہ ۳۱: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ جس دن ہم نے نیا لباس زیب تن کیا تو اُس سے دل نے ایک فرحت و راحت محسوس کی۔ اور وہ فرحت، آفت کے ضمن میں تھی اور اس فرحت و راحت محسوس کرنے کا چارہ و علاج ہمارے نزدیک استغفار کرنے اور خود کو لعنت ملامت کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اور اگر ہم دھویا ہوا لباس پہن لیتے تو گویا اس سے اپنے آپ کو ملاحظہ کرتے اور اس صورتحال سے مسلسل خود کو نادم جانتے اور استغفار کرتے رہتے۔

ظاہرہ ۳۲: حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ اب یہ مقام آ گیا ہے کہ جس طرح کا لباس بھی زیب تن کرلیا جائے اُس سے فرق نہیں پڑتا۔ لباس کے عمدہ یا کمتر ہونے سے نفس نہ تو حظ اُٹھاتا ہے اور نہ ہی اُسے اس سے ایذا پہنچتی ہے۔ نہ تو پرانے لباس سے افسردہ ہوتا ہے، نہ ہی وحشت محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی نئے لباس کے زیب تن کرنے سے نفس محظوظ و مسرور ہوتا ہے۔ جس طرح کا بھی ہو خواہ جامۂ کہنہ ہو خواہ جامۂ نو ہر حال میں خوش رہتا ہے۔

ظاہرہ ۳۳: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب تک بندہ حیات و ممات سے بالا نہ ہو جائے، اُس وقت تک اس کا کام درست و مستعد نہیں ہے اور اس کی مہم نا مکمل ہے۔ جب کہ حیات و ممات کا لفظ ایک ہی وقت میں بہت زیادہ بار آپ کی زبان مُبارک سے جاری ہوا ہے۔ ظاہراً اِن دونوں الفاظ یعنی ممات و حیات کی تعبیر فنا و بقا سے کی جا سکتی ہے۔

ظاہرہ ۳۴: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ اس راہ پر چلنے والے پر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے کہ اگرچہ اُس کا نفس کھانے پینے سے حظ پاتا ہے لیکن جب قوتِ دافعہ (جسم کی ایسی قوت جو غذا کے فضلہ کو دفع کرتی ہے) اس گرانی کے حامل، بھرے ہوئے پیٹ کو نیچے لے جاتی ہے تو مواد اس سے کمینہ و نالائق رنگ کا، متصف صفت ذمیمہ سے موصوف ہوگا۔ نفس کو اس سے جو حد درجے کی کراہت اور پشیمانی ہوتی ہے، وہ کھانے پینے سے ہوتی ہے اور وہ کھانے پینے کو زحمت و تکلیف کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔

ظاہرہ ۳۵: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ایک عام شخص نفس کو دشمن سمجھتا ہے جب کہ ہم نفس کو دوست جانتے ہیں۔ عامی، نفس کو آزار دینے کی کوشش کرتا ہے، جب کہ ہم نفس کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں ہوتے ہیں کہ ہم نے اُس کے سبب سے آئینہ پالیا۔

Marfat.com

ظاہرہ ۳۶: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں نفس، اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔ پس جس طرح دوسری مخلوقات کو آزار دینے سے منع کیا گیا ہے اُسی طرح نفس آزاری کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ بعد ازاں حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ نفس دو ہیں۔ ایک تو وہ ہے، جو کھانے پینے کا محتاج ہے اور اسی سے اُسے قوت حاصل ہوتی ہے۔ جب اُسے وہ نہیں پہنچتی تو وہ مضطرب ہو جاتا ہے اور جب اسے سب کچھ حسبِ ضرورت مل جاتا ہے۔ تو اُس کا اضطراب رفع ہو جاتا ہے۔ ایسا نفس ممدوح اور دوست ہوتا ہے جب کہ دوسرا نفس وہ ہے جو لمبی امیدوں کے پورا کرنے کے بارے میں سوچتا رہتا ہے اور ایسا کرنے کے لیے قارون اور فرعون کی طَرح خزانے جمع کرتا رہتا ہے۔ اور یہ نفس مذموم اور دشمن ہے۔

ظاہرہ ۳۷: حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں: ''جب سے ہم اس راہ پر چل نکلے ہیں، کبھی خوشی و مسرت نہیں ملی اور ہم مسلسل غم والم سے دوچار ہیں۔ اور جب لوگ چھوٹے ہوں یا بڑے، بوڑھے ہوں یا جوان، مرد ہوں یا عورتیں، جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو اس پر غور وفکر اور سوچ بچار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ہر بات تیر ہے جو ہماری جان پر مارا جاتا ہے۔''

ظاہرہ ۳۸: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ہمیں کبھی خوشی و مسرت نہیں ملی۔ اگرچہ بعض اوقات عرش بریں، آسمانوں اور بہشتوں کے بعض عجائب وغرایب دیکھے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کو جنتوں میں روحوں کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اور ایسے وقت کو خوش وقتی سمجھنا چاہیے۔ پھر جب کچھ ایسے لوگوں کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے جو جہنم کے کسی زاویے میں محبوس ہوں یا ہاویہ وجحیم کا عذاب سہہ رہے ہوں تو مشاہدہ کرنے والے کی پہلے منظر سے حاصل ہونے والی مسرت، دلگیری میں بدل جاتی ہے۔

Marfat.com

ظاہرہ ۳۹: ایک دن ایک عزیز نے حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) کی خدمت میں عرض کیا کہ باغ کی سیر کو جانا چاہیے کہ وہاں قسم قسم کے پھول کھلے ہیں جو نہایت عمدہ منظر پیش کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ اگر تمہارا دل تماشا دیکھنے کو کر رہا ہے تو تمہیں بہشت کی سیر کو جانا چاہیے اور آسمانوں کی بلندیوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ عظیم عجائب و غرائب تو یہ ہیں۔ یُوں وہ باغ میں نہیں گئے اور انہوں نے اُس عزیز کا دل اپنی طرف راغب کر لیا۔ اور وہ کہیں نہیں گیا۔

ظاہرہ ۴۰: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں دلوں کو اپنی جانب متوجہ کر لینا آسان ہے۔ اگر ہم اس طرف توجہ کریں تو دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں رہے گا جو کچھ اس کے پاس ہو وہ ہم پر نثار نہ کر دے۔ لیکن ایسی باتیں قُرب باللہ میں زیادہ فائدہ مند نہیں ہوتیں۔

ظاہرہ ۴۱: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے چاہا کہ تمام انسان اور سب چیزیں اسی کی ذات بابرکات کو چاہیں اور جس کسی نے اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور کو چاہا اور اللہ جل شانہ کو نہ چاہا تو اُس نے کسی کو بھی نہ چاہا۔

ظاہرہ ۴۲: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ فی زمانہ اولیائے کرام بہت زیادہ ہیں اور گذشتہ زمانے کے اولیا کی نسبت حال کے اولیاء کے مراتب اور کمالات بہت زیادہ ہیں۔ لیکن فتنہ و فساد کے بگولے نے دنیا جہان کو غفلت کی تاریکی میں ڈبو رکھا ہے کہ اہلِ جہان ان بزرگواروں (یعنی اولیائے کرام) کو دیکھ نہیں سکتے اور نہ ہی اُن کے پیچھے چل سکتے ہیں۔

ظاہرہ ۴۳: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ نباتات، جمادات اور ہر چیز کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن رات میں ایسا ہوا ہے اور کسی پیغمبر نے بھی پیغمبری نہیں پائی ہے لیکن رات میں ایسا ہوا ہے۔ اور کوئی بھی ولی مرتبۂ ولایت کو نہیں پہنچا مگر رات میں۔ رات کے اوقات کی محافظت کرنے کو کمالاتِ عظیم کہتے ہیں۔

Marfat.com

ظاہرہ ۴۴: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام رات بیدار ہوا اور رات کے آخری وقت میں سو جائے تو اس شخص کی وہ بیداری اُسے کوئی نفع نہیں دیتی۔ اور اگر تمام رات سویا رہے اور رات کے آخری حصے میں بیدار رہے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ بہت زیادہ فیض پانے کے لیے آمادہ و تیار ہو رہے۔ حضرت اپنے بہت سے اصحاب سے فرما رہے تھے: "اگر لوگ تمام شب یا نصف شب یا رات کا چوتھا حصہ بھی شب بیداری نہیں کر سکتے تو پھر آپ لوگوں کو چاہیے کہ شب بیداری کے سلسلے میں آخر شب کی ساعت کو ہاتھوں سے نہ جانے دیں اور اس وقت کی بڑی ہوشیاری اور خبردار رہتے ہوئے محافظت کریں، کیونکہ تمام شب کی کارکردگی کا نتیجہ اسی سے وابستہ ہے۔" جب آپ کے اصحاب میں سے کوئی صاحب زیادہ تھکا ہارا ہوتا اور رات کے آخری حصے میں نیند اس پر غالب آ جاتی تو اُسے باتوں میں مشغول کر دیا جاتا، تاکہ نیند اس پر غالب آنے اور وہ بیدار رہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب رات بہت زیادہ رہتی ہو تو بیدار نہیں ہونا چاہیے بلکہ جب رات کی ایک نیم ساعت باقی ہو تو بیدار ہو جانا چاہیے اور اس وقت بیدار ہونے کے ساتھ ساتھ اُن اوقات کی پوری طرح حفاظت کرنی چاہیے۔ اگر زیادہ وقت بیدار نہ رہا جا سکے اور نیم ساعت کی بیداری ملے تو اس قدر بھی اچھا اور پسندیدہ ہے۔

ظاہرہ ۴۵: حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) کے اصحاب میں سے ایک مولانا محمد عارف نے ایک شب، نمازِ تہجد کے بعد فرمایا کہ وہ (یعنی مولانا محمد عارف) حضرت سرالاعظمؒ کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوئے لیکن پانچویں روز بھی نفی و اثبات کے ذکر میں مشغول نہ ہوئے اور اس ذکر کی ورزش سے غفلت برتی۔ پھر کہنے لگے: "یہ ہیں دُنیاوی کام جو درپیش ہیں لیکن ایک ساعت دنیا کے کاموں کو موقوف کر کے خداوند جل شانہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ذاتِ خداوندی سے صحبت

Marfat.com

رکھنی چاہیے اور فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔" یہ کہتے ہوئے آپ زار و قطار رونے لگے۔ آپ (جی بابا) نے فرمایا کہ جب ہمارے یار ہم سے زیادہ دور ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے شب و روز غفلت میں گزارنا شروع کر دیتے ہیں اور ہمیں خود سے دور سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ہر وہ کام جو بے شک زمین کے اندر ہی کیا گیا ہو ہم اُسے صحیح کر دیتے ہیں اور ہم مسلسل اپنے یاروں کے ہمراہ رہتے ہیں۔ دن رات میں چوبیس ہزار نفس[1] (سانس کی آمدورفت) ہوتے ہیں اور اگر بڑی تعداد سے کوئی دو نفس بھی یادِ حق میں بسر نہ کرے تو پھر ایسے شخص نے (زادِ آخرت کے لیے) کیا کیا؟ پس آپ نے فرمایا کہ ہماری نظریں تو حضرت ایشانؒ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کے فرمودات پر لگی ہوئی ہیں۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تھا کہ لوگ تمہارے حلقۂ صحبت میں یاروں کی طرح جمع ہوں گے۔ لیکن ہمارے حلقۂ صحبت میں اِس طرح کے یار تا حال جمع نہیں ہیں۔ ہم حضرت ایشانؒ کے فرمانِ مبارک کے ظہور کے انتظار میں ہیں اور تم اس طرح غفلت میں وقت گزار رہے ہو۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ شب و روز میں چوبیس ہزار سانسوں کی آمدورفت ہوتی ہے اور اگر ان چوبیس ہزار انفاس میں سے چار نفس بھی یادِ حق میں بسر نہ ہوں تو پھر اس زندگی کا حاصل ہی کیا ہے۔ میں کلی طور پر ترکِ دنیا کر چکا ہوں اور جو کوئی بھی میرے لیے کوئی چیز لاتا ہے مجھے بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ اور میری خوشی اسی میں ہے کہ ہر کوئی اپنا وقت یادِ حق میں گزارے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ دیکھ لو مولانا مہر علی ابھی تک سویا ہوا ہے اور دلدار بیگؒ اُونگھ رہا ہے۔ پس یہ کونسی محنت و تکلیف ہے اور کیسی مُشقت ہے؟ اسی دوران مولانا مہر علی اُٹھ بیٹھے اور خوش طبعی سے کہا کہ یہ کافی ہے کہ آپ تکلیف اُٹھاتے ہیں، اس لیے ہم کیوں تکلیف اُٹھائیں۔ پھر حضرت نے یاروں سے کہا کہ تم لوگ اپنے اوقات غفلت میں گزارتے ہو۔ تم کو چاہیے کہ ان کو متنبہ کرتے ہوئے آگاہ کرو۔ حضرت سرالاعظمؒ

Marfat.com

نے فرمایا کہ جس طرح رئیس، غریب لوگوں کو حاکموں کے ہاتھوں گرفتار کرواتے ہیں اور پھر اُن سے واپس لے لیتے ہیں۔ اُسی طرح ہم بھی تمہیں پکڑ لیں گے تا کہ تم ہم سے آگاہ ہو جاؤ۔ پر ہم ڈرتے ہیں کہ تم کہو گے کہ ہم پر بلا لے آئے ہو۔ پھر آپ نے کہا کہ یہ سب کچھ نفس کی شامت اور ہماری زبونی و عاجزی ہے کہ آپ کے کہے ہوئے کا ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ ورنہ آپ بزرگ ہیں اور ہم خود عاجز بندے ہیں۔

اسی دوران حضرت جی باباؒ نے توجہ فرمائی تو تمام صحبت میں یہ حالت طاری ہوئی کہ وہی یار آپؒ کے حضور پورے اطمینان قلب کے ساتھ صبح کی نماز تک بیٹھے رہے، جس سے یاروں کے دلوں میں فرحت وانبساط پیدا ہوا۔

ظاہرہ ۴۶: مولانا معموریؒ جو کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کے ایک صحابی اور خادم ہیں، ایک شب نمازِ تہجد کے وقت یاروں کو طہارت کرنے کے لیے پانی دے رہے تھے۔ اِسی دوران حضرت سرالاعظم کے مسجد کے اندر تشریف لے جانے کا معلوم ہوا تو وہ بعض یاروں کو طہارت کے لیے پانی دیئے بغیر مسجد کے اندر چلے گئے اور حضرت سرالاعظم کے سامنے محتاط انداز میں بیٹھ گئے، جس پر حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ ہمارے سامنے بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، تمہیں خدمت کرنی چاہیے تا کہ ہمارا دل اپنے ہاتھ کر سکو کیونکہ ہماری ایک مرتبہ کی التفاتِ خاطر ہی تمہاری تربیت کرنے کے کافی ہے کیونکہ اسی ایک نگاہِ التفات سے بہت سے کام سنور گئے ہیں۔ پر ہمارے لیے ہر وہ شخص برابر ہے جو ہمارے سامنے ہے یا ایک سو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔

ظاہرہ ۴۷: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کے یاروں میں سے ایک یار، غریبؒ نامی تھا، جو بچپن سے حضرت سرالاعظمؒ کے ہمراہ تھا اور ایک نفس میں ہزار نفی واثبات کا ذکر کرتا تا کہ محبوب ومعبودِ حقیقی کے اثبات اور غیر کی نفی کا ملاحظہ کر سکے۔ جس کے

Marfat.com

لیے اُس نے بعض دنیوی علایق اور عوایق سے قطع تعلق کر کے مہاجرت اختیار کرتے ہوئے ان سے جدائی اختیار کر لی۔ اور ایسا کرنے کے ایک مدت بعد حضرت سرالاعظمؒ کی ملازمت کے حصول کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ ان دنوں میں راقم الحروف (یعنی مصنف کتاب) بھی حضرت سرالاعظمؒ کی ملازمت کے حصول کی غرض سے حضرت موصوفؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک دن حضرت سرالاعظمؒ چشمہ سار سے آ رہے تھے تو حضرت سرالاعظمؒ نے فقیر یعنی مصنف کتاب سے فرمایا کہ غریبؒ سے کا حال دریافت کرو کہ وہ ایک مدت بعد ہمارے پاس آیا ہے اور ہمارے لیے کیا تحفہ لایا ہے؟ فقیر (مصنف) نے جب غریبؒ سے پوچھا تو وہ شرما گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ غریبؒ جس وقت ہمارے ہمراہ تھا تو ایک نفس میں ایک ہزار بار نفی و اثبات کا ذکر کرتا تھا اور اس ذکر کے جملہ آداب و شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھتا تھا جب کہ اب اس کی یہ حالت ہے کہ ہزار بار تو کجا دس بار بھی ایسا نہیں کر سکتا اور یہ (غریبؒ) ہمارے لیے یہ تحفہ لایا ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ جو کچھ سرمایہ وہ ہماری نیابت میں رہ کر ہم سے لے کر گیا تھا، ہم سے جدا ہو کر اپنی محنت، کوشش، کاوش اور ریاضت سے اس سرمایہ میں اضافہ کرتا تاکہ اس کی حسن کارکردگی دیکھ کر ہم بھی خوش ہوتے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ یہ صورتحال دیکھ کر فقیر (محمد عمر چمکنیؒ) اور دیگر مخلص دوست احباب نے ہر طرف سے غریبؒ کی سفارشیں کرنا شروع کر دیں، جس پر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے فرمایا کہ میں اس قسم کی باتیں نہیں جانتا، ہر کوئی نفع کی امید پر سُود پر رقم دیتا ہے۔ اب جب کہ میں ایک ہزار دوں اور اس کے بدلے میں مجھے ایک بھی نہ ملے تو ایسی صورتحال میں، میں مزید کس طرح اور کس اُمید پر دوں گا۔ یہ سن کر غریبؒ نے کہا کہ اس سے پہلے میں یوں تھا کہ حضرتؒ ہر ساعت میرے حال سے واقف و آگاہ ہوتے تھے اور اب آپ دور ہوتے ہیں۔ اس لیے میں

Marfat.com

اس حال کو پہنچ گیا ہوں۔ غریبؒ کی یہ بات سن کر حضرت سرالاعظم نے فرمایا، بغیر کسی حساب کتاب اور اندازہ کیے بغیر باتیں مت کرو۔ ہم تو ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے ہیں۔ ایک تو ہی ہے جو کہ ہم کو اپنے سے دور جان رہا تھا۔ ہم ہمیشہ ہر جگہ اپنے مخلص ساتھیوں کے ہمراہ رہتے ہیں۔ پس آپؒ نے فرمایا کہ کونسا ایسا پیر ہوگا کہ خود تو وہ مشرق میں ہو، جبکہ اس کا مرید مغرب میں، اور وہ ہر وقت اپنے مرید کے حال سے واقف نہ ہو۔ آخر کار اسی رات اس غریبؒ کا کام بن گیا۔ اُسے اس کا مقصود و [illegible] حاصل ہو گیا۔ چنانچہ نماز اشراق کے بعد حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء [illegible] نقشبندؒ کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کا شربت لا کر حضرت سرالاعظم کے سامنے رکھا گیا۔ حضرت سرالاعظمؒ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ سچ کہو کہ اُنہوں نے آج رات تمہارا کام بنا دیا اور اسی خوشی و مسرت میں حضرت خواجہ بزرگ کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لیے شیرینی [illegible] ہو۔

ظاہرہ ۱۰۴۸ ایک دن فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنی) نے اچانک کوئی ایسی بات کہہ دی جو حضرت سرالاعظم (جی بابا) کی ملائم طبیعت کے موافق نہ تھی اور ایسی بات کا اظہار کرنا بھی کچھ روا نہ تھا اور اُس زمانے میں حضرت سرالاعظم لاہور تشریف رکھتے تھے جب کہ راقم فقیر (محمد عمر چمکنی) پشاور میں تھا اور اس بات سے سوائے اس شخص کے جس سے میں نے کہی تھی اور کوئی واقف نہیں تھا۔ اور وہ شخص بھی پشاور میں تھا۔ نماز عصر کے وقت اُس شخص سے میں نے یہ بات کہی تھی۔ پس اسی رات حضرت سرالاعظم فقیر کے خواب میں ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ ایسی بات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ نیز اس قسم کے غوامض و ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ پھر التفات کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے لیے اتنا کچھ کیا ہے۔ بعد ازاں حضرت سرالاعظم نے فارسی زبان میں چار موزوں مصرے [illegible] فرمائے جس کا دوسرا مصرع یوں ہے:

گویا در گوشہ و بر آسمانہاست (ترجمہ: گویا گوشہ میں اور آسمانوں پر ہے۔)

Marfat.com

جب کہ باقی تین مصرعے اس وقت مجھے یاد نہیں۔ مُراد یہ کہ، اگر چہ میں بظاہر دنیا میں ہوں لیکن حقیقت میں میں آسمانوں پر بیٹھا ہوں۔ یعنی تمام پوشیدہ چیزیں اور جو کچھ اس دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے میں ان سب کو دیکھتا اور جانتا ہوں ۔رات کو خواب میں آپ فقیر (مصنف) پر دوبارہ ظاہر ہوئے اور اسرار کے ظاہر نہ کرنے کے بارے میں یہ مصرع فرمایا:

ع دل می شکنی و نشکنی این گوہر را

(ترجمہ: تُو دل توڑ رہا ہے لیکن اِس گوہر (موتی) کو نہیں توڑ رہا۔)

ظاہرہ ۴۹: ایک دن، ایک تقریب میں بعض اصحاب کی موجودگی میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے فرمایا۔ اگر کبھی درویشوں میں سے بعض صاحبِ جذب درویش آ کر ہمارے پاس بیٹھتے ہیں تو اُس وقت ہمارے یہ یار اصحاب، صحبت سے اٹھ جاتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ صاحبِ جذب درویشوں کو دیکھتے ہوئے ہمارے یہ اصحاب اس بات سے ڈر جاتے ہیں کہ شاید یہ درویش بھی فقراء کی طرح ہماری نسبت سلب کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے یار اصحاب رکھتے ہیں یہ اس سے تہی ماندہ ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے حضور میں ہوتے ہوئے ڈرنے کی کونسی بات ہے، جب کہ ہمیں تو سارے عالم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ہمارے یاروں کی نسبت سلب کر سکتا ہو۔ بعد ازاں حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ دوسروں کی نسبت سلب کرنا ناقص فقیروں کا کام ہے۔ اب تو ملک سندھ میں بھی اس طرح کے درویش نہیں رہے جو ہر کسیؒ سے دست درازی کرتے پھریں۔

ظاہرہ ۵۰: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے ایک دن اپنے احباب سے فرمایا کہ تم دریا کے گھاٹ پر اس طرح بیٹھ جاؤ جس طرح حاکم (یا ان کے مقررہ کردہ کارندے) بیٹھتے ہیں تا کہ تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد ہر کسی کو دریا عبور کرنے دیا جائے اور بغیر

تفحص وجستجو کے کسی کو دریا پار نہ جانے دیا جائے۔ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے متعلقین میں سے ہوں اور وہ اس پر کامل اعتماد واعتبار رکھتا ہے، تو ایسے شخص کو بلا مزاحم اور بغیر کسی پرسش وتحقیق دریا سے گزرنے دیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بعض دوست اس قبیل کے ہیں کہ قیامت کے دن اُن کے محبوں اور مُخلصوں کو حاضر کریں گے تو اُس وقت وہ کہیں گے کہ ہم فلاں شخص کے محبوں اور مُخلصوں میں سے ہیں اُن سے یہ سنتے ہی اُن کو خلاصی مل جائے گی اور اُن کی تقصیروں اور لغزشوں کے بارے میں اُن سے کچھ پُرسش نہ ہوگی۔ پھر آپ (جی باباؒ) نے فرمایا: ''البتہ ایسی باتوں کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ لوگ ایسی باتیں سن کر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔''

ظاہرہ ۵۱: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ اب ہم اپنے کاموں کو سنوار چکے ہیں۔اس لیے اب ہمیں اپنے مُحبوں کا غم کھانا چاہیے۔پس جس کی نسبت ہمارے ساتھ اخلاص واعتقاد رکھتے ہوئے درست وراست ہوگی وہ کیوں رنج وتکلیف اٹھائے اور مشقت برداشت کرے۔ہم اپنے محبوں اور مخلصوں پر اپنی جان وتن فدا کرتے ہیں۔

ظاہرہ ۵۲: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے ایک دن فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ولی کے سامنے حرام کا کھانا رکھا گیا تھا، جو سارے کا سارا خراب ہوگیا۔ یہ غلط محض ہے اور عوام جو کہہ رہے ہیں اس کی کچھ اصلیت نہیں۔اگر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اہل اللہ کے سامنے حرام رکھیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ، یہ نہیں چاہتا کہ اس کے دوست حرام کھائیں اور اللہ تعالیٰ قادر وتوانا ہے کہ وہ اسی کھانے کو حلال کردیتا ہے، تاکہ اس کے دوست اسے بروئے کار لاسکیں، وگرنہ فرشتے خود ان دوستانِ خدا کے سامنے کھڑے ہیں اور متواتر حاضر رہتے ہیں جو اس (حرام) طعام کو کسی اور جگہ رکھ دیتے ہیں اور اُس کی جگہ حلال طعام دوستانِ خدا کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

Marfat.com

ظاہرہ ۵۳: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھے چار چیزوں سے آزاد کر رکھا ہے۔ پہلی یہ کہ ہر چند میں جتنا بھی سفر کرلوں مجھے اس سے خستگی اور تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ میں جس قدر بھی بھوکا ہوں بھوک مجھ پر غلبہ نہیں پاتی۔ تیسری یہ کہ اُن ایام میں جب شدید سردی ہو مجھے شدید سردی سے تکلیف نہیں ہوتی اور نہ ہی مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ چوتھی یہ کہ میں بے شک برہنہ ہی کیوں نہ ہوں، شدید گرمی کے موسم میں بھی مجھے شدّت گرما سے رنج وتکلیف نہیں پہنچتی۔ حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ نے فرمایا، جس کا ترجمہ یہ ہے: یعنی خدا کی قسم، یہ واضح ہوگیا کہ تیری جناب کی طرف جانے کا راستہ کونسا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی بھی بغیر تیرے تجھ پر استدلال نہیں کرتا۔ یعنی اس کی دلیل بھی تو ہے اور جہالت کی تکلیف کے دفع کرنے کا راستہ بھی تو ہے، یوں جو کچھ سامنے آتا ہے وہ تیرے متقابل نہیں ہوتا پس اگر سردی ہوتی ہے تو تو غار اور پناہ ہے اور جب گرمی آتی ہے تو تو سایہ اور پناہ گاہ ہے۔

ظاہرہ ۵۴: ایک شخص ایک کثیر رقم بطور نذر کے لے کر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن حضرت اقدس سرہ نے اُس رقم کو لینا قبول نہ کیا۔ جس پر اُس شخص نے اُس رقم کے قبول کرنے کے لیے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) سے بہت زیادہ منت سماجت کی۔ جس پر حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ تُو یہ نذر وفتوح ہماری خدمت میں اس لیے لے کر حاضر ہوا ہے، کیونکہ تو جانتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے مُقرب لوگوں میں سے ہیں۔ اِس کے جواب میں اُس شخص نے کہا: ''ہاں ایسا ہی ہے۔'' بعد ازاں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے فرمایا کہ اگر ہمیں نزدیکی وقرب خداوندی میسر ہے تو اس صورت میں ہمیں کیا حاجت وضرورت ہے کہ ہم تیری لائی ہوئی نذر وفتوح کو قبول کریں؟ چنانچہ یہ کہا اور اس نذر وفتوح کو قبول نہ کیا۔

ظاہرہ ۵۵: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ معاملات اور عبادات، فُقہا کے

نزدیک مسائل مقررہ ہیں۔ جبکہ فقرا کے نزدیک معاملات یہ ہیں کہ اپنے رزق کے لیے تجھے اسباب کا جویا ہونا چاہیے اور امرِ حق کے مطابق ایسا کرنا چاہیے۔ ہر طرح سے اپنے وسائل کو دیکھ لے، تاکہ اپنے رزق کو پہنچ سکے۔ اور عبادات یہ ہیں کہ تو اس بات کا منتظر رہے کہ جس قدر حق تعالیٰ نے تیرے مقدر میں رزق مقرر کر رکھا ہے، وہ تجھ تک پہنچ جائے اور تو اپنے کاموں کا سر رشتہ اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات پر چھوڑ دے۔

ظاہرہ ۵۶: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) ٹھنڈے پانی سے طہارت فرماتے تھے، جس کے سبب سے حضرت قدس سرہ کی ایڑیاں پھٹ گئی تھیں اور گرد و غبار کے سبب گرد آلود ہو چکی تھیں۔ ایک دن حضرت سرالاعظم نے اپنی پھٹی ہوئی ایڑی دیکھ کر فرمایا کہ میں اس سے گرد و غبار نہیں دھووں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایک دن (ہمارا یہ) سر بھی خاک میں مل جائے گا۔

ظاہرہ ۵۷: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ برابر، یکے بعد دیگرے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صحبت میں جاتے رہتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے اور عقب میں حاضر نہیں ہوتے، لیکن تابع و پیروی کرنے والے اپنے مقتدا و پیشوا کے عقب میں ہوتے ہیں۔ اور جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے حضرت قدس سرہ اپنی پانچوں انگلیاں مبارک برابر لائے کہ یہ اولیاء یوں برابر چلتے ہیں۔

ظاہرہ ۵۸: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ انبیاء کرام کو دوست رکھتے ہیں لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے اولیاء کو انبیاء سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے اولیاء کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جبکہ انبیاء کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتے اگرچہ انبیاء آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی

ہیں لیکن اولیاء فرزند ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت عجب شان کی صحبت ہوتی ہے اور یہ وہی صحبت ہے جو دوسری صحبتوں سے منفرد و یکتا ہوتی ہے۔

ظاہرہ ۵۹: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) اکثر اوقات فرماتے رہتے کہ حق تعالیٰ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اپنی محبت و شوق اور اپنے حبیب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سب مومنوں اور مسلمانوں کو میسر کریں گے۔

ظاہرہ ۶۰: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اولیاء اللہ میں اُس وقت شمار ہوتا ہے جب اُسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت صحبت میسر ہو اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مامور اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجازت یافتہ ہو اور اپنی اصلی استعداد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے لیے کسی چیز کی درخواست کرے اور اس کی یہ درخواست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قبول فرمالی جائے تو وہ ولی اپنی عمر کے آخری وقت تک اُس حالت میں ہوگا جس حالت میں اُس نے درخواست کی ہوگی۔ پس اگر وہ چاہے کہ وہ کوئی خاص کام کرنے والا بن جائے اور پھر اُس سے متنفر ہو جائے اور اُس کو ترک کر دینا چاہے اور اس کی جگہ دوسری چیز چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پھر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صحبتِ خاص میسر نہیں رہے گی اور اگر وہ اس صحبت میں سے لوگوں کی طرف رجوع اور دنیا کی گرویدگی کی طلب چاہے تو پھر ایک عالم اُس سے رجوع کرے گا اور دنیا اُس کی طرف رغبت کرے گی۔ اور اگر وہ فقرِ حقیقی کا طلب گار ہو جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خاصہ ہے تو پھر اُس طلب کنندہ کی عمر فقیری و درویشی میں بسر ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حاصل شدہ مبارک صحبت میں وہ جس چیز کی طلب کرے گا، وہ اسے بہرصورت مل جائے گی۔

ظاہرہ ۶۱: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو سرورِ انام فخر موجودات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے اذن واجازت حاصل ہو جائے تو وہ شخص بے شک سرزمین مشرق میں ہی کیوں نہ ہو وہ اس قابل ہے کہ وہ سرزمینِ مغرب کے لوگوں کو بھی اپنے پیغام کے ذریعے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف متوجہ کرے۔ ہر جگہ اُس کا تصرف جاری وساری رہے گا اور اگر بات اس کے برعکس ہے تو پھر اُس کا ارشاد اور اس کی صحبت بھی نہ تو اثر پذیر ہے اور نہ ہی فائدہ بخش۔ بیشک وہ اپنے آپ کو ایک ولیِ کامل کا نام ہی کیوں نہ دے اور ولی کہلائے۔

ظاہرہ ۶۲: جب راقم الحروف (مصنف کتاب) نے اس سلسلے سے نسبت رکھنے والے ایک سیّد زادے سے سنا، اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ایک دن میں حضرت سرالاعظم کی بطور خادم مُغمزی (خدمت) کر رہا تھا اور بعض باتوں کا استفسار کر رہا تھا اور وہ یعنی حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) مجھ سیّد زادے کو اپنے مخلصوں میں سے جانتے ہوئے اپنے بعض اسرار وغوامض کے بارے میں مطلع کر رہے تھے، اسی دوران حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے مجھے ہمیشہ سے رسالت مآب فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بابرکت مجلس اور صحبت میسر رہی ہے۔ سیّد زادہ موصوف کی یہ بات فقیر راقم الحروف کے دل میں جا گزیں تھی۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۰۹۱ھ کو اپنے حضرت بزرگوار (حضرت آدم بنوریؒ) کے چھوٹے بیٹے حضرت سیّد محمد محسنؒ کے استقبال کے لیے اٹک چلا گیا۔ (حضرت سیّد موصوف کا ذکر خیر ''ظواہر السرائر'' کی فصل دوم کی تمہید میں کیا گیا ہے) اٹک میں کچھ دنوں کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ اس موقع و مہلت کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت سرالاعظم کے حضور میری آمد و شد جاری رہی۔ ایک دن حضرت سرالاعظم نے ایک تقریب میں فاتحہ پڑھی، دُعا مانگی اور دُعا کا اختتام ان الفاظ پر کیا: ''اے اللہ تعالیٰ سب مخلصوں کو رسالت مآب سرورِ کائنات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی صحبت تک پہنچا۔"

فقیر راقم الحروف یعنی مصنف (محمد عمر چمکنیؒ) کو حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ کا قول یاد کر کے کہ صوفی وہ ہے جس کی نطق اس کے حال کے مطابق ہو، اُس سیّد زادے کی بات یاد آئی اور میں نے خود سے کہا کہ حضرت سرالاعظمؒ جو کچھ بھی رکھتے ہیں وہ اس پر ناطق ہیں اور دوسروں کی طرف سے بھی حضرت سرالاعظم یہی چاہتے ہیں۔ جب فقیر (مصنف) دوسری مرتبہ رمضان ۱۱۱۰ء کو حضرت سرالاعظم کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہونے کے لیے اٹک گیا تو عیدالفطر کی نماز کی ادائیگی کے بعد دوران گفتگو مذکورہ سیّد زادہ صاحب کی بات اور وہ بات جو حضرت سرالاعظم نے ختم دعا پر کہی تھی اور اُس کے ساتھ حضرت ذوالنون مصری کا مقولہ یہ سب کچھ میں نے حضرت سرالاعظم کے حضور دہرا دیا، جس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں ایسے ہی تھا کہ یہ سب انوار ہیں، ان کی قید و بند میں نہیں رہنا چاہیے اور ان کو رُو بکار لانا چاہیے اور جو کچھ ہمارا معاملہ اور کام ہے وہ ان سب باتوں سے آگے پہنچ چکا ہے اور ابھی مقصود در پیش ہے۔

ظاہرہ ۶۳: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) پیغمبر آخر زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و توصیف میں کہے گئے یہ مشہور ابیات بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ بیت:

حُسن جمال صدق مقال رُوحی فداکم   بدر تمام بحر کرام نور غلام روحی فداکم

وصف عجیب شان غریب خدؔ حبیب روحی فداکم

بوصف رخش والضحیٰ گشتہ نازل   چوں واللیل سر زلف خال محمد

ظاہرہ ۶۴: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ذکر، فکر کا محتاج ہے اور جس کسی نے زیادہ سوچ اور غور و فکر سے کام لیا اُس نے زیادہ لذت اٹھائی۔ اور جس کسی نے لذت زیادہ اٹھائی اسے روشنائی بھی زیادہ ملی۔

Marfat.com

ظاہرہ ۶۵: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے کہ انسان کے اعضائے بدنی میں دل بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یاد کا مقام ہے۔ جب دل، حق سبحانہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے تو تمام اعضائے بدن میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نفس اور شیطان ایسے دشمن ہیں جو نقصان پہنچانے کی غرض سے ہمیشہ گھات میں رہتے ہیں کہ حق سبحانہ کی یاد میں مشغول دل کو آلودگی میں ملوث اور وسواس میں مبتلا کر دیں۔ جب کہ اُن کی اس سازش کے کامیاب ہو جانے کی صورت میں انسان کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء ایک بلائے عظیم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ انسان کو اس آفت و بلا سے اپنی حفاظت اور امان میں رکھتا ہے۔

ظاہرہ ۶۶: ایک دن اُس زمانے کا ایک عالم و فاضل حضرت سرالاعظم کی خدمت میں حاضر ہوکر ''ذکر بالجہر'' کی ''ذکر خفی'' پر فضیلت و سبقت ظاہر کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ آدمی کے تمام بدن میں تین ہزار رگیں ہوتی ہیں اور ہر رگ میں تین جگہ شیطان کا مقام ہے۔ چونکہ ذکرِ جہر کرتے وقت اسم ذات باری تعالیٰ کو بلند آواز میں زبان سے ادا کیا جاتا ہے جس سے تمام بدن میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور بدن کی تمام رگوں میں حرکت کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے اس لیے اغلب یہی ہے کہ اس حرکت کے سبب شیطان سے یہ تینوں مقام چھن جاتے ہیں۔ فاضل زمانہ کی یہ بات سن کر حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ ذکرِ خفی کرتے وقت اسمِ ذات، زبان کی بجائے دل سے ادا کرتے ہیں، اس میں حلق زبان اور دیگر تمام اعضائے جسمانی کو حرکت دیئے بغیر انسانی بدن کی رگوں میں سے ہر رگ پر ستر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ان ستر رحمتوں میں سے ہر رحمت ایک دریائے بے کنار کی طرح ہوتی ہے۔ یوں یہ دریائے رحمت اُن شیطانی مقامات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ یہاں تک کہ ان شیطانی مقامات کے اثرات مکمل طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں

Marfat.com

حضرت سر الاعظم نے فرمایا کہ اسم ذات باری تعالیٰ کو جہری کی بجائے خفی طور پر کہنے سے عجب قسم کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ انفاس میں سے کسی بھی نفس کو اسم ذات کے ذکر خفی سے خالی نہیں رہنے دیتے۔ پھر آپ نے مزید فرمایا کہ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے، کم کہا ہے اگر میں یہ کہتا ہوں کہ ذکر خفی کرتے وقت ہر رگ میں ستر ہزار رحمتیں ہوتی ہیں تو یہ بھی کم ہے۔ پھر آپ نے مزید فرمایا، رگوں پر رحمتوں کے نزول اور حالت کا مشاہدہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے، جسے ذکرِ خفی کرتے ہوئے اطمینان قلبی میسر ہوا ہو۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص درخت کی جڑ پر کلہاڑا مارتا ہے تو اُس ضرب سے درخت کی تمام شاخوں، پھلوں، پتوں اور کلیوں پر اثر پڑتا ہے اور وہ اُس سے متاثر ہوتی ہیں اور درخت سے متعلقہ ہر چیز حرکت میں آ جاتی ہے۔ پس انسان کا دل بھی درخت کی جڑ کی مانند ہے اور انسانی بدن کے تمام اعضاء و جوارح بھی درخت کی ٹہنیوں، پتوں اور پھولوں کی طرح ہوتے ہیں۔ جب آدمی کا دل اسمِ ذات کا ذکر کرتے ہوئے حرکت میں آتا ہے اور اُس حرکت میں آنے سے انسانی جسم کے تمام اعضاء متاثر ہوتے اور حرکت میں آ جاتے ہیں اور جو کچھ دل کہتا ہے وہی جملہ اعضائے جسمانی کہتے ہیں اور جس قدر رحمت کا نزول دل پر ہوتا ہے اُسی قدر باقی اعضاء پر بھی ہوتا ہے۔ جس وقت اسمِ ذات، زبان پر حاوی ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ دیگر اعضاء اس سے متاثر نہ ہوں اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اس حدیث مبارکہ کے مصداق ہے:

اِن فی جسد آدم لمضغة ان صلحت صلح الجسدُ کُلّھا وان فسدت فسد الجسُد کُلھا الا وھی القلب اور یہ نہ فرمایا الا وھی اللسان بیشک آدمی کے جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا ہے۔ وہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور اگر وہ خراب ہو تو پورا جسم خراب ہوتا ہے اور وہ لوتھڑا دل ہے۔ اور یہ نہ فرمایا کہ وہ

Marfat.com

زبان ہے۔اور ترک مشائخ رحم اللہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ انہوں نے کہا:

ذکر قلبک بوالماذکری لسانیکدن نی سود   رفت وبازلک بوالماتورع دوکانیکدن نی سود

یہ بات حضرت سرالاعظم کی معجز بیان زبان سے جاری ہوئی، جسے حیطۂ تحریر میں لاتے ہوئے راقم (مصنف) نے کاغذ پر لکھ لیا۔

ظاہرہ ۶۷: ایک دن حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) نے صبح کی نماز اپنے پانچ دیگر ہمراہیوں کیساتھ پہاڑ کی چوٹی پر ادا کی۔ حضرت کے پانچ ہمراہیوں میں سے ایک فقیر (مصنف کتاب ہذا) بھی تھا۔ حضرت موصوف فرض پڑھنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے کہ بارش کے قطرے گرنے شروع ہوگئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی چند قدم ہی گئے ہوں گے کہ ہوا شدّت سے چلنے لگی اور ہر چیز کو اڑانے لگی۔ اُس جگہ تیز ہوا سے بچنے کے لیے نہ تو کوئی پناہ گاہ تھی اور نہ ہی کوئی سایہ تھا۔ حضرت سرالاعظم نے اپنے ہمراہی مریدوں سے فرمایا کہ راستے میں بھیگنے سے بہتر ہے کہ کسی جگہ بیٹھ جائیں تا کہ بارش اور ہوا کی شدت کم ہو جائے۔ یوں حضرت مع اپنے ہمراہی مریدوں کے ایک پہاڑی کے دامن میں پناہ کی غرض سے بیٹھ گئے۔ حضرت کے ہمراہی پانچ مریدوں میں سے ایک نے یہ کہہ کر گھر کی راہ لی کہ میں جاتا ہوں۔ باقی چار مرید حضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ فقیر راقم الحروف یعنی مصنف کو حضرت نے اپنے دائیں طرف بٹھایا۔ اپنے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی کی پشمینے کی عبا حضرت نے مع اپنے چار مریدوں کے اوڑھ لی۔ اس طرح ہم پانچوں اُس عبا کے نیچے تھے۔ یہ دیکھ کر فقیر نے کہا: ''الحمد للہ کہ ہم آلِ عبا کے حال کو پہنچ گئے اور آلِ عبا کی پیروی میں معزز و محترم ہوئے۔'' یاروں میں سے ایک شخص، جس نے گھر کا رخ کر لیا تھا، ایک ساعت بعد واپس آ گیا، سیلاب کی زیادتی سے جو اُن دنوں آیا ہوا

Marfat.com

تھا اور جس کے باعث آمد روفت بند ہو جانے کے سبب اُسے گھر جا سکنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر وہ واپس پلٹ آیا تھا اور اب اُس عبا کے نیچے آ کر بیٹھ گیا تھا، جہاں اس کے دوسرے احباب مع مُرشد پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس عبا کے باوجود ہمارے کپڑے بارش سے بھیگ چکے تھے۔ جب بارش تھم گئی تو ہم اپنی منزل و جائے قیام پر پہنچ گئے۔ اب سورج نکل آیا تھا۔ ہم سب نے اپنے کپڑے سُکھانا چاہے۔ ہمارا وہی یار جس نے گھر کا رخ کر لیا تھا، حضرت سرالاعظمؒ کی طرف منہ کر کے تبسّم کے ساتھ خوش کُن باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا کہ حضرت کیا ہی اچھا ہو اگر آپؒ سورج کو ایک نیزے پر لے آئیں تاکہ ہمارے کپڑے جلدی خشک ہو جائیں۔ اِس پر حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا ''ایسا کرنا نہایت آسان اور سہل ہے لیکن جو کوئی آفتاب کو ایک نیزے کے فاصلے پر لے آئے تو اس سے اُسے کیا حاصل ہوگا؟'' پھر آپ نے فرمایا کہ اہل اللہ کے نزدیک یہ سب کچھ شعبدہ بازی ہے اور یہ معلوم ہے کہ شعبدے کے ظہور سے خلقت میں شہرت اور خالق سے دوری کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ظاہرہ ۶۸: گرمیوں کے موسم میں ایک رات حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کے بعض اصحاب مسجد کی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن اصحاب میں ہمارا وہ یار بھی تھا، جس نے گھر کی راہ لی تھی لیکن شدید باد و باراں میں راہ بند ہو جانے کے باعث اسے واپس آ کر اپنے مرشد کے پاس ہی پناہ لینی پڑی تھی، نیز فقیر راقم الحروف یعنی مصنف بھی وہاں موجود تھا۔ اچانک حضرت سرالاعظم بھی بالائے بام آ گئے۔ اس پر ہمارے اُس ساتھی نے نہایت مسرت و انبساط سے کہا کہ آئیے، تشریف لائیے آپ کی جگہ خالی ہے یہ سن کر حضرت نے ازراہِ مذاق فرمایا: ''ایسا مت کہو، حق سبحانہ ہماری جگہ خالی نہیں کرے گا۔''

ظاہرہ ۶۹: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں: ''جو کوئی ہم سے رابطہ کر لیتا ہے وہ ہر

Marfat.com

اپنے بیگانے سے خوارق وکرامت طلب کرتا ہے اور اس بات کا خواہشمند رہتا ہے
کہ اُسے آسمانوں کی خبر دی جائے اور یہ زحمت ہے اور اس راہ پر چلنا آفت ہے۔

ظاہرہ ۷۰: حضرت سرالاعظم (جی بابا) فرماتے ہیں کہ جس چیز کا حصول ممکن نہ ہو اور اس کا صرف خیال ہی کیا جا سکتا ہو اُس سے حق سبحانہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے حفظ وامان میں رکھتا ہے۔

ظاہرہ ۷۱: حضرت سرالاعظم (جی بابا) فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو پانچ سو سال عمر مل جائے اور اپنی تمام عمر اطاعت وعبادت وریاضت میں گزار دے تو اس کی یہ ساری عبادات، ریاضت واطاعت اتنی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہوگی جتنا کسی کا دل خوش کرنا ہو سکتا ہے اور حدیث مبارکہ اس بات کی گواہ ہے۔

ادخال سرور فی قلوب المومنین یوازی عمل الثقلین (ترجمہ: مومنوں کے دلوں کو خوشی پہنچانا، دو جہانوں کے عمل کے برابر ہے۔)

ظاہرہ ۷۲: فقیر راقم الحروف یعنی مصنف کو رخصت کرتے وقت حضرت سرالاعظم (جی بابا) نے بہت سی باتیں کیں۔ ان باتوں میں سے بعض یہ ہیں کہ ہماری (یعنی حضرت سرالاعظمؒ کی) روح کا تمہاری (مصنف کی) روح سے روز الست کا تعلق ہے۔ اس تعلق کے تقاضے کے طور پر اب اس دنیا میں بھی ربط وضبط ظہور پذیر ہوا۔ چونکہ تمہارا آنا مخلصانہ اور خدا کے لیے ہے اس لیے یہ نفع سے خالی نہیں۔

حق سبحانہ تجھے اپنی ذات کی محبت اور حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میسر فرمائے۔ ہم اس کے لیے مامور ہیں اور اسی لیے ہم بیٹھے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی صرف خدا کے لیے آئے اور راہِ خدا کا طالب ہو تاکہ میں اس کے حال کی طرف توجہ کروں۔ اگر یہ مسجد، ساری کی ساری سونے کی بن جائے تو میرے کس کام کی۔ اور اگر کوئی زمین وآسمان کے برابر بھی مال ودولت لے آئے تو میرے لیے یہ خوشی کی بات نہیں۔ میں اس سے خوش ہونے کا نہیں۔ جو کچھ میرا

رزق ہے۔ وہ مجھے پہنچ رہا ہے کسی اور کے رزق کے حاصل کرنیکی مجھے خواہش نہیں۔ مین تو اُس شخص سے خوش ہوں جو یادِ حق میں زندگی بسر کرے۔ یہ صحبت نہایت غنیمت ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ صحبت نہیں رہے گی۔ اس صحبت کے ختم ہو جانے کا لوگوں کو نہایت افسوس ہوگا لیکن اُس وقت اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ رزاقِ حقیقی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات بابرکات ہے۔ جو کچھ تیرا رزق ہے وہ بغیر کسی اندیشے کے تجھ تک پہنچ جائے گا۔ اس لیے پورے اطمینان قلب سے یادِ حق تعالیٰ میں مصروف و مشغول ہونا چاہیے اور رزق کا غم نہیں کھانا چاہیے۔ یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت سر الاعظمؒ پر گریہ غالب آ گیا۔ غالباً یہ رقت و گریہ تھا جو حضرت سر الاعظمؒ سے بطریق انعکاس ظاہر ہوا۔ واللہ اعلم۔

ظاہرہ ۷۳: حضرت سر الاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ اہل اللہ، محبوب حقیقی کا وصال حاصل کرنے سے پیشتر ہی اس دنیائے فانی سے دنیائے باقی و ابدی کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ یہ (اہل اللہ کا) ایک ایسا گروہ ہے کہ مرنا اور زندہ رہنا، اُن حضرات کے ہاتھ میں ہوتا ہے چنانچہ جس طرح یہ حضرات چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی اسی طرح کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ حضرات، مُحبّ ہوتے ہیں لیکن کثرتِ ریاضت کے سبب مُحبّ سے محبوب بن جاتے ہیں اور وہ اپنے محبوب کو اپنا مُحبّ بنا لیتے ہیں۔ اور مُحبّ کب اپنے محبوب کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتا ہے۔ اس لیے جب تک یہ وصال ازلی سے مشرف نہیں ہو جاتے، اُس وقت تک اس دنیائے دُنی کو چھوڑ کر عالمِ ابدی کی طرف کوچ نہیں کرتے۔

ع تا نہ بینم رُخ زیبای تو روح رمیدن ندہم

(ترجمہ: جب تک میں تیرے خوبصورت چہرے کو دیکھ نہیں لوں گا، روح کو اپنے جسم سے جدا نہیں ہونے دوں گا۔)

Marfat.com

ظاہرہ۷۴: حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (سعدی بخاری لاہوریؒ) کے اس دنیائے فانی سے رحلت کر جانے کے بعد ہم حضرت قدس سرہ (سعدی بلخاریؒ) کی مسجد میں بیٹھے تھے کہ حضرت اصحاب میں سے ایک شخص آیا۔ جب اُس نے حضرت قدس سرہ کی جگہ خالی دیکھی اور حضرت کو اپنی جگہ پر موجود نہ پایا تو وہ اِدھر اُدھر ہر طرف دیکھنے لگا تاکہ کسی سمت حضرت نظر آ جائیں۔ جب ایسا نہ ہوا تو دردوغم اس پر غالب آ گیا اور اُس نے دردوغم کے مارے یہ شعر پڑھا:

کجا شد سرو من یارب کی دربستان نمی بینم
شدم مشتاق چوں بُلبل گُلِ ریحان نمی بینم

ترجمہ شعر: اے میرے رب، میرا سرو (مراد حضرت سرالاعظم کے مرشد شیخ سعدی بلخاری لاہوریؒ) کہاں چلا گیا ہے کہ مجھے وہ باغ میں نظر نہیں آ رہا۔ میں تو بلبل کی طرح اُس کا مشتاق ہوں لیکن مجھے وہ گُلِ ریحان دکھائی نہیں دے رہا۔ اِسی دوران ہم پر حالت طاری ہوگئی۔

ظاہرہ۷۵: حضرت سرالاعظم (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ایشاں علیہ الرحمۃ الرضوان کے چہرۂ مبارک کا بہت زیادہ تصور کیا۔ ہم حضرت قدس سرہ کے جمال میں مستغرق رہے مگر اصحاب کی نسبت ہمیں حضرت قدس سرہ کی شناخت زیادہ ہے اس لیے ہم حضرت قدس سرہ کو پہچانتے ہیں، جب کہ دوسرے انہیں نہیں پہچان پاتے۔

ظاہرہ۷۶: حضرت سرالاعظم (جی بابا) فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم لاہور گئے تو اُس وقت سردیوں کے دن تھے۔ دورانِ سفر ہمارے پاؤں کی ایڑیاں پھٹ گئیں۔ جس کی وجہ سے ہمارے لیے سفر کرنا نہایت دشوار ہوگیا اور ہم نے بڑی مشکل اور تکلیف سے یہ مسافت طے کی۔ بڑی مشکلات سہتے ہوئے جب ہم لاہور پہنچے اور حضرت قدس سرہ نے ہماری اس حالت کا مشاہدہ کیا تو بڑی مہربانی و توجہ کرتے ہوئے

Marfat.com

فرمایا: "حُبّ المحبوب، محبوب الحُبّ."

(ترجمہ: محبوب کی محبت، محبتوں میں محبوب تر ہے۔)

ظاہرہ ۷۷: ایک دن خواص بشر کی فرشتوں پر فضیلت کی بات ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے کہا کہ بعض علمائے ظاہر حضرت صدیق اکبرؓ کو بندوں میں سے خاص تو شمار کرتے ہیں لیکن انہیں فرشتوں کے برابر فضیلت نہیں دیتے۔ یہ سن کر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے فرمایا کہ وہ آنکھ جو حضرت صدیق اکبرؓ کی حقیقت کو دیکھتی ہے، وہ بے اختیار انہیں انبیاء کے بعد دوسروں پر فضیلت دیتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ فرشتے تو خود خادم ہیں اور انہیں خدمت کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ خادم، مخدوم سے کس طرح افضل ہو سکتا ہے؟

یہ جان لینا چاہیے کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) خلقِ خدا کے احوال کو خُوب اچھی طرح جانتے ہیں اور حقائق و ضمائر سے آگاہ ہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے، حضرت قدس سرہ کی چشم حق بین پر ظاہر و آشکار ہے اور کوئی امر آپ سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت سرالاعظم کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو بیان کیا ہے۔ آپ کشف و کرامات کے مالک ہیں۔ آپؒ اپنے تصرفات کا اظہار نہیں کرتے اور انہیں اِخفا میں رکھنے کی ممکنہ حد تک کوشش کرتے ہیں۔ لیکن آپؒ کے کچھ کشف و کرامات کے متعلق آپؒ کی زبان مبارک سے اور آپؒ کے مختلف مریدوں سے سن رکھا ہے۔ بعض کا فقیر راقم الحروف یعنی مصنف نے خود ملاحظہ کیا ہے۔ اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے کشف و کرامات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ ممکن نہیں کہ انہیں اوراق میں سمویا جا سکے۔ لیکن فقیر ان میں سے کچھ کو یمن و برکت کی غرض سے بیان کرنے کی جسارت کر رہا ہے اور آپ کی ان کرامات و کشف کے اظہار میں آپ کو وسیلہ نہیں جانتا، جیسا کہ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ کام ہم سے ظاہر ہو رہے ہیں، اس ضمن میں ہم وسیلہ نہیں ہیں۔

Marfat.com

حضرت سر الاعظم (جی باباؒ) نے ایک دن فرمایا اپنے احوال کے آغاز میں، میں حضرت ایشاں قدس سرہ (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کی خدمت میں لایا گیا۔ ان دنوں سردیوں کا موسم تھا اور بظاہر اس سردی سے بچاؤ کے لیے میرے پاس ڈھنگ کا کوئی لباس بھی نہیں تھا، جس سے جسم ڈھک جاتا۔ جب حضرت قدس سرہ نے میری برہنگی ملاحظہ فرمائی تو آپ کے دل میں خیال گزرا کہ وہ اپنی جانب سے ایک جامہ مرحمت فرما دیں تاکہ سردی سے بچ سکوں۔ جب مجھے (حضرت سر الاعظم جی باباؒ کو) حضرت قدس سرہ کے دل میں پیدا ہونے والے اس خیال سے آگہی ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ مجھے سردی نہیں لگتی، اس لیے جامہ کی حاجت محسوس نہیں کرتا۔ یہ سن کر حضرت قدس سرہ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم ہمارے حضور میں اپنے کشف کا اظہار کر رہے ہو؟ تم یہ نہیں جانتے کہ بہت سے لوگوں کو کشف و کرامات کے اظہار نے اللہ جل شانہ کے قُرب سے دور کر دیا، اب کبھی کشف و کرامات کے اظہار کی طرف توجہ نہ کرنا۔ پس اُس دن سے ہم نے اپنے اختیار سے کشف و کرامات کا اظہار ترک کر دیا ہے لیکن اگر کوئی چیز بے اختیاری کے عالم میں ہم سے ظاہر ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں ہم وسیلہ نہیں ہوتے اور ایسے مواقع پر معذور ہیں۔

ابو جعفر محمد بن علی النسوی المعروف بہ محمد علیان رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو کوئی اپنے اختیار اور خواہش سے اظہار کرامت کرتا ہے، وہ مدّعی ہے۔ اور جو نہیں چاہتا کہ اس کی کرامت ظاہر ہو اور اس کی خواہش کے بغیر کرامت ظاہر ہوتی ہے تو وہ ولی ہے۔ (۲۹) اللہ تعالیٰ جل شانہ حضرت سر الاعظم (جی باباؒ) کو دائمی بقا دے اور ہم آپ کے فیوض سے فیض یاب ہوں۔ ایک دن آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

''لاہور کے نواح میں ایک شخص کا بیٹا بیمار تھا اور اس کا سانس منقطع ہونے کے قریب تھا کہ وہ شخص اپنے بیٹے کو حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں لے آیا۔ اس بیمار لڑکے کی ماں بھی ہمراہ آئی تھی۔ حضرت قدس سرہ نے اُسے مولانا ابراہیم

کے حجرے تک لے جانے کو کہا، اور اُس وقت وہ لڑکا حجرے کے دروازے پر پڑا تھا۔ بیمار لڑکے کا باپ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میں اپنے بیٹے کو اس لیے آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں کہ اس پر صحت و شفا کا در وا ہو جائے لیکن ہُوا یہ کہ اب تو اس میں زندگی کی طرف رمق ہی باقی رہ گئی ہے۔ کیا عجب کہ میں آنجنابؒ کے حضور کھڑا ہوں اور حجرے کے دروازے پر پڑا ہوا میرا بیٹا زندگی سے ہی منہ موڑ جائے اور اگلے جہان کی راہ لے۔ میں آپ سے اس بات کی اُمید رکھتا ہوں کہ میرے بیٹے کے جنازے پر تشریف لے جائیں، تاکہ آپؒ کی تشریف آوری کے طفیل اللہ تعالیٰ جل شانہ اس پر رحم کریں۔ حضرت قدس سرہ نے مجھے فرمایا کہ تم جاؤ، اُس لڑکے کو اپنے ہمراہ لو اور درگاہ خداوندی سے اُس لڑکے کے لیے شفائے کاملہ طلب کرو۔ میں نے کہا کہ آنجنابؒ کے سوا کس کی یہ جرأت اور ہمت ہے۔ نیز کس کا یہ پتہ اور حوصلہ ہے کہ اس قسم کے کاموں میں دخل اندازی کر سکے؟ یہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا:

''اگرچہ بظاہر ہم تمہیں بھیج رہے ہیں، لیکن درحقیقت ہم خود جا رہے ہیں اور ہم کوئی کام کسی کے سپرد نہیں کرتے، سوائے اُس کام کے جس میں درحقیقت ہم خود برسرِ کار ہوں۔ بظاہر ہم کہہ رہے ہیں جب کہ فی الحقیقت ہم کر رہے ہیں۔ تم کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو اور جاؤ۔ میں گیا، اُس لڑکے کو اپنے ساتھ لیا اور اُس کی طرف توجہ کی۔ اللہ جل شانہ نے اُسے شفائے کاملہ عطا فرمائی۔ بیٹے کے صحت یاب ہونے پر اس کی ماں اس قدر مسرور ہوئی کہ اُس نے اپنے پہنا ہوا زیور بطور نذرانہ میرے ہاتھ آنحضرت قدس سرہ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ زیور لے کر میں حضرت کی خدمت میں گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کے صحت یاب ہو جانے پر یہ عورت بڑی خوش ہے اور ہمیں اپنا سارا زیور دے رہی ہے۔ اب اگر ہم اُس کا دیا ہوا زیور لے لیں اور وہ عورت اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے اور اپنے علاقے میں جا پہنچے تو اُس عورت کے عزیز و اقارب اور علاقے کے لوگ اسے بغیر زیور کے مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے کہ یہ کیسا پیر اور شیخ تھا جس نے اس کا تمام

Marfat.com

زیور لے لیا۔ اس سے اُس عورت کے عزیز واقارب کی ساری خوشیاں، غم واندوہ میں بدل جائیں گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس عورت کا سارا زیور اس کے حوالے کر دیا جائے اور اُسے کہا جائے کہ وہ اپنے اس زیور کو پہن لے اور خوش وخرم اپنے گھر جائے۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے اور یہ نعمت عظمیٰ ہے کہ ایک دردمند ہمارے پاس اپنا درد لے کر آتا ہے اور ہم سے استغاثہ کرتا ہے، دادخواہی چاہتا ہے۔ ہم اُس استغاثہ اور فریاد کو حق سبحانہ جل شانہ کی بارگاہ تک پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری فریاد کو سنتا ہے اور اس دردمند کی مدد کو پہنچتا ہے۔ جب میں نے وہ نذر اس عورت کو واپس لوٹا دی تو اُس عورت نے اسے واپس لینا قبول نہ کیا اور اسی طرح مجھے اس نذر کے سلسلے میں تین چار مرتبہ کبھی حضرت قدس سرہ کی خدمت میں (کہ وہ نذر قبول نہیں کر رہے تھے اور واپس لوٹا رہے تھے) اور کبھی اُس عورت کے پاس آنا پڑا کہ وہ نذر کو واپس اپنے پاس رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی اور حضرت کے حضور میں بھیج دیتی تھی کئی بار ایسا ہوا لیکن جب حضرتؒ نے اس کی نذر قبول نہ کی تو اس عورت نے سارا زیور پہنا اور اپنے گھر چلی گئی۔

حضرت سرالاعظم (جی بابا) یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے حضرت قدس سرہ (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں پہنچانے کے لیے نذر میرے سپرد کی، جسے میں نے قبول نہ کیا اور یہ نذر حضرت قدس سرہ کی خدمت میں لے جانے کے سلسلہ میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ کیا اور نذر دینے والے سے کہا کہ وہ خود نذرانہ حضرت تک پہنچائے۔ بعد ازاں جب میں لاہور گیا اور حضرت کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت اس دور کے اُمراء میں سے ایک امیر، حضرت قدس سرہ کی خدمت میں بڑے ادب واحترام اور انکساری کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ جب کہ حضرتؒ کے اصحاب کچھ فاصلے پر تشریف فرما تھے۔ جب میں حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت قدس سرہ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، مجھ سے بغلگیر ہوئے اور بہت سی نوازشات ومہربانیاں فرماتے ہوئے بیٹھنے کے لیے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اُس وقت میرا لباس کچھ اچھا نہیں تھا۔

Marfat.com

میرے سر پر خرقہ تھا، جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور اسے میں نے رفو کیا ہوا تھا۔ احوال پُرسی کے بعد حضرت قدس سرہ نے اُس امیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ یہ ہمارے دوستوں میں سے ہے اور بعض اشخاص نے اپنے حسد اور دشمنی کی بنا پر بادشاہ کو اس امیر کے خلاف برانگیختہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ نے اسے اس کے عہدے و جاگیر سے برطرف و معزول کر دیا ہے۔ جس وجہ سے یہ پریشانی اور تشویش کی حالت میں ہے۔ تم اس کی طرف توجہ کرو اور اللہ تعالیٰ جل شانہ سے اس کے حق میں دعا کرو، تاکہ اس کی نوکری و منصب از سرِ نو بحال ہو جائے۔ اُس وقت حضرت قدس سرہ ایک خرقہ اپنے دست مبارک میں پکڑے ہوئے تھے اور اُسے بار بار اپنی جانب کھینچ کر حرکت دے رہے تھے اور اس آمدہ امیر کے احوال پر بہت زیادہ تشویش کا اظہار فرما رہے تھے۔ جب میں نے اُس امیر کی طرف حضرت قدس سرہ کے دل کو بہت زیادہ مائل و متوجہ دیکھا تو میں نے کہا: ''اب جبکہ آپؒ اس امیر پر اس قدر التفات و شفقت فرما رہے ہیں تو اس کا کام بن جائے گا اور اس کا مقصد و مدعا بر آئے گا۔'' جونہی میرے منہ سے یہ بات نکلی تو حضرت نے ناراضی و غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''خواہد شد'' (ہو جائے گا) کا یہاں کیا دخل ہے؟ میں نے جان لیا کہ حضرت قدس سرہ اس امیر کی طرف بہت زیادہ ملتفت ہیں۔ اس لیے میں دوبارہ عرض پرداز ہوا۔ ''جب آپؒ اسے اس قدر چاہتے ہیں تو اس کا کام ہو گیا ہے۔'' تب حضرت نے فرمایا کہ ہاں، اس طرح کہتے ہیں کہ اس کا کام ہو گیا ہے۔ بعد ازاں حضرت قدس سرہ نے اُس کو رخصت کر دیا اور جب وہ امیر اپنے گھر گیا تو جلد ہی اُسے فرمانِ شاہی پہنچ گیا۔ جس کے مطابق بادشاہ نے اُس زیرِ عتاب امیر کی جاگیر و منصب سب بحال کر دیا تھا۔ وہ امیر، بحال ہونے کے بعد اُسی دن نمازِ مغرب کے بعد بہت سی نقد و جنس اور چند خوان شیرینی سے بھرے ہوئے لے کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ مع لاؤلشکر، حضرت قدس سرہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ہمراہ لایا ہوا مال و متاع، مع شیرینی سے بھرے ہوئے خوان، بطور نذر پیش

Marfat.com

کیے۔امیر مذکور نے نہایت نیازمندی کا اظہار کیا اور حضرت کی دعا سے اپنی بحالی پر بڑی مسرت و بشاشت ظاہر کی۔حضرت قدس سرہ نے جب اُس امیر کو خوش وخرم دیکھا تو آپ نے بھی اُس پر اظہار مسرت کیا۔حضرت قدس سرہ نے جب امیر کو رخصت کر دیا تو مجھ سے فرمایا کہ کوئی شخص تمہیں کچھ دے تو تم اسے ہمارے پاس لانے میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ نہ کیا کرو، ہم کسی سے مفت ورائیگاں کچھ نہیں لیتے۔جب ہم محنت کرتے ہیں، تکلیف اٹھاتے ہیں تو پھر تم ہماری نذر لانے میں کوتاہی کیوں کرتے ہو۔

آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب بہادر خان، حاکمِ لاہور تھا اس نے ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔اس زمانے میں حضرت قدس سرہ (سعدی بلخاریؒ) کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا اپنے لیے کہیں سے ایک نہایت ہی عمدہ گھوڑا لایا تھا۔جسے بہادر خان نے چھین لیا۔ہر چند لوگوں نے خان موصوف سے گھوڑا واپس کر دینے کی سفارشیں کیں، لیکن خان مذکور نے گھوڑا واپس نہ کیا۔اس صورتحال سے حضرت قدس سرہ غمگین ہو گئے۔نماز مغرب کے بعد آپ نے مجھے خلوت میں طلب کیا اور فرمایا: ''تم بے پر و بال ہو۔اس ظالم نے ہمارا یہ گھوڑا اپنی طاقت کے بل بوتے اور ظلم وتعدی سے چھینا ہے۔اس لیے اب تم اپنی ہمت (باطنی توجہ) کو بروئے کار لاؤ۔میں آداب بجالاتا ہوا عرض پرداز ہوا کہ میں آپ کی توجہ کی بدولت شاہانِ عالم کو بھی نظروں میں نہیں لاتا اور کچھ اہمیت نہیں دیتا۔اگر ہم ہمت (دعا) کریں تو بادشاہوں کو بھی زیروزبر کر دیں۔اور بادشاہوں کے مقابلے میں اس ظالم (بہادر خان) کی حیثیت ہی کیا ہے۔لیکن ضروری ہے کہ آپ اس طرف متوجہ ہوں، جس جگہ آپ قدم رکھیں گے، ہم اس جگہ سر رکھیں گے۔یہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا: ''نہیں نہیں کسی کو آزار نہیں دینا چاہیے اور اپنا کام کرنا چاہیے۔'' بعد ازاں حضرتؒ کے توجہ فرمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گھڑی دن چڑھا تھا کہ اس ظالم نے گھوڑا واپس بھیج دیا۔

آپ (جی باباؒ) بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت قدس سرہ (سعدی

Marfat.com

بلخاری لاہوریؒ) کی خدمت میں لاہور گیا تو حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ہدیہ نہیں تھا۔ جب کہ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ آنخضرتؒ کے حضور تحائف اور ہدایہ پیش کر رہے تھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خالی ہاتھ کس طرح حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کروں۔ عین اُسی وقت سات روپے یا نو روپے اس فقیر راقم الحروف مصنف نے اپنے ہاتھ میں دیکھے جو غیب سے ظاہر ہوئے تھے۔ راقم الحروف مصنف نے وہ رقم حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کو پیش کر دی۔ حضرتؒ نے وہ رقم اپنی جیب میں ڈال لی اور فرمایا کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا اور حضرتؒ کی ملازمت کے حصول کے وقت تین یا چار روپے (نذر پیش کرنے کے لیے) میری جیب میں ظہور پذیر ہو جاتے ہیں اور میں ان روپوں کو آنخضرتؒ (سعدی بلخاری) کی خدمت میں لے جاتا ہوں۔ ایک دن جس وقت میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے دو تین روپے نکل آئے۔ میں ان روپوں کو حضرتؒ کی خدمت میں لے گیا، یہاں تک کہ میں نے ایک دام بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ جب تین چار بار ایسا ہی ہوا تو آنخضرتؒ (سعدی بلخاریؒ) نے فرمایا کہ کیوں بار بار چیزیں لاتے ہو؟ جس پر میں نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں۔ البتہ کوئی شخص جب میری جیب میں کچھ ڈال دیتا ہے تو میں اُسے آپؒ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ یہ سُن کر آنخضرتؒ نے تبسم فرمایا اور جب میں نے اپنی جانب سے آنخضرتؒ کی خدمت میں پیش کردہ ایک دن کی رقم کو گنا تو وہ مبلغ سترہ ۱۷ روپے نکلے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں آنخضرتؒ (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں حاضری کے لیے لاہور گیا تو میں نے دریا پار کیا اور جی ہی جی میں کہنے لگا کہ آنخضرتؒ کے شرفِ ملازمت کے وقت ہدیہ پیش کرنے کے لیے تو میرے پاس کوئی شے نہیں، وہاں خالی ہاتھ کیسے جاؤں گا؟ جس سے میں متردد ہوا۔ اسی تذبذب کے دوران ایک شخص آیا اور اس نے پانچ دام میرے ہاتھ پر رکھ دیئے اور کہا کہ یہ حضرت بہاؤ

Marfat.com

الدین نقشبند قدس سرہٗ کی نذر ہے۔ میں نے اُس شخص سے یہ دام لے لیے اور اُسے دعا دی۔ پھر میں بازار پہنچا تاکہ حضرتؒ کے لیے کوئی چیز بطور تحفہ خرید لوں۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کے پاس نہایت اعلیٰ قسم کے بیر ٹوکری میں رکھے ہوئے ہیں اور اس نے وہ بیروں والی ٹوکری ہاتھوں میں اٹھا رکھی ہے۔ میں نے جب بیر دیکھے تو دل ہی دل میں کہا کہ اس قسم کے عمدہ بیر تو وہ ایک روپے سے کم قیمت پر نہیں دے گا، جب کہ میرے پاس تو فقط پانچ دام ہیں۔ اس صورت میں بیروں کی ٹوکری تو مجھے نہیں مل سکتی لہٰذا مجھے کوئی اور چیز خرید لینی چاہیے۔ میں نے پھر سوچ بچار کی اور اپنے آپ سے کہا کہ بیر بیچنے والوں میں سے کسی ایک سے پوچھتا ہوں کہ یہ بیر تم کس بھاؤ بیچ رہے ہو۔ جب پوچھا، تو اُس نے کہا کہ میں اِن بیروں کے پانچ دام لوں گا۔ چنانچہ اسی وقت میں نے پانچ دام اُس کے ہاتھ پر رکھے اور وہ ٹوکری اس سے لے لی اور وہ بیروں کی ٹوکری لے کر آنحضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؒ نے فاتحہ پڑھی اور اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کیا جس پر میں نے ٹوکری کا منہ کھولا۔ حضرتؒ نے پھر اشارہ کیا، جس پر میں نے وہ بیر اُن کی نذر کر دیئے۔ حضرتؒ نے لمحہ بھر اُن پر نگاہ کی اور آپؒ نے اپنی دونوں مٹھیاں بیروں سے بھر لیں۔ پھر دیر تک بیروں سے پُر دونوں مُٹھیاں اپنے زانو پر رکھیں اور اس دوران کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئے اور اُن بیروں کی طرف ہی دیکھتے رہے۔ جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو آنحضرتؒ نے اپنی دونوں مٹھیوں کے بیر جیب میں ڈال لیے اور جو کچھ میری گدڑی میں تھا اُس کے دو حصے کر دیئے اور مولانا نظامیؒ سے فرمایا کہ ایک حصہ حرم سرا میں بھیج دو اور انہیں کہو کہ باہم تقسیم کر لیں اور ایک حصہ یہاں اصحاب میں تقسیم کر دو۔ بعد ازاں حضرت نے مجھے خلوت میں فرمایا کہ ہم نے تجھے بغیر ہدیہ کے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ سب اپنے اپنے دل میں پریشان ہیں کہ انہیں بھی تمہاری طرح پانچ دام دینے چاہئیں اور بیروں سے بھری ہوئی ٹوکری بھیج دینی چاہیے۔

Marfat.com

حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ ایک دن میں آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کے پاس بیٹھا تھا اور اُس وقت اصحاب کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ اُن دنوں سردی کا موسم تھا۔ آنحضرت علیہ رحمتہ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا کہ جنڈ کے درخت کا دومن کوئلہ لے لاؤ۔ حاضرین میں سے اکثر نے اپنے دل میں سوچا کہ آنحضرت کیمیا گری کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ جنڈ کے درخت کا کوئلہ اس فن کے لوازمات میں سے ہے۔ میں نے آنحضرتؒ سے عرض کیا یہ لازم تو نہیں تھا کہ آپ سب کے سامنے جنڈ کا کوئلہ طلب کرتے۔ آپؒ کا یہ حکم سن کر سب حاضرین کے دل میں یہ بات آئی ہے کہ آنحضرتؒ عمل کیمیا کرنا چاہتے ہیں۔ حاضرین کے اپنے مرشدؒ کے بارے میں اس طرح کے اندیشے اور خیالات، دائمی نقصان دہ ہوتے ہیں۔ یہ سن کر حضرتؒ نے قدرے سکوت فرمایا، پھر کہنے لگے: ''ہاں ایسا ہی ہے، اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ اور درست ہے۔ اس لیے کہ سبھی احباب کے دل میں یہی خیال پیدا ہوا ہے۔'' پھر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ درخت جنڈ کا کوئلہ طلب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی آگ دیر تک رہتی ہے اور جلد نہیں بجھتی۔ یہ سردیوں کا موسم ہے اور آگ جملہ ضرورتوں میں سے ہے۔ جب کہ لوگ ہمارے حق میں دوسری طرح کا گمان کرتے ہیں۔

حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ایک سنگلاخ زمین پر مراقبے میں بیٹھا تھا۔ جب مراقبے سے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں تو وہاں پر موجود سب پتھر اور ریت سونا بن چکی تھی نیز آخرت کے نتائج و کمالات بھی ظاہر ہوئے۔ ایک نُورانی صورت بزرگ بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال سے ظاہر ہوئے اور کہا: ''وہ تمہارا آخر ہے اور یہ دنیا ہے۔ لیکن یہ دونوں (دنیا و آخرت) باہم جمع نہیں ہوتیں۔'' میں نے کہا کہ میں رسالت مآب سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اطاعت میں آخرت کا طلب گار ہوں اور حضرت ابراہیم ادہمؒ کی اس مطلقہ، یعنی دنیا کو قبول نہیں کرتا۔ تب وہ سارا سونا، پتھر اور ریت ہو گیا۔

Marfat.com

فقیر راقم الحروف (مصنف) ایک رات حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) کی خدمت بطور خادم کر رہا تھا اور حضرتؒ کے کفِ پا کو مل رہا تھا۔ تب حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تمہارے دل میں یہ خواہش وخیال ہو تو یہ سارا کچھ سونا بن جائے۔ بعد ایک مدت کے مولانا دلدار بیگؒ نے فقیر سے کہا کہ ایک بار حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا تھا کہ فلاں رات محمد عمرؒ ہماری خدمت کرتے ہوئے ہمارے پاؤں کے تلوے مل رہا تھا تو ہم نے اُس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ درودیوار اور زمین سب سونے کے ہو جائیں اور اُس وقت جب یہ بات کہی گئی تو ہماری آنکھیں بند تھیں اور چونکہ یہ بات بڑے صدق وخلوص سے کہی گئی تھی تو تمام درودیوار اور مسجد کی زمین سونا بن چکی تھی۔ حضرت کا اپنے پُرکھوں کے قبرستان (سروالہ) میں اکثر جانا ہوتا۔ فقیر دلدار بیگؒ نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کے مکین خوش قسمت واقع ہوئے ہیں کہ آنجنابؒ کی آمدروفت یہاں اکثر رہتی ہے۔ یہ سن کر حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ دیکھو فلاں قبر سے دھواں اُٹھ رہا ہے۔ اس پر فقیر (دلدار بیگؒ) عرض پرداز ہُوا کہ آنجنابؒ کی بکثرت آمدروفت اور قربت کے باوجود اُس قبر سے دھواں کیوں کر اُٹھ رہا ہے؟ کیا آنجنابؒ کے طفیل یہ لوگ بخش نہیں دیئے جائیں گے؟...... تب آپ نے فرمایا: ''اب دیکھو، اُس قبر سے دُھواں نہیں اُٹھ رہا۔''

مولانا دلدار بیگؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) لاہور گئے ہوئے تھے۔ اُن دنوں آپؒ کی ظاہری جدائی کے غم والم کے باعث میری نمازِ جمعہ فوت ہوگئی (یعنی پڑھی نہ جاسکی) اور کوئی بھی شخص میرے نماز جمعہ نہ پڑھ سکنے سے آگاہ نہیں تھا۔ جب حضرت سرالاعظمؒ نے لاہور سے مراجعت فرمائی اور اٹک تشریف لائے تو آپؒ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں دن تم نے بلا وجہ وسبب نماز جمعہ نہیں پڑھی۔ اس قسم کی سستی وکاہلی مناسب نہیں اور نہ ہی یہ علامات ونشانیاں ہمارا طریقہ ہیں۔

مولانا دلدار بیگؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں ایک کام کے سلسلے میں ایک

Marfat.com

گاؤں میں گیا۔ اُس گاؤں کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں چند حاجی آن پہنچے۔ میں اُن سے ملا اور ہر موضوع پر اُن سے باتیں کرنے لگا۔ اُن حاجیوں سے پتا چلا کہ انہوں نے حضرت آدم بنوریؒ کے مرقد شریف کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور اُن کے فیض آثار مزارِ اقدس کی مقدس خاک سے اپنے دیدۂ دل و جان کو روشن کیا ہے۔ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) اٹک میں ہی تھے۔ آپ نے میرے بڑے بھائی سے فرمایا کہ تمہیں فلاں گاؤں میں ہونا چاہیے اور اپنے بھائی دلدار بیگ سے کہنا چاہیے کہ اُن حاجیوں میں سے زیادہ تر حاجی اپنے کام نکلوانے کی غرض سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور تم اِس قسم کے لوگوں سے کس لیے صحبت رکھے ہوئے ہو۔ کیونکہ مدینہ منورہ شریف اور دیگر مقامات مقدسہ کے بارے میں جو ہم جانتے ہیں، یہ حاجی نہیں جانتے۔

اگرچہ اِس وقت ۱۱۱۲ھ قمری (بہ مطابق ۱۷۰۰ء) ہے۔ حضرت سرالاعظم، اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ باقی رکھے، نے حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی طرف سے حج کی اجازت نہ پانے کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ آنحضرت (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے مجھے سرزمین حجاز مقدس جانے سے منع کیا ہوا ہے اور یہاں مجھے رکھنے کا بڑا مقصد شہروں اور قصبوں میں آدمیت اور نیکی کو جاری کرنا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا ہے۔ اسی بنا پر حضرت سرالاعظمؒ اب تک ظاہری طور پر حرمین شریفین نہیں گئے۔ لیکن مولانا دلدار بیگؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک حاجی حرمین شریفین سے آیا تھا۔ وہ دریائے اٹک پار کر رہا تھا کہ اتفاقاً اُس کی نظر دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) پر پڑ گئی۔ اُس نے حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) کو پہچان لیا اور آپؒ سے کہا کہ ہم اور آپؒ نے تو اکٹھے حج کیا تھا، پھر آپ کس راستے سے واپس آئے جو ہم سے پہلے پہنچ گئے؟ حضرتؒ نے اُس حاجی کی اس بات کو بعید از قیاس جانتے ہوئے فرمایا: ''ہم کبھی حج کے لیے نہیں گئے اور نہ ہی اُس مقدس سرزمین کو دیکھا ہے۔''

یہ سن کر اُس حاجی نے کہا: ''کیا آپ چاہتے ہیں کہ مجھے گمراہ کریں؟ حالانکہ کئی

Marfat.com

بار ہم اور آپ یکجا رہے ہیں۔" دیگر لوگوں نے بھی اسی قسم کی بہت باتیں کیں۔ مولانا دلدار بیگؒ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب میں اس گاؤں سروالہ میں گیا، جہاں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) رہائش پذیر تھے، تو مسجد میں ملاقات ہوئی اور میں آرام کرنے کی غرض سے سو گیا۔ اس دوران حضرت سرالاعظمؒ گھر چلے گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز رنگ کا پرندہ بیٹھا ہے اور میں اُس پرندے کو حیلے بہانے سے اپنے جال میں لے آیا اور اسے اپنے پاس مقید کر لیا، پھر اُسے اپنے ہاتھ پر بٹھایا۔ اس پرندے نے اچانک میرے ہاتھ سے پرواز کی اور کہیں چلا گیا۔ پرندے کے یوں چلے جانے سے میں نہایت غم زدہ ہوا اور اسی غم والم کی حالت میں سو رہا۔ بعد ازاں جب میں نہایت پریشانی اور رنج والم کی حالت میں اٹھ بیٹھا تو حضرت سرالاعظمؒ مسجد میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ یہ تو سہل پسندی ہوگی کہ سبز رنگ کا پرندہ ہاتھ سے اُڑ جائے اور اس پر دلگیر وغمگین ہوا جائے۔ اس قسم کی چیزوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ مولانا موصوف یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرالاعظمؒ نے ایک بار فرمایا کہ ایک دن ایک ضرورت کے تحت تڑکے اُٹھ بیٹھا، تا کہ دریائے اٹک کے پار جاؤں۔ جب میں دریا کے کنارے پہنچا تو وہاں کشتیاں رُکی کھڑی تھیں اور لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ موقوف تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میں پریشان ہو گیا اور دل ہی دل میں سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اچانک میں نے دیکھا تو یہ دریائے عظیم ایک چھوٹا سا نالہ بن گیا، جسے بچہ بھی پار کر سکتا تھا اور دریا کا پانی میرے دونوں پاؤں کے درمیان میں سے گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے پاؤں پیچھے ہٹا لیے اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا کہ اے خدائے ذوالجلال، میں اس قسم کی کرامتیں نہیں چاہتا۔ کل کشتی کے ذریعے دریا پار کرلوں گا۔ پھر دریا کے کنارے سے پلٹ آیا اور اگلے روز کشتی پر سوار ہو کر دریا پار کیا۔ مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک دن حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) نے فرمایا کہ دریا میں طغیانی آئی ہوئی تھی اور میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا۔ دریا کے دوسری جانب ایک چٹان

Marfat.com

تھی۔ ایک ایسی جائے خلوت، جہاں لوگوں کی آمدورفت بالکل نہ تھی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ وہ چٹان عجب خلوت وتنہائی کی جگہ ہے۔ یہ کہنے کے فوراً بعد میں نے اپنے آپ کو اس چٹان پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس پر میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور گڑگڑایا کہ میں اس قسم کی چیزوں کو نہیں چاہتا۔ جس پر میں نے دوبارہ خود کو وہیں پایا، جہاں کہ میں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) نے یہ بھی بتایا کہ گرمی کے موسم میں حضرت سرالاعظمؒ اپنے ایک اخلاص مند کے سردآبہ (مسام دار چٹانوں میں بنایا گیا گھر، جو گرمیوں میں ٹھنڈا رہتا ہے۔) میں مقیم تھے۔ حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) بازار تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے اُس سردآبہ کے دروازے کو تالا لگا گئے، جس کی چابی آپؒ نے مجھے دے رکھی تھی۔ جب کہ میں حضرت سرالاعظمؒ کے ہمراہ تھا۔ جب حضرت قدس سرہ اور میں بازار سے واپسی پر اُس سردآبے (جہاں موسم گرما میں حضرت سرالاعظم جی باباؒ کا قیام تھا) کے دروازے کے قریب پہنچے تو دروازہ چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ خود بخود کھل گیا، جس پر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اُس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں آگے بڑھا تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ جس سے میری حیرت اور تعجب میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر میں نے اس دروازے کے قفل کو چابی سے کھولا اور حضرت سرالاعظم سے دریافت کیا کہ اس دروازے کے کھلنے اور بند ہو جانے کا سبب کیا تھا؟ حضرت سرالاعظم نے فرمایا کہ دروازہ کھلنے کا سبب یہ تھا کہ اندر رسالت مآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک ہو رہی ہے اور ہمیں چاہیے کہ اُس متبرک ومنزہ مجلس میں شرکت کریں۔ دروازہ بند ہو جانے کی وجہ یہ ہے اب وہ مقدس محفل موقوف ہو گئی ہے۔

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت سرالاعظمؒ مسجد میں تشریف فرما تھے، کتاب ''شرح مُلاّ'' آپ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور آپؒ اس کی ورق گردانی کر رہے تھے اور اس کا ایک ایک صفحہ دیکھ رہے تھے۔ بعد ازاں آپ نے

Marfat.com

فرمایا: ''اگر میں چاہوں تو میں ''شرح مُلّا'' کا درس دے سکتا ہوں اور میرے لیے ایسا کرنا نہایت آسان و سہل ہے حالانکہ میں نے قرآن پاک کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا اور نہ ہی لکھنا جانتا ہوں۔''

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) ہی کا بیان ہے کہ حضرت سرالاعظمؒ کے اخلاص مندوں میں سے ایک کہہ رہے تھے کہ میں نے ایک سمت میں سفر کیا اور ایک صحرا میں جا پہنچا۔ سورج اپنی پوری تمازت پر تھا، جس کی گرمی کے باعث مجھے بڑی شدّت سے پیاس لگ رہی تھی اور قرب و جوار میں کوئی آبادی نہیں تھی۔ پیاس کی شدّت اس حد تک بڑھ گئی کہ مجھے اپنے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ تب اچانک ایک بڑی ہیبت و دبدبے والی نورانی صورت دور سے نمودار ہوئی اور میری جانب آنے لگی۔ اُس نورانی صورت والے شخص کے پاس پانی سے بھرا ایک آفتابہ (لوٹا) تھا۔ جب یہ نورانی صورت والا شخص میرے پاس پہنچا تو اس نے پانی سے بھرا ہوا آفتابہ میرے سپرد کر دیا جس پر میں اُس آفتابے سے جس قدر پانی پی سکتا تھا پی لیا اور سیراب ہو گیا۔ اُس آفتابے کا پانی بڑا ہی ٹھنڈا تھا۔ بعد ازاں اُس نورانی صورت بزرگ نے آفتابہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب ایک مدّت بعد میں حضرت سرالاعظمؒ (جی بابا) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کا طہارت والا لوٹا دیکھا تو شناخت کر لیا کہ یہ وہی آفتابہ تھا جس سے میں نے صحرا میں شدید پیاس کی حالت میں پانی پیا تھا۔

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایک بار میں حضرت سرالاعظمؒ سے رخصت ہو کر گھوڑے پر سوار آ رہا تھا، جب کہ میرے ہمراہ میرا ایک رفیق چلا آ رہا تھا۔ میں اس سفر سے پہلے بیمار رہ چکا تھا، جس کی وجہ سے مجھ پر نقاہت طاری تھی۔ سفر کرتے کرتے ہم اتفاقاً ایک دشت و بیابان میں پہنچ گئے، جہاں آبادی نہیں تھی اور موسم ابر آلود تھا۔ بادلوں کی زیادتی نے عالم کو تاریک کر رکھا تھا، جس کے سبب کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک ایک ٹیلے کے پیچھے سے دو چور نکل آئے اور ہمارا پیچھا کرنے لگے اور

Marfat.com

دھمکانے لگے کہ خبردار اگر ایک قدم بھی آگے چلے۔ اُن چوروں کے ایسا کہنے سے ہمیں اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہوا اور میں نے گھوڑے کو تیز دوڑانا شروع کر دیا تاکہ چوروں کے چُنگل سے نکل جاؤں۔ جب چور ایک تیر کی مسافت تک پیچھے رہ گئے تو اچانک واپس پلٹ گئے اور ہمیں اُن چوروں کے اچانک واپس چلے جانے کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ اس وقت اُس دشت و بیابان میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا۔ پھر ہم گھر پلٹ آئے اور جب میں حضرت سرالاعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر ملازمت سے شرف یاب ہوا تو میں نے حضرت سرالاعظمؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میرے ساتھ ایک سخت حادثہ پیش آیا۔ میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا: ''ہاں دو چور ٹیلے کے عقب سے نکلے تھے اور ان کا ارادہ تمہیں قتل کر دینے کا تھا، لیکن جب قبلہ کی جانب سے گھڑ سواروں کی ایک عظیم فوج نمودار ہوئی تو اُسے دیکھ کر دونوں چور تمہیں چھوڑ کر پلٹ گئے۔'' پس میں نے جان لیا کہ یہ پاک و طیب ارواح کی فوج، حضرتؒ (جی بابا) نے ہماری مدد کے لیے بھیجی تھی، تاکہ ہمیں چوروں سے خلاصی مل جائے۔

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) نے یہ بھی بتایا کہ جس وقت حضرت سرالاعظمؒ گاؤں (سروالہ) گئے ہوئے تھے تو ایک دن میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) سے شرفِ ملاقات کی غرض سے حضرت کی گزرگاہ تک گیا اور آپ کے لیے ایک روغنی نان اپنے ساتھ لیتا گیا، جب کہ میں نے خود کچھ بھی نہیں کھایا تھا اور شہر سے تقریباً ایک فرسنگ کے فاصلے پر جا کر وہاں بیٹھ گیا اور نماز ظہر کا انتظار کرنے لگا۔ جب حضرت قدس سرہ تشریف نہ لائے تو میں نے سوچا بہت ممکن ہے کہ آج حضرت قدس سرہ نے اپنی آمد ملتوی کر دی ہو۔ یہ سوچ کر میں شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی اس لیے راہ طے کرنے کے دوران میں نے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لایا ہوا روغنی نان کھا لیا۔ جب کہ اُس روغنی نان کے متعلق میرے علاوہ کوئی بھی مطلع نہیں تھا۔ جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو کچھ دیر بعد میرے عقب میں حضرت سرالاعظمؒ بھی پہنچ

Marfat.com

گئے اور میری قیام گاہ پر تشریف لائے، جس سے میں بڑا خوش ہوا اور حضرت سرالاعظمؒ سے عرض پرداز ہوا کہ حضرت یہیں ٹھہریں تا کہ آپ کے کھانے کے لیے کوئی چیز پیش کروں۔ یہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ وہ روٹی جو تم ہمارے لیے لائے تھے، خود کھا چکے ہو اس لیے اب ہم کیا کھائیں گے۔

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) گاؤں گئے ہوئے تھے اور میں حضرت سرالاعظمؒ سے شرفِ ملاقات کے حصول کے لیے برسرِ راہ بیٹھا تھا۔ جب آدھا دن گزر جانے کے باوجود حضرت سرالاعظمؒ قدس سرہ تشریف نہ لائے تو میں نے شہر کی طرف مراجعت کی۔ ابھی میں نے تھوڑی سی مسافت ہی طے کی تھی کہ ایک آواز سنائی دی۔ مجھے میرا نام دلدار بیگؒ لے کر پکارا گیا تھا۔ یہ آواز سن کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پھر میں ایک بلند جگہ پر گیا تا کہ وہاں سے دُور تک دیکھ سکوں۔ میں نے اِدھر اُدھر دور تک دیکھا لیکن باوجود پوری کوشش کے مجھے کوئی بھی شخص دکھائی نہ دیا اور میں اُسی بلند مقام پر بیٹھ گیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فرسنگ کی مسافت پر صحرا میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ دکھائی دیئے۔ جب حضرت قدس سرہ میرے نزدیک پہنچے تو میں نے وہ قصہ حضرت قدس سرہ کے حضور بیان کیا اور حضرت قدس سرہ سے دریافت کیا کہ آپ نے مجھے کہاں سے آواز دی تھی؟ یہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا: ''تجھے اِس سے کیا کام، ہم نے جس جگہ سے بھی تمہیں یاد کیا، آخر تم تک پہنچ ہی تو گئے۔''

مولانا موصوف (دلدار بیگؒ) کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت سرالاعظم (جی بابا) قدس سرہ ایک عفیفہ کو اپنے طریقہ کی تلقین فرما رہے تھے تو حضرت قدس سرہ نے طریقہ تلقین و تعلیم کے آغاز میں اُس عورت سے کہا: ''جو تیرا مشہود ہوگا، اُسے ظاہر نہیں کرے گی۔'' جب آپ اسے طریقہ کی تعلیم و تلقین فرما رہے تھے تو حضرت قدس سرہ نے اپنا دستِ مبارک اُس کے سر پر رکھا ہوا تھا۔ طریقہ کی تعلیم و تلقین فرمانے کے بعد حضرت

قدس سرہ نے جب اپنا دستِ مبارک اُس کے سر سے اٹھایا تو اُس عفیفہ پر بے ہوشی و بیخودی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس کے تمام اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت سرالاعظمؒ نے وہاں سے جاتے ہوئے مجھے فرمایا کہ تم اس کے پاس ٹھہرو۔ میں اس عورت کے پاس تھا۔ جب نمازِ عصر کا وقت آیا، تب بھی اُس عفیفہ پر نیم بے ہوشی و بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ پھر بھی اس نے نماز ادا کرنا چاہی لیکن اعضائے جسمانی پر لرزہ طاری ہونے کی وجہ سے وہ اپنے پاؤں پر سیدھی کھڑی نہیں ہو پاتی تھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ اپنے حال سے واقف و آگاہ رہو، تاکہ گر نہ پڑو۔ اگر تم کھڑی ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتیں تو پھر تمہیں چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھ لو۔ یہ سن کر اُس نے کہا کہ یہ کونسا ایسا وقت آن پڑا ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھوں، مجھ پر ایک حالت و کیفیت طاری ہوئی تھی، اور اگر تم کہو تو میں دریائے اٹک سے اپنے پاؤں تر کیے بغیر گزر جاؤں۔ جب اس نے نماز ادا کی تو کہا کہ اس بیخودی کی کیفیت میں میں نے یوں مشاہدہ کیا ہے کہ ایک وسیع و عریض صحرا ہے اور اُس صحرا میں نورانی صورت بزرگوں کا ایک عظیم مجمع ہے اور وہ نورانی صورت بزرگ اپنے سروں پر بڑے بڑے عمامے باندھے کھڑے ہیں اور اُس عظیم مجمع کے درمیان ایک سوار کھڑا ہے، جس کے گھوڑے کی گردن آسمان سے پیوستہ ہے اور اس سوار کا سر عرش سے بھی آگے نکل رہا ہے اور سوار کے چہرے کے نور سے تمام زمین و آسمان روشن ہیں۔ اس کے چہرے کی چمک اور تپش سے آفتاب بھی حیران و سرگشتہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ سوار رسالت مآب سرورِ کائنات پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات والاصفات ہے۔ اور آنجناب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اردگرد اصحاب اور اولیائے اُمّت کھڑے ہیں۔ میں نے اس مجمع میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گھوڑے کی گردن کے برابر کھڑے ہیں۔ ابھی اُس عفیفہ نے اپنا مشاہدہ یہیں تک بیان کیا تھا کہ میں نے اُسے یاد دلایا کہ حضرت سرالاعظمؒ قدس سرہ نے اُسے مشاہدے میں دیکھی جانے والی چیزوں کے اظہار

Marfat.com

سے منع کیا تھا۔ یہ سن کر عفیفہ نے آگے کچھ نہ کہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے ہاں مقبولیت رکھنے والوں میں سے ایک محمد قلی بیگؒ ہوئے ہیں اور حضرتؒ کے مخلص احباب میں سے ایک شیخ دولتؒ تھے، جو مدّت مدید سے آزار و بیماری میں مبتلا تھے۔ آپ کی بیماری اس حد تک شدت اختیار کر گئی کہ ان کی زندگی کی تمام اُمیدیں جاتی رہیں۔ ایک دن حضرت سرالاعظم قدس سرہ اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اُنہوں نے کہا کہ مدت سے حضرتؒ کی خدمت کر رہا ہوں اور آپ کا نہایت عقیدت مند ہوں، آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ جل شانہ، مجھے شفا بخشے اور صحت کاملہ مرحمت فرمائے۔ پس حضرت سرالاعظمؒ قدس سرہ (جی باباؒ) نے اُن کی صحت یابی اور شفا کے لیے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور دعا کی، بعد ازاں اٹھے اور تشریف لے گئے عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے شیخ دولتؒ کو صحت فرمائی اور وہ ہاتھ میں عصا پکڑے حضرت سرالاعظمؒ قدس سرہ کے عقب میں مسجد تک جا پہنچے۔ حالانکہ شیخ موصوف کے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔

بیان کیا جاتا ہے حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) قدس سرہ کے مخلص احباب میں ایک قاضی ابوالخیر، قاضیِ اٹک شہر ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب کا ایک بیٹا تھا جو نہایت ہی حسین و جمیل تھا، جسے ایک خطرناک بیماری لاحق ہوگئی۔ اُس کے پاس کے ایک گھوڑا تھا، جو بہت خوبصورت تھا۔ قاضی موصوف نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تمہیں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے اور میرے حوالے سے بھی حضرت قدس سرہ سے اپنی صحت یابی کی دعا کی استدعا کرو۔ اُس لڑکے نے دل ہی دل میں کہا کہ اگر مجھے صحت مل جائے تو میں اس گھوڑے کو فروخت کر کے اُس سے حاصل ہونیوالی رقم حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں نذر کے طور پر لے کر جاؤں گا۔ خود قاضی اٹک، حضرت سرالاعظمؒ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرتؒ سے اپنے بیٹے کی صحت یابی کی دعا کی استدعا کی۔ جس پر آپؒ نے اپنے طریقہ و روش کے مطابق

Marfat.com

قاضی صاحب کے بیٹے کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ اُس کے دوسرے ہی روز قاضی موصوف کے بیٹے کے آزار میں کچھ کمی ہوگئی۔ قاضی موصوف کے بیٹے نے اپنے گھوڑے کو مبلغ اسی ۸۰ روپے میں فروخت کر دیا اور گھوڑے کی فروخت سے حاصل ہونیوالی رقم قاضی صاحب کے ہاتھ بطور نذر حضرت سرالاعظم قدس سرہ کی خدمت میں بھیج دی لیکن حضرت سرالاعظم نے قاضی موصوف کی نذر کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور قاضی موصوف سے کہا کہ اس رقم کو فقرا اور مساکین کے نان ونفقہ پر خرچ کر دیں۔ اس پر قاضی موصوف نے کہا کہ یہ آپ کی نذر ہے، اس لیے آپ کو اسے قبول کرنا چاہیے۔ قاضی موصوف نے اُس رقم کی قبولیت کے لیے جب بہت اصرار کیا تو حضرت سرالاعظم نے قاضی موصوف سے فرمایا کہ یہ نذر اسی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، جب تمہارے بیٹے کو صحتِ کاملہ عطا ہو جائے اور یہ نذر وہی شخص قبول کر سکتا ہے جو تقدیر کو بدل سکتا ہو۔ حضرت سرالاعظم قدس سرہ کی زبانِ مُبارک سے یہ بات سن کر قاضی موصوف پر مایوسی طاری ہوگئی اور اُس نے زاروقطار روتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے کی تقدیر میں جو کچھ بھی لکھا ہو، آپ اِس میں سے تھوڑا بہت بطور نذر قبول فرمالیں۔ قاضی موصوف کی طرف سے بہت زیادہ منت سماجت کرنے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا واسطہ دینے پر حضرت قدس سرہ نے اُس رقم میں سے ایک روپیہ رکھنا قبول کرلیا اور قاضی موصوف سے فرمایا کہ پانچ روپیہ کی شیرینی لاکر فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیں جب کہ نذر کی باقی رقم قاضی موصوف اپنے گھر واپس لے گئے۔ دو تین دن بعد قاضی کا بیٹا راہی ملک عدم ہوگیا اور اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے مخلصوں میں سے ایک مُخلِص کا بیان ہے کہ میں حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے حضور بعض ممنوع عادات سے تائب ہوا لیکن میں حاکمِ اٹک کا نوکر تھا، تائب ہونے کے بعد بھی بُرے کاموں سے نہ بچ سکا اور میں ایک عملِ بد کا مُرتکب ہوا۔ ایک دن حاکمِ اٹک کے حضور کھڑا تھا اور وہاں بہت بڑی

Marfat.com

تعداد میں لوگ موجود تھے۔ اچانک حضرت سرالاعظم قدس سرہ میرے روبرو ظاہر ہوئے اور میری طرف بڑھے۔ جب نزدیک پہنچے تو آپ قدس سرہ نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا، جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں پر موجود سب لوگوں نے حضرت قدس سرہ کو دیکھا تھا۔ جب ایک ساعت بعد میری حالت بحال ہو گئی اور میں ہوش میں آ گیا تو وہاں موجود لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا واقعہ پیش آیا جو اس طرح بیخود ہو کر گر پڑا۔ کیا تجھے کوئی آسیب آیا؟ پس میں نے جان لیا کہ حضرت سرالاعظم قدس سرہ کو سوائے میرے، حاضرین میں سے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے میں نے اس بات کو ظاہر نہ کیا اور اپنے کردہ فعل سے تائب ہوا اور توبہ واستغفار کی۔

ایک دن فقیر راقم الحروف (یعنی مصنف) حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ حضرت قدس سرہ کے مخلصوں اور متوسلوں میں سے ایک جوان آیا اور آپؒ سے مصافحہ کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے متبسم ہو کر اُس جوان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''عیاری کے طریق میں ہم پر کس طرح برتری حاصل کرو گے؟ اب تم ہمارے پاس آئے ہو اور کام کی طرف متوجہ ہوئے ہو، جب کہ اس سے قبل تم اپنے کام کو معطل کر چکے تھے۔ یاد رکھو کہ ہم تمام وقت اپنے مخلصوں کے حال سے واقف ہوتے ہیں، اب تمہیں چاہیے کہ ہمہ وقت ہمارے حضور کام میں مشغول رہا کرو۔'' فقیر نے علاحدگی میں اُس جوان سے دریافت کیا کہ تُم نے اِس بات کی طرف توجہ کی تھی کہ حضرت سرالاعظم قدس سرہ تم سے یہ سب کچھ فرمائیں گے؟'' اِس فقیر یعنی مصنف کے جواب میں اُس جوان نے کہا کہ حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے مجھے جو طریقہ تعلیم فرمایا تھا، وہ حضرت قدس سرہ سے دوری کے باعث معطل رہا اور میں اُس کو جاری نہ رکھ سکا اور اس وقت جب میں حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو میں برسرِ کار ہوں اور اُس طریقہ کے مطابق مشغول ہوں جیسا کہ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ ایک دن فقیر راقم الحروف (یعنی مُصنف ''ظواہر السرائر'') حضرت سرالاعظم

Marfat.com

قدس سرہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک جوان، حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ حضرتؒ نے اُس جوان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اِس سے پہلے تم دو مرتبہ یہاں آ چکے ہو اور آج تیسری مرتبہ آئے ہو۔ تمہارے یوں بار بار آنے کا مقصد و مُدعا کیا ہے؟ اِس پر اُس جوان نے کہا کہ میں آپ کی ملازمت کے شرف کے حصول کے لیے حاضر ہوا ہُوں۔ یہ سُن کر حضرتؒ نے فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ بات نہیں۔ یہاں آنے کا اصل مقصد و مدعا بتاؤ اور جو بات ہم سے مخفی رکھ رہے ہو ہم پر ظاہر کرو اور اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو پھر اُٹھو اور یہاں سے کہیں چلے جاؤ۔ یہ سن کر جوان فوری طور پر اُٹھا اور اُس نے اپنی کمر میں اُڑسے ہوئے آٹھ تنگے نکال کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اس پر آپ نے دعا کی اور فرمایا ''ہم نے قبول کر لیے اب اِن تنگوں کو اٹھا لو اور اپنے پاؤں میں پہننے کے لیے جوتا خرید لو۔'' ہر چند حضرتؒ نے اس سلسلہ میں اصرار کیا لیکن وہ جوان رقم کو واپس لینے پر رضا مند نہ ہوا، جس پر وہ رقم حضرتؒ نے اپنے خادمِ خاص مولانا معموری کے حوالے کی اور کہا کہ اس میں کچھ اور رقم ڈال کر اس جوان کے پہننے کے لیے جوتا خرید لاؤ اور اس جوان کو دے دو۔

فقیر راقم الحروف (یعنی مصنف محمد عمر چمکنیؒ) جن دنوں حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے حضور اٹک میں حاضر تھا، اُنہی ایام میں حضرت ایشاں یعنی حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے مرشد حضرت سعدی بلخاری قدس سرہ کا یوم وفات آ گیا اور اُس وقت فقیر کے پاس کوئی چیز بھی نہیں تھی جس سے حضرتؒ کی رُوح مبارکہ کے ایصال ثواب کے لیے کھانا تیار کروا سکتا۔ جب میں اپنے گھر (چمکنی، پشاور) میں ہوتا تھا تو حضرتؒ کے وصال کے دن کم از کم اپنے مال و اسباب سے طعام تو تیار کروا لیتا تھا جبکہ اب اٹک میں ہوتے ہوئے میں ان موقع پر مُتردد تھا کہ کیا کروں۔ میرے پاس ایک چادر تھی، جسے میں سر پر لپیٹ لیتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ کل اِس چادر کو بازار لے جا کر فروخت کرتا

ہوں تا کہ اس کی فروخت سے حاصل کردہ رقم کو کھانا تیار کرانے پر صرف کرسکوں اور میں نے اپنے اس اندیشہ وخیال کا کسی سے ذکر تک بھی نہ کیا۔ جب دن نکلا تو حضرت سرالاعظم (جی بابا) قدس سرہ کی خدمت سے اُٹھا تا کہ رات کو حضرت سعدی بلخاری کے ایصالِ ثواب کا کھانا پکانے کے لیے اپنی چادر بازار میں بیچ کر اس سے رقم حاصل کرنے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنا سکوں۔ حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے مجھے اُٹھتے دیکھ کر فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو، بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے ایک کام ہے اور وہ کام کر کے جلد پلٹ آؤں گا۔ حضرت نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ''۔ یہ سن کر میں بیٹھ گیا۔ پھر اُٹھا تو حضرت نے فرمایا کہ روٹیاں پکانے گئے ہیں، ابھی پکا کر لے آتے ہیں اور نان کو اپنے کام میں لانا چاہیے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ جس وقت تک نان پکا کر لانے والے نان لائیں گے، اُس وقت تک میں واپس آ جاؤں گا۔ جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت نے آہستہ سے فرمایا: ''جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنی رِدا بیچ رہے ہو، اپنی رِدا مت بیچو۔ اسے اپنے پاس حفاظت سے رکھو کہ کسی وقت کام آئے گی اور حضرت قبلہ نے تمہارا ہدیہ قبول فرمالیا ہے۔'' جس پر میں نے کہا: ''پس حضرتؒ کی روح پر فاتحہ پڑھیں اور دعا مانگیں۔'' جس پر حضرت سرالاعظم نے اپنے مُرشد پاک کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ پڑھی اور دُعا مانگی۔ یوں حضرتؒ کے حکم پر میں نے اپنی رِدا فروخت نہ کی۔

ایک بار فقیر راقم الحروف (یعنی مصنف) پشاور سے اٹک حضرت سرالاعظم (جی بابا) قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کے لیے جا رہا تھا اور چند روغنی نان میرے پاس تھے رات میں نے نوشہرہ کی مسجد میں گزاری اور اُن نانوں کو اچھی طرح لپیٹ کر میں نے اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور عین خواب کی حالت میں دیکھا کہ حضرت سرالاعظم قدس سرہ ظاہر ہونے اور فرمانے لگے: ''آگاہ رہو کہ ایک کتا آیا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ نان کو تمہارے سر کے نیچے سے نکال کر لے جائے۔'' جس پر میں اضطراب و پریشانی کے عالم میں خواب سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کتا میرے سرہانے کے برابر کھڑا ہے

Marfat.com

اور نان کی بو سونگھ رہا ہے، چنانچہ میں نے اُسے ذرا دھمکا کر وہاں سے بھگا دیا اور روغنی نانوں کی بڑی احتیاط سے حفاظت ونگہداشت کرنے لگا۔

ایک بار فقیر راقم الحروف (یعنی مصنف میاں عمر چمکنیؒ) نے پشاور سے چار عدد دستی پنکھے حضرت سرالاعظم قدس سرہ (جی باباؒ) کے لیے بھیجے۔ اُن دستی پنکھوں میں سے ایک سب سے چھوٹا تھا اور میں نے اپنے دل میں یہ طے کرلیا تھا کہ یہ سب سے چھوٹا پنکھا دلدار بیگؒ کے لیے ہے، لیکن میں نے اپنے دل کی بات کسی کو بھی نہ بتائی پر مجھے یقین کامل تھا کہ حضرت سرالاعظمؒ جو کہ دنیا جہان کے اسرار سے واقف وآگاہ ہیں، وہ پوری طرح میرے اِس ارادے سے بھی مطلع وباخبر ہیں اس لیے حضرتؒ خود ہی یہ سب سے چھوٹا پنکھا دلدار بیگؒ کو دے دیں گے۔ جب موقع ملنے پر اٹک گیا اور حضرت سرالاعظم قدس سرہ سے شرفِ ملازمت پایا تو حضرت قدس سرہ کے بعض احباب اور یاروں نے بیان کیا کہ جس وقت یہ چار پنکھے حضرت سرالاعظم قدس سرہ کی خدمت میں لائے گئے، اُس وقت دلدار بیگؒ بھی حاضر تھا۔ حضرت قدس سرہ نے سب سے چھوٹا پنکھا اٹھایا اور دلدار بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ پنکھا محمد عمرؒ نے تیرے لیے بھیجا ہے لیکن ہم تجھے نہیں دیں گے اور وہ پنکھا آپ نے اپنے فرزندار جمند مولانا محمد اسماعیلؒ کو دے دیا۔ ایک ساعت بعد حضرت قدس سرہ کے مُحبوں اور مخلصوں میں سے ایک اور شخص اُس صحبت میں پہنچا تو حضرت قدس سرہؒ کے فرزندِ ارجمند مولانا محمد اسماعیلؒ نے اپنے والدِ گرامیؒ کے حکم پر وہ پنکھا اُس شخص کو دے دیا۔

ایک دن ایک اجنبی شخص نے اٹک کے بازار میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ سے ملاقات کی اور عرض پرداز ہوا کہ آپ کی توجہ کی بدولت ہماری کشتی دریائے لدھانہ میں غرق ہونے سے بچ گئی، اگر آنجنابؒ اُس دن ہماری کشتی کو اپنے دست مبارک سے نہ کھینچتے تو وہ گرداب سے نہ نکلتی اور وہیں غرق ہو جاتی۔ حضرت قدس سرہ نے اُس شخص کی اِس بات کو بعید جانتے ہوئے کہا: ''وہ ہم نہیں تھے، کوئی اور ہوگا اور لدھانہ،

بلادِ ہند کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔''

فقیر راقم الحروف (یعنی مصنف) جب ایک مُہم کے سرانجام دینے کی خاطر ایک شخص کے ہمراہ مسافت طے کر رہا تھا تو اُس موقع پر میرے اور اس شخص کے علاوہ کوئی اور وہاں نہیں تھا اور میں اس شخص کے آگے آگے چل رہا تھا اور وہ شخص میرے پیچھے پیچھے تھا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ اسے کیا واقعہ پیش آیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ جب میں صورتحال سے واقف ہُوا تو اس کے پاس پہنچا اور اسے زمین پر گرے ہوئے پایا۔ اس وقت تک اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اُس شخص کی اس طرح کی موت سے مجھے بڑا ہی رنج والم ہوا اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ کیسی بلا ہے جو میرے سر پر نازل ہوئی ہے، جب اُس کے قبیلے والے اِس شخص کے حال سے مطلع ہوں گے تو اِس کے قتل کی تہمت مجھ پر عائد کریں گے اور مجھے اس کے قصاص میں مار ڈالیں گے۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد میں نے اپنے دل میں طرح طرح کے حیلے بہانے سوچے کہ یوں کرتا ہوں تاکہ ہلاکت کے اس بھنور سے اپنی جان سلامت لے جاؤں۔ پھر خیال آیا کہ اس طرح کے حیلوں بہانوں سے کیا ہوگا، سوائے اس کے کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔ پھر مجھے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ یاد آئے اور میں اپنے دل ہی دل میں حضرت سرالاعظم کے حضور، زار و قطار رویا اور کہا کہ آپؒ کی جانب سے بندہ پر اس قدر التفاتِ خاطر ہوئے کہ مجھے یہ امید نہیں کہ یوں بے تقصیر و گناہ مار ڈالا جاؤں۔ اگرچہ میں نے اس شخص کو بہت زیادہ مساس کیا اور اس کے منہ اور ناک کو بھی بند کیا لیکن سب کچھ کرنے کے باوجود اس کی روح کی موجودگی کے اثرات محسوس نہ ہوئے۔ حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے حضور بڑی تضرع وزاری سے میرے فریاد کناں ہونے کے بعد اچانک وہ شخص چلّایا اور فریاد کی۔ جب میں نے اُسے پکارا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک ساعت بعد پھر وہ شخص نعرہ زناں ہوا۔ اُس کے بعد وہ شخص تیسری مرتبہ چلّایا اور فریاد کی۔ میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تجھے کیا واقعہ پیش آیا؟ اس کے بعد میں

Marfat.com

نے اُس شخص کو اپنے پہلو میں لے لیا اور بٹھایا۔ اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ گرا رہوں۔ اُس شخص نے مجھے نہ پہچانا، وہ بیخود اور بے ہوش تھا لیکن اُس کے سانس کی آمد و رفت جاری ہو گئی تھی اور رُوح اُس کے بدن میں معاودت کر چکی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آ گیا اور مجھ سے کہا کہ مجھے میرے گھر پہنچا دو، میں نے اُسے اس کی منزل تک پہنچا دیا۔ اب وہ اچھا ہو چکا تھا۔

اس پیش آنے والے واقعہ سے میرے اور اُس شخص کے علاوہ اور کوئی آگاہ نہیں تھا بلکہ مرنے سے وہ خود بھی آگاہ نہیں تھا۔ وہ بس اتنا ہی جانتا تھا کہ وہ گر پڑا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا اور یہ واقعہ پشاور میں رونما ہوا تھا۔ جب اس واقعہ کو گزرے بیس دن ہو گئے تھے تو میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی ملازمت کے شرف کے حصول کے لیے اٹک گیا۔ ایک رات نمازِ تہجد کے بعد حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں دن تو بات کر رہا تھا اور اُس وقت موقع پر پیش آمدہ واقعہ میرے خیال میں یُوں نہیں تھا۔ میں نے کہا مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔ آپ اُس واقعہ کے بارے میں مطلع کریں تا کہ میں جان لوں کہ یہ فلاں واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت سرالاعظم قدس سرہ کا طریقہ و روش یہ ہے کہ اس قسم کے امور میں خود کو علاحدہ رکھتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ قدس سرہ نے فرمایا کہ میں خود اور کچھ نہیں جانتا، سوائے اس کے کہ اس مہینے کی فلاں تاریخ، فلاں دن، فلاں وقت میں قبلہ رُو بیٹھا تھا کہ حضرت ایشاں (یعنی حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے مُرشد حضرت سعدی بلخاری علیہ رحمت) ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ محمّد عمر کو حادثہ پیش آیا ہے، مُردہ اس کے سامنے پڑا ہے اور اس طرح کی صورتحال میں مردہ کے وارث اُسے مصیبت و بلا میں مبتلا کر دیں گے، آپؒ اُس کی خبر لیجیے اور اُسے (یعنی محمد عمر مصنف ''ظواہر السرائر) اس بلا و مصیبت سے خلاصی دلائیے۔ پس حضرت قدس سرہ کے بیان فرمانے سے میں نے جان لیا کہ یہ فلاں واقعہ تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مردہ حضرت قدس سرہ کے تصرف سے زندہ ہو گیا اور اس طرح میں نے ورطۂ ہلاکت سے رہائی پائی

Marfat.com

اوراب جب کہ میں یہ واقعہ لکھ رہا ہوں، اُس وقت تک وہ شخص زندہ ہے اور حضرت سرا لاعظم قدس سرہٗ کے دونوں فعل خوارق ہیں یعنی ایک تو پشاور میں ہونے والے اُس واقعہ کی اطلاع دینا، دوسرا مردے کا زندہ کرنا۔

راقم الحروف (یعنی مصنف محمد عمر چمکنیؒ) نے اتوار ۲۷ یا ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۱۰ ہجری قمری (مطابق فروری ۱۶۹۹ء) کو خواب میں دیکھا کہ ایک ندی کے کنارے سبزہ زار ہے اور وہاں سرور کائنات رسالت مآب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابہ کرام تشریف فرما ہیں اور آپ کے مقابل دائیں جانب نورانی شکل وصورت کا حامل ایک عزیز بیٹھا ہے۔ اُس عزیز کے بائیں جانب حضرت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف فرما ہیں جب کہ اس کی دائیں جانب فقیر راقم الحروف (مصنف) بیٹھا تھا اور آپؐ کے بائیں ہاتھ پر زردہ رکھا ہوا تھا اور وہ عزیز اپنے دائیں دست مبارک سے وہ میٹھے چاول چکھ رہا تھا، بعدازاں انہوں نے راقم الحروف کو اشارہ کیا کہ اس شیرینی کو اٹھا لو۔ یہ فقیر، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض پرداز ہوا: ''یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری دلی تمنا وآرزو یہ ہے کہ جب بھی آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کی خواہش وارادہ کروں، نصیب ہو جائے اور اس بات کا امیدوار ہوں کہ جہان کو روشن کرنے والے آفتاب کی طرح میری قسمت ونصیبے کے بُرج سے میری سعادت ونیک بختی کا ستارہ طلوع ہو کر میرے دل کے گھر کو (جو نفس اور حرص وہوا کی پیروی کرنے والا اور ظلمت وکدورت میں گھرا ہوا ہے) روشن ومنور کردے۔ دوم یہ کہ آخرت میں نجات ورستگاری مُیسر ہو۔ سوم یہ کہ مجھے کبھی بھی دنیاوی طور پر ذلت وخواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میری یہ تینوں درخواستیں سن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جواب میں اپنے سر مبارک کو نہیں میں جنبش دی جیسے کہ کوئی کسی کام کا ہونا بعید جانے، اور اپنے اختیار میں نہ ہونے کے بارے میں اپنے سر کو ہلائے، جیسا کہ مشہور ومعروف اور متعارف ہے کہ سر کو جنبش دے کر کہتے ہیں کہ ہم نہیں کرتے اور نہیں جاتے۔

Marfat.com

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جس وقت اپنے سر مبارک کو جنبش دی، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رُوئے اقدس پر بشاشت وخوش طبعی ظاہر وآشکارا تھی، اسی دوران اُس کاغذ سے جو آپؐ کے دست مبارک پر رکھا ہوا تھا اور اس کاغذ پر میٹھے چاولوں کو رکھا گیا تھا، اس کاغذ سے قدرے پھاڑ لیا گیا اور دوسرے ہاتھ پر رکھ دیا گیا، تاکہ ایک ہاتھ بھی خالی نہ ہو اور جو بھی کاغذ پر یا کسی چیز پر لکھنا چاہے گا، اُسے زمین پر رکھ کر لکھے گا۔ پس اسی ٹکڑا کیے ہوئے کاغذ کو زمین پر رکھ دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بائیں ہاتھ میں شیرینی ہونے کے سبب وہ ہاتھ خالی نہیں تھا، چنانچہ آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے اس کاغذ پر لکھا کہ میں اُس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا، جب تک تمہیں اپنے ساتھ جنت میں لے نہ جاؤں۔ پس آپؐ نے فقیر (مصنفؒ) سے یہ الفاظ فرمائے کہ یہ نقش ونگار تیرے بازو کے لیے ہیں اور پھر فقیر کی طرف رُوئے انور کرتے ہوئے فرمایا کہ تُو دنیا میں ہمیشہ عزت وآبرو سے رہے گا اور وہ تمام شیرینی جو آنجناب کے بائیں ہاتھ میں تھی، فقرا کو دے دی گئی۔ جب نیند سے بیدار ہُوا تو اللہ جل شانہ کا شکر بجالایا اور سربسجود ہوا۔ بعد ازاں مُتردد ومتفکر ہوا اور اپنے آپ سے کہا کہ وہ عزیز جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے روبرو بیٹھا ہوا تھا وہ کون تھا؟ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سر مبارک کو نفی میں جنبش دینے کا سبب کیا تھا؟ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم التفات فرمانا کس وجہ سے تھا؟ اتفاقاً اسی اتوار کے دن عصر کی نماز کے وقت حضرت ایشاںؒ یعنی حضرت سرالاعظمؒ کے مُرشد حضرت سعدی بلخاری قدس سرہ کے اصحاب وفقرا میں سے ایک صاحب مولانا عنایتؒ لاہور سے پہنچ گئے۔ مولانا موصوفؒ نے بتایا کہ اٹک ہی میں حضرت مولانا یحییٰ ادام اللہ تعالیٰ سرالاعظم قدس سرہ (جی باباؒ) کے شرفِ ملازمت سے شرفیاب ہوا ہوں اور حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) عیدالفطر کی نماز ادا کرنے کے بعد مکہ تشریف جانے کی نیت رکھتے تھے۔ اس فقیر (مصنفؒ) کو جسے ایک مدت سے حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے شرفِ ملازمت کے حصول کا اشتیاق تھا، مولانا عنایت کی

Marfat.com

بات سن کر مُتردد و متفکر ہوا اور سوچا کہ اگر حضرت سرالاعظم قدس سرہ مکہ شریف چلے جاتے ہیں تو پھر آپؒ کی زیارت کس طرح مُیسّر ہو گی، پس فقیر راقم الحروف بروز سوموار بعداز نمازِ فجر اسی فکر میں تھا اور کسی ایک شخص کو بھی مطلع کیے بغیر حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے حضور حاضری کے لیے عازمِ سفر ہوا اور سلخ ماہ (۳۶) رمضان مبارک کو نمازِ ظہر سے پہلے حضرت سرالاعظمؒ کے حضور میں حاضر ہونے میں کامیاب ہو گیا آپؒ اس فقیر سے بڑے التفات سے پیش آئے اور فرمایا کہ یہ تمہاری کشش تھی کہ ہم چند روز سے شہر میں ہیں وگرنہ ہم دو تین راتوں سے زیادہ شہر میں نہیں ہوتے۔ بعدازاں آپؒ نے سکوت فرمایا اور آپؒ کی پیروی میں فقیر (مصنف محمد عمر چمکنیؒ) بھی چُپ رہا۔ اسی دوران فقیر کے دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ میرے اس خواب کی تعبیر بیان فرمائیں اور اُس عزیز کے بارے میں بھی بتائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رُوبرو بیٹھا تھا۔ نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جانب سے سرِ مبارک کو نفی میں جنبش دینے کا مُوجب کیا تھا؟ اس کے باوجود آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے التفات وعنایات ظاہر فرمائیں، جو اس دل پر غلبہ پا گئیں۔ ایک ساعت بعد حضرت سرالاعظمؒ اس سے مطلع ہوئے اور بہت کچھ فرمایا، لیکن میرے دل میں موجزن خیالات کے بارے میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ بعض اوقات میں اپنے دل میں پیدا ہونے والے خدشات کو دور کرتے ہوئے اپنے آپ سے کہتا کہ آپؒ کے معاملات اور آپؒ کی نسبت اس قدر عالی اور بلند تر ہے کہ آپ لوگوں کے دلی خیالات کو جان لیتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ ہمارے دلی خیالات کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے، یہاں تک کہ عید کے دن نمازِ عصر کے بعد حضرت سرالاعظم قدس سرہ (جی باباؒ) نے سکوت فرمایا تھا اور فقیر کے دل میں پھر وہی خیالات غالب آ گئے۔ اچانک حضرت قدس سرہ میرے ان خیالات سے مطلع ہوئے اور فقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک دن ہم نے اپنے مُرشدِ پاک (سعدی بلخاری) علیہ رحمۃ الرضوان سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس زیادہ تر لوگ

Marfat.com

یہ خواہش دل میں لیے ہوئے آتے ہیں اور ان سب کی توجہ اس بات پر مرکوز رہتی ہے کہ اُن کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور مافی الضمیر کے بارے میں ہم بیان کریں، بصورتِ دیگر ان کی عقیدت وارادت پہلے جیسی نہیں رہتی اور اُن کے لیے یہ نقصان کا باعث ہے۔ جس پر حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) قدس سرہ یعنی حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے مُرشد نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے آپ اپنی توجہ اس طرف نہ مبذول کیا کریں، کیوں کہ یہ زحمت ہے اور اولیائے اللہ کے لیے بڑے نقصان کا باعث ہے۔ یہ سن کر فقیر یعنی مصنفؒ عرض پرداز ہوا کہ آپؒ نے آج میرے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے توجہ نہیں فرمائی، لیکن آپ کے التفات اور توجہ شریف کے باعث اِس ضعیف (مصنفؒ) کے اخلاص و اعتقاد میں نہ تو کسی قسم کی کوتاہی واقع ہوئی ہے اور نہ ہی اُس میں فتور نے راہ پائی ہے، جب کہ میرے خیالات کچھ اور نوعیت کے ہیں جن سے آپؒ پوری طرح واقف و آگاہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں نہیں کہہ رہے، کیونکہ تم پر تو گذشتہ کل سے ایسے خیالات کا غلبہ ہو چکا تھا اور اس بات کا اظہار ہم نے اپنے مرشد قدس سرہ سے نہیں کیا کیونکہ ہم ڈر رہے تھے کہ تم اِس بات کا اطلاق اپنی ذات پر کرو گے اور ہم جانتے ہیں کہ تمہارا اخلاص اس سے کہیں زیادہ ہے جو اس قسم کے دلی خیالات کا اظہار نہ کرنے سے کم نہ ہوگا، لیکن ہمارے مرشد قدس سرہ نے ہمیں اظہار خاطر سے منع کیا ہوا ہے۔ اظہار خاطر کے لیے ہم دوست دشمن کا خیال نہیں کرتے۔ اُس دن سے، جب تم پشاور سے اٹک کی نیت کر کے روانہ ہوئے تھے تو تم نہایت اخلاص وارادت سے چلے تھے اور تمام سفر میں ہم تمہارے ہمراہ رہے ہیں، ہمیں تمہارے احوال کی مکمل اطلاع ہے لیکن ایسی باتوں کا اظہار کرنا خودنمائی کی ذیل میں آتا ہے، اس لیے ہم ایسا نہیں کرتے۔ تُم گذشتہ کل کے پیدا شدہ خیالات سے تشویش میں مُبتلا ہو۔ لو ہم تمہاری تشویش رفع کرتے ہیں۔ چلو ہمیں وہ خواب بتاؤ جو تم گذشتہ رات دیکھ چکے ہو۔ پس میں (مصنف) نے اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں وہ خواب بیان کیا۔

Marfat.com

خواب سن کر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ نے قدرے سکوت کیا اور فرمایا کہ وہ عزیز، جو رسالت مآب سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقابل دائیں جانب بیٹھا تھا، وہ ہمارے مرشد حضرت ایشاں قدس سرہ (حضرت سعدی بلخاریؒ) تھے۔ ہمارے مرشد قدس سرہ تمہاری اور ہمارے دیگر مخلصوں اور دوستوں کی مہمات کے انتظام وانصرام کے سلسلے میں سعی بلیغ اور جہدِ مسلسل کرتے رہتے ہیں اور انہیں ہمیشہ ان مخلصوں کا ہی غم لگا رہتا ہے اور انہی کے فکر میں متفکر رہتے ہیں، دوسرا یہ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے سر مبارک کو نفی میں جنبش دی تو اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمہاری اس درخواست کو بعید جانا جس میں تم نے کہا تھا کہ جب کبھی میرا دل آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روئے اقدس کی زیارت کرنے کا خواہشمند ہو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہو سکے۔ اس درخواست کے منظور نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ دائمی اور مستقل طور پر اس عالی مرتبت تمنا یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے شرف یابی کا حصول اور اُس دولتِ عظمیٰ کا پانا اکمل وکامل اولیائے کرام کے لیے مخصوص ہے۔ الحمد للہ رب العالمین علیٰ ذلک والصلوٰۃ والسّلام علیٰ حبیبہ خیر البرایاو افضل المخلوقات و اشرف الموجودات وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہ امہات المومنین واتباعہ

ترجمہ: اس بات پر تمام حمد وثنا، اُس اللہ کے لیے جو ربّ العالمین ہے اور درود وسلام ہو اس کے حبیب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر جو خیر البرایا، افضل المخلوقات، اشرف الموجودات میں آپؐ کی آل آپؐ کے اصحاب آپؐ کی ازواج امہات المومنین اور پیرو کاروں پر درود وسلام ہو۔

فقیر راقم الحروف (مصنف) نے جب کبھی سرور کائنات رسالت مآب حضرت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی تو اُس موقع پر فقیرؔ نے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کو بھی یاد کیا ہے اور حضرات خلفا نے

Marfat.com

راشدین کی ارواحِ مبارکہ کو ایصالِ ثواب پہنچانے کے بعد اکثر اولیائے کرام کے نام لے کر اُن کی ارواحِ مبارکہ کو ایصالِ ثواب پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان سب حضرات کے خلفاء اور حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے خُلفاء کی ارواح مبارکہ کو ایصال ثواب پہنچایا ہے۔ ارواحِ مبارکہ کو ایصال ثواب پہنچانے کا یہ طریقہ مجھے حضرت سرالاعظم قدس سرہ سے معلوم ہوا ہے۔ ایک دن حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے فرمایا کہ تم فاتحہ پڑھتے ہو اور دعا مانگتے وقت حضرات اصحابِ کبار کے نام لیے بغیر یاد کرتے ہو، اور اولیائے کرام کو اُن کا نام لے کر۔ اولیاء کو اصحاب کبار پر کیا فضلیت حاصل ہے؟ جان لو کہ اصحابِ کبار، لوگوں کے اس طریق ایصالِ ثواب سے بہت زیادہ زیرِ بار رہتے ہیں۔ یاد رکھو، آئندہ ہرگز ان بزرگوں کو نام لے کر یاد نہ کرنا۔ اس موقع حضرت سرالاعظم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے سرورِ کائنات رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مجلس مبارکہ میں جانا چاہا تو میرے اور مجلس کے مابین ایک پردۂ حجاب حائل ہو گیا جب میں نے اُس پردۂ حجاب سے گزر کر مجلس مکرم میں شامل ہونا چاہا تو اچانک دیکھا کہ اس پردے کے باہر حضرت بلالؓ، موذن رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہایت حزن و ملال اور غم واندوہ کی حالت میں کھڑے ہیں۔ حضرت بلالؓ میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ جب تم پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی روحِ مبارکہ کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ و درود پڑھتے ہو اور اکثر صحابہ کرام کا ذکر اُن کا نام لے کر کرتے ہو تو اُس وقت مجھے یاد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے کیا گستاخی اور بے ادبی سرزد ہوئی ہے؟ آخر میں بھی تو اُس درِ اقدس کا دربان ہُوں۔ اُس دن کے بعد سے ہم فاتحہ اور دعا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر یاد کرتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جناب میں ایک دوسرا دعویٰ ہے۔

(اِس مقام پر مُصنف حضرت میاں محمد چمکنیؒ نے اپنے مُرشد حضرت یحیٰی اٹکی

المعروف جی باباؒ کی شان میں کہے گئے فارسی قصیدہ مشتمل بر پچیس اشعار میں سے پانچ اشعار درج کیے ہیں۔)

مولانا محمد اسماعیلؒ (اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ رکھے) حضرت مولانا محمد یحییٰ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے فرزندِ بزرگوار ہیں اور حضرت (جی باباؒ) قدس سرہ کے پسندیدہ اور منظورِ نظر افراد میں سے ہیں۔ علومِ ظاہری و باطنی کے کمالات سے آراستہ ہیں اور اس جماعت کے طور طریقوں پر آپ کے بڑے اثرات ہیں۔ شکستہ نفسی، فروتنی، عاجزی اور انکساری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور آپ ہمیشہ فقرا اور درویشوں کی ناز برداری اور خدمت گزاری کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہیں۔ حضرت سرالاعظم قدس سرہ ہمیشہ اپنے فرزندِ بزرگوار مولانا محمد اسماعیلؒ کے احوال پر متوجہ رہتے ہیں اور مولانا موصوفؒ اپنا ظاہر و باطن ابتدائے عمر سے ہی ہر قسم کی آلائش سے محفوظ و مصئون رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا دلدار بیگؒ کہتے ہیں کہ حضرت سرالاعظمؒ قدس سرہ ہمیشہ اپنے فرزندِ بزرگوار مولانا محمد اسماعیلؒ کے احوال سے مطلع و باخبر رہے ہیں اور حضرتؒ نے ہمیشہ اپنے زیرِ سایہ آپ کی تربیت فرمائی ہے۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب ہمارے مُرشد حضرت ایشاں علیہ الرحمتہ الرضوان (سعدی بلخاریؒ) دوسری مرتبہ پشاور تشریف لائے اور لاہور مراجعت کے لیے ہارون گھاٹ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے صاحبزادے (مولانا محمد اسماعیلؒ) کو طلب کریں تاکہ ہم انہیں آپ کی زندگی میں ہی دیکھ لیں، کیونکہ انہیں ہمارا دیکھنا جملہ لوازم اور ضروریات میں سے ہے۔

مصاحبت چہ ضرور است آشنائی را　　　　ہنوز بادِ یمن محو نکہتِ عربی است

(ترجمہ: آشنا کے قریب رہنا کچھ ضروری تو نہیں۔ ابھی تک یمن کی ہوا عربی خوشبو میں میں کھوئی ہوئی ہے۔)

Marfat.com

ہم اُنہیں ایک ایسی چیز عطا کر دیں جو اُن کے دینی و دنیاوی امور میں کام آئے اور آج کے بعد انہیں دنیا کے کاموں میں کسی کی محتاجی نہ رہے۔ یہ سن کر ہم نے ایک شخص، محمد اسماعیلؒ کے بلانے کو بھیجا، لیکن اس شخص نے غفلت برتی اور پیغام پہنچانے میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ کیا اور محمد اسماعیلؒ کو تین دن بعد مطلع کیا کہ آپؒ کو بلایا گیا تھا، اِس دوران حضرت ایشاں علیہ رحمتہ الرضوان اٹک کے نواح سے گزر چکے تھے۔ پس حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا: ''کیا ہُوا کہ حضرت ایشاں قدس سرہ صاحبزادے کو نہیں دیکھ سکے۔ اس کے باوجود اُس کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔''

مولانا محمد اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں ایک بار حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ گاؤں (سروالہ) میں تھے اور میں اٹک شہر میں تھا۔ میری غیر موجودگی میں حضرت سرالاعظم کو ایک سخت آزار کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس آزار کی شدّت اتنی زیادہ تھی کہ حضرت سرالاعظمؒ کے مخلص احباب آپ کی زندگی سے مایوس و ناامید ہو چلے تھے۔ جب میں (مولانا اسماعیلؒ) اِس صورتحال سے مطلع ہوا تو آپؒ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اُس وقت حضرت سرالاعظمؒ کے مخلصوں میں سے کوئی ایک بھی آپ کے پاس موجود نہیں تھا۔ میں نے آپؒ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے آپؒ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور آپؒ کی مفارقت و جدائی کے رنج والم اور اس کٹھن راستے میں آپؒ کی سرپرستی سے محرومی کے خدشے کے باعث میں نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ میری گریہ وزاری دیکھتے ہوئے حضرتؒ (جی بابا) نے فرمایا: ''تُو کیوں رو رہا ہے؟ مجھے صحت مل گئی ہے اور میرا آزار جا تا رہا ہے اور میرے بعض یاروں کو باطنی طور پر تم جو کمال پر دیکھ رہے ہو تو اُنہوں نے محنتِ شاقہ اور شدید ریاضتوں سے راہِ باطن کو اپنے لیے آسان بنایا ہے، لیکن تمہیں اِس مقام کے حصول کے لیے اس قسم کی تکالیف برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم نسبتِ باطن چاہتے ہو تو وہ موجود ہے لیکن یہ نسبتِ شریفہ علومِ ظاہری کے پڑھنے، لب کشائی کرنے اور غیر ممکنہ امور کے

Marfat.com

بارے میں بات کرنے سے روکتی ہے۔''

(شعر کا ترجمہ: بے شک تُو بات سے بھاگ کر ساٹھ کوس دور ہی کیوں نہ چلا جائے، پھر بھی تُو سخن کے دام سے نہیں نکل سکتا۔)

حکیم سنائی اپنا آخری وقت آنے پر زیرِلب کہہ رہے تھے:(۴۷)

شعر کا ترجمہ: ''میں اُس سے باز آیا جو کہ میں نے کہا تھا کہ سخن میں معنی اور معنی میں سخن نہیں ہے۔''

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ نے اپنے بیٹے محمد اسماعیلؒ سے فرمایا: ''پس چند روز مزید صبر کر، تا کہ تو علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو جائے اور اُس کے بعد تُو ایک دفعہ ہی اپنی مراد و مدعا تک پہنچ جائے گا اور اپنے مقصد کو پالے گا۔'' اُسی دن حضرتؒ کا بخار اتر گیا، آپ (جی باباؒ) صحت یاب ہوئے اور مجھے (بیٹے اسماعیلؒ کو) آپؒ نے شہر جانے کے لیے رخصت کر دیا۔

آپ یعنی مولانا محمد اسماعیلؒ اپنے ابتدائی احوال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ والدِ بزرگوار حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی توجہ شریف سے بہت سی ناشائستہ چیزیں جو نہیں ہونی چاہئیں تھیں، مجھ سے زائل ہو گئیں اور اُن کی جگہ بہت سی شائستہ چیزیں، جن کو ہونا چاہیے تھا، مجھ میں آ گئیں۔

آپ (محمد اسماعیلؒ) یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں مَیں رات کو یہ خواب دیکھتا کہ جب میں چلتا ہوں تو ہوا پر چلتا ہوں اور میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے۔ اس صورتحال سے بڑا مضطرب ہوتا اور اس طرح کے خواب مجھے اچھے نہ لگتے۔ اپنے دن میں نے ایک والد گرامیؒ کے حضور یہ خواب ظاہر کیے تو آپ (جی باباؒ) نے فرمایا کہ یہ خواب نہایت اچھے ہیں، لیکن اگر تم ان خوابوں کو پسند نہیں کرتے تو آئندہ تم اس قسم کے خواب نہیں دیکھو گے اور اب ایک مدت ہو گئی ہے کہ میں نے اس قسم کا کوئی خواب نہیں دیکھا۔

Marfat.com

آپ (محمد اسماعیلؒ) یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک شخص مجھ سے بہت زیادہ اخلاص و محبت کا اظہار کرتا اور اکثر میرے پاس آتا جاتا رہتا اور مجھے بھی اُس شخص کے ساتھ ربطِ خاص تھا لیکن اُس شخص کا طور طریقہ والدِ گرامی کے طور طریقے کے برعکس تھا۔ اُس شخص کی والدِ گرامی کے حضور بھی آمد و رفت تھی۔ والد گرامی اکثر مجھے وعظ و نصیحت کے طریق پر فرمایا کرتے کہ تجھے ناپسندیدہ اور ناہنجار لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست نہیں رکھنی چاہیے۔ ایک دن آپؒ نے فرمایا کہ یہ شخص جس نے تیرے ساتھ تعلق پیدا کر رکھا ہے، تجھے اُس کی صحبت سے کامل اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کی صحبت تمہارے لیے نقصان عظیم ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ ہمارے پاس بھی بیٹھتا ہے تو ہمارے لیے نیک و بد سے صحبت رکھنا برابر ہے اور ہمیں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بعدازاں میں نے اُس شخص کے ساتھ میل جول ترک کر دیا۔ اب باوجود اِس کے کہ اُس شخص نے اپنے ناپسندیدہ اوضاع و اطوار کو ترک کر دیا ہے اور والد گرامی کے محبوں اور مخلصوں میں سے ہے، لیکن اس کے باوجود مجھے اُس کے ساتھ میل جول رکھنا اچھا نہیں لگتا۔

مولانا معموریؒ، جو کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے تمام مقبول و مخلص احباب میں بڑے صاحب استعداد ہیں، ایک رات نمازِ تہجد کے بعد بعض چیزیں دھیمی آواز میں پڑھ رہے تھے، جنہیں سنا جا سکتا تھا اور کبھی کبھی آپ کا پڑھنے کا آہنگ بھی ظاہر ہو جاتا تھا۔ مولانا محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا (معموریؒ) سے پوچھا: کیا تمہاری یہ پڑھنے کی لے، غنا ہے؟'' اِس کے جواب میں مولانا (معموریؒ) نے کہا کہ میں تو دفع خواب کے لیے پڑھ رہا ہوں، تاکہ مجھے نیند نہ آ جائے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''وہ عمل جو مخفی طور پر وقوع پذیر ہوتا ہے، وہ بہتر ہے اگرچہ وہ نیند ہی میں کیوں نہ آ جائے۔'' ایک مخلص نے حضرت سرالاعظم کے فرزندِ بزرگوار مولانا محمد اسماعیلؒ کے لیے حاکم اٹک کی سرکار سے چند تنگے یومیہ کا وظیفہ مقرر کروا دیا۔ آپ (محمد اسماعیلؒ) علی الصباح سرکاری اہلکاروں کے پاس جاتے اور اُن سے چند تنگے، یومیہ لے آتے۔

Marfat.com

ایک دن اُن سرکاری اہلکاروں نے مقررہ یومیہ کی ادائیگی میں سُستی برتی اور مولانا اپنے یومیہ کے حصول کی فکر میں تھے، یہاں تک کہ نماز کا وقت گزر گیا اور مولانا (اسماعیل) نے اُس نماز کو قضا کر کے پڑھا، اِس سے مولانا کو بڑی کوفت ہوئی۔ انہوں نے گھر پہنچ کر مقررہ یومیہ کے پروانے کو چاک کر ڈالا اور اُس کا سرے سے خیال ہی چھوڑ دیا۔ اُس کے بعد مولانا کبھی سرکاری اہلکاروں کے پاس نہ گئے اور یہ بیت آپ کے حق میں شاہدِ صادق ہے:

ترجمہ: میں عہدِ جوانی میں بھی تجھ سے جدا نہیں ہوا اور تیرے در کو چھوڑ کر کسی اور کے دروازے پر نہیں گیا، تو تُو نے سب کو میرے دروازے پر بھیج دیا۔ اس لیے میں لوگوں سے کچھ نہیں مانگتا، مجھے جو کچھ دے رہا ہے، تُو ہی دے رہا ہے۔

مولانا دلدار بیگؒ، جو کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے اخلاص مندوں میں سے ہیں اور آپ کی جبینِ مُبین سے رُشد و ہدایت کے آثار آشکارا ہیں۔ آپ بڑے صاحبِ استعدار کارگزار ہیں۔ حضرت سرالاعظمؒ آپ کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور دلدار بیگؒ کے اپنے ہاں پہنچنے کا واقعہ یوُں بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز ہم مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، جب جمعہ کے دو فرض پڑھ چکے تو ہم نے اپنے عقب میں دیکھا تو ہماری نظر دلدار بیگ پر پڑی، وہ ہمارے پیچھے کھڑا تھا اور ہم اُسے پہچانتے نہیں تھے، چنانچہ ہم نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ دلدار بیگؒ نے جواب دینے میں جلدی کرتے ہوئے کہا: ''میں بے وطن، بیکس اور یتیم ہوں۔'' اُس کی یہ بات سن کر ہمارا دل جل گیا اور ہم اس کی بے وطنی، بے کسی اور یتیمی کے خریدار بن گئے اور اُس کو اپنے ہاں ٹھہرالیا۔ جب کہ اس سے کچھ پہلے حضرت ایشاں علیہ الرحمتہ الرضوان (سعدی بلخاریؒ) نے ہم سے فرمایا تھا کہ بہت جلد ایک صاحبِ استعداد اور مقبولِ الٰہی لڑکا تمہارے حلقۂ دام میں آن گزرے گا اور تم پر فریفتہ ہو جائے گا۔ ہم نے جان لیا کہ یہ وہی لڑکا ہے، جس کی حضرتؒ نے خبر دی اور جب ہم حضرتِ ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی

Marfat.com

خدمت میں شرفِ ملازمت کے حصول کے لیے لاہور گئے اور اپنے مرشد سے دلدار بیگ کی حقیقت بیان کی تو آنحضرتؒ نے فرمایا کہ اُس کی اچھی طرح تربیت کریں۔ اسی طرح ایک دن جب حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) دریا کے کنارے گئے ہوئے تھے تو آپ کا گزر ایک ریگستان سے ہوا، جہاں نورانی شکل وصورت کی ایک خاتون بڑی شان وشوکت سے نمودار ہوئیں اور دور سے سلام کرتے ہوئے دلدار بیگ کو بلند مقام دینے کی سفارش کی اور کہا کہ جس طرح بھی ہو سکے آپؒ دلدار بیگؒ کی طرف ہرطرح سے التفات فرمائیں اور اگر میں اس کے طفولیت کے زمانے میں ہوتی تو اُسے اپنے پستانوں سے خود دودھ پلاتی اور اس کی ہر طرح کی کفالت اپنے ذمہ لیتی اور اس طرح کی بہت سی باتیں کرتے ہوئے غائب ہوگئیں۔ بعدازاں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ نے بتایا کہ یہ بزرگ خاتون، رابعہ عدویہ قدس سرہا تھیں۔

مولانا دلدار بیگؒ بڑے عبادت گزار بزرگ تھے اور بڑی ریاضتیں کیا کرتے تھے۔ استعداد ہونے کے باوجود دُنیوی لذّتوں سے مُنہ موڑ رکھا تھا اور ہمیشہ بھوک سے رہنے کی عادت تھی۔ آپ ایک نفس میں اڑھائی ہزار بار نفی واثبات کا ذکر کرتے اور اُس کے ساتھ اُس کے آداب اور طور طریقوں کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔

ایک دن حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ نے دلدار بیگؒ کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے فرمایا: ''ہر چند دُنیا کی رنگا رنگ نعمتیں اس کے سامنے ہیں اور اسے اس سلسلے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ استفادہ کرنے سے کوئی رکاوٹ نہ ہوتے ہوئے، اُس سے دست بردار ہونا بہت بڑا کام ہے۔'' ایک موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ دلدار بیگؒ ایک ولی ہے۔ ایک دن حضرت سرالاعظمؒ نے دلدار بیگؒ سے فرمایا کہ تُم بندگانِ خُدا کو طریقہ کی تعلیم دیا کرو۔ دلدار بیگؒ نے اس کام کو اپنے کام میں مداخلت خیال کرتے ہوئے قبول نہ کیا۔ جب حضرت سرالاعظمؒ (جی باباؒ) نے ایسا کرنے کے لیے زیادہ اصرار کیا تو دلدار بیگؒ نے کہا کہ مجھے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہدایت وارشاد کی اجازت

نہیں دے رہے، اِس لیے میں ایسا نہیں کر سکتا اس پر حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ حضرت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تمہیں ایسا کرنے کی اجازت عطا فرمادی ہے۔ اگر تمہیں ہماری بات کا یقین نہ ہو تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کرلو، کیونکہ تم خود بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں رسائی رکھتے ہو۔

مولانا دلدار بیگؒ کا کہنا ہے کہ حال کی ابتداء میں، میں نے حضرت ایشاں علیہ الرحمتہ والرضوان (سعدی بلخاری لاہوریؒ) کو خواب میں دیکھا کہ وہ پالکی میں سوار ہیں اور آپؒ نے نہایت مہربانی والتفات فرماتے ہوئے، مجھے اپنے پہلو میں جگہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تُو ہمارا فرزند ہے اور انہوں نے میرے سر اور منہ پر اپنا دستِ مبارک پھیرتے ہوئے بڑی شفقت ومہربانی فرمائی۔

مولانا دلدار بیگؒ کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب ہم حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے ہمراہ لاہور گئے تو وہاں میں نے حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ لاہوری) کے مزارِ پُرانوار پر مراقبہ کیا۔ اُس مراقبے میں میں نے دیکھا کہ ایک جگہ ہے جو بڑی ہی عمدہ اور خوبصورت ہے اور ایک بڑا نُورانی ہالہ ہے جس نے اُس جگہ کو اپنے احاطے میں رکھا ہے اور آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) بھی وہاں تشریف فرما ہیں، آپؒ نے مجھےؒ اپنے پاس بلالیا، بہت زیادہ مہربانی والتفات فرماتے رہے اور اِس راہ میں جدوجہد اور سعی وکوشش کرنے کی ترغیب دی۔

مولانا دلدار بیگؒ کا کہنا ہے کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، گھوڑے پر سوار چلے جارہے ہیں اور اولیاء و اصفیاء کی ایک کثیر تعداد آگے پیچھے پیدل چل رہی ہے۔ اُس کثیر تعداد میں میں نے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کو دیکھا کہ آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گھوڑے کی زین کے فتراک کو پکڑے ہوئے ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رکاب میں انس و جاں چل رہے ہیں۔ میں نے خلوت میں اپنا یہ خواب، حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کو

Marfat.com

سنایا۔ آپؒ نے دریافت کیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس راستے پر چل رہے تھے، وہ وسیع وکشادہ تھا یا تنگ؟ اِس پر میں نے کہا کہ میں نے اس بات کی طرف غور نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ راہ، پُل صراط کا تھا۔'' اس کے بعد آپ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور میرے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے فرمایا: ''الحمدللہ کہ اس تمام مدّت میں، جب سے تم ہمارے ساتھ وابستہ ہوئے ہو، اب جا کر ہمارے اسراروں میں سے صرف، ایک سِر سے واقف و مطلع ہوئے ہو۔''

یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) ہی کا کہنا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری گردن پر سوار ہیں اور میری منزل کی طرف رواں ہیں، جب کہ (جی باباؒ) حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) میرے آگے آگے چل رہے ہیں اور میں اُن پر تکیہ وانحصار کیے ہوئے ہوں۔ یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) ہی کا کہنا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چار اشخاص ظاہر ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے مجھ سے معانقہ کرتے ہوئے مجھے آغوش میں لے لیا اور زمین پر بیٹھ گئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اُن کی ہیبت نے میرے دل پر بڑا اثر کیا تو میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم، کہیے کہ آپ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرا نام ہے محمد رسول اللہ۔

یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) ہی کا کہنا ہے کہ ایک رات میں مسجد کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ جب رات کو بیدار ہُوا اور ابھی میری آنکھیں بند ہی تھیں، پوری کھلنے بھی نہیں پائی تھیں کہ اچانک مجھے اپنے سینے پر ایک بھاری بوجھ محسوس ہوا، تب میرا دایاں ہاتھ کسی نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ میں سمجھا کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے، کیونکہ انہوں نے بڑی گرمجوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑا ہوتا تھا۔ جب مین نے اس صورتحال سے آگاہ ہونے کے لیے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) مجھ سے فاصلے پر میری طرف مُنہ کیے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تب میں اٹھا، ادھر آپ نے بھی مراقبے سے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ کیا ہُوا؟ تب

Marfat.com

میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ ہاتھ کس طرح کا تھا؟ میں نے کہا کہ بہت کشادہ اور فراخ تھا۔ یہ سُن کر آپ نے کہا کہ یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دستِ مبارک تھا۔ اس پر میں نے کہا: ''اگر یہ خبر ہوتی تو میں اُس مبارک ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔'' یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اے کاش تم ایسا ہی کرتے۔''

بعدازاں دلدار بیگؒ نے فقیر سے کہا ''جیسے اُس ہاتھ نے میرے ہاتھ میں عِطر ملا دیا ہے کہ ابھی تک میرے ہاتھ سے خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے اب تم سے یہ بات کی ہے، تم خود سونگھ کر دیکھو لو کہ اب وہ حالت رہی ہے یا نہیں۔''

یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) ہی کا کہنا ہے کہ ایک دن میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے حضور بیٹھا تھا، تو میں نے گزارش کی کہ میں اسی وقت چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہُوں، اور اس خواہش کی تکمیل کی خاطر میں نے بڑی گریہ وزاری کی تو آپؒ کی توجہ سے اُسی وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آفتابِ عالمتاب کی طرح ظاہر ہوئے اور مجھ پر بارِ عظیم آن پڑا۔ مجھ پر ضعف وناتوانی کا ایسا غلبہ ہوا گویا میں ایک طویل عرصے سے کسی آزار یا خطرناک بیماری کا شکار ہوں۔ حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ تمہارا ضعف اس لیے تھا کہ تُو نے زاری والحاح سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہونے کی درخواست کی، اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے طور پر خود ظاہر ہوتے تو یہ ضُعف نہ ہوتا۔

مولانا دلدار بیگؒ نے اِس قسم کی بہت سی باتیں اِس فقیر (مصنف میاں عمر چمکنیؒ) سے بیان کیں جن میں بعض میں اب بھول چکا ہوں۔ جب کہ بعض جو یاد آ رہی ہیں، اُن کا لکھنا طوالت کا باعث ہوگا۔ یہ مخلصانہ بات آپ (دلدار بیگؒ) کے فضائل وکمالات کے اظہار کے لیے کافی ہے کہ ایک دن حضرت سرالاعظمؒ نے خلوت میں مولانا (دلدار بیگؒ) کی موجودگی میں فقیر راقم الحروف (مصنفؒ) سے فرمایا کہ محمد عمرؒ، دلدار بیگؒ سے

Marfat.com

دریافت کرو کہ وہ کیوں ہم سے گلا مند ہے؟ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ تمام عالم اس آرزو میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف خواب ہی میں حاصل کر لے، جب کہ اُس نے تو لاتعداد مرتبہ خواب اور بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور اُسے عظیم بشارتیں اور اشارے ملے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے مولانا دلدار بیگؒ کی عدم موجودگی میں فقیر راقم الحروفؒ سے فرمایا کہ جو معاملہ حق تعالیٰ جل شانہ کا دلدار بیگؒ سے ہے۔ مجھے ایسا معاملہ لاہور و پشاور تو کیا، اکثر اطراف میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔

ایک دن نمازِ عصر کے بعد دلدار بیگؒ اور فقیر راقم الحروف، حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے حضور آپؒ کی پیروی میں حالتِ مراقبہ میں تھے۔ جب ہم مراقبہ سے فارغ ہوئے تو دلدار بیگؒ، حضرت سرالاعظم قدس سرہ کے قریب گیا اور بڑی عاجزی انکساری اور تواضع سے آداب بجالایا۔ فقیر (محمد عمر چمکنیؒ) نے دل ہی دل میں سوچا کہ اِس وقت یقیناً حضرت سرالاعظم قدس سرہ کی توجہ شریف کے سبب نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز وممتاز ہوا ہے اِس لیے تعظیم بجالایا ہے۔ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ میرے دلی خیالات جان کر بڑ بڑائے کہ مغل لوگ باادب اور تعظیم وتکریم کرنے والے ہوتے ہیں۔ جب بیٹھتے ہیں تو تعظیم کرتے اور تواضع سے پیش آتے ہیں، جب اُٹھتے ہیں تو بڑے ادب واحترام سے اُٹھتے ہیں۔ اُن کی آمد ورفت بھی عزت وتکریم کے ساتھ ہوتی ہے۔ دوسرے دن میں نے یہ بات دلدار بیگؒ سے دریافت کی اور یہ نہ بتایا کہ دلدار بیگؒ کی فقیرؒ سے ہونے والی گفتگو حضرت سرالاعظم قدس سرہ بھی سنتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسی باتیں وہ اب نہیں کہتا۔ اِس سے پہلے اُس نے اپنے (روحانی) معاملات کو کسی پر ظاہر کر دیا تھا جس پر اُس نے فوری طور پر آفت کا سامنا کیا، لہٰذا جو کچھ کل اُس پر گزری ہے ہم کہتے ہیں۔ اُس موقع پر ایک مجمع کثیر وہاں حاضر تھا۔ بعد

Marfat.com

ازاں حضرت سرالاعظم قدس سرہ نے مجھ سے خلوت میں فرمایا کہ وہ سب کچھ جس کے حصول کے لیے ایک عالم جستجو و تلاش میں ہے اور اس غرض سے جان و جہان کو داؤ پر لگائے ہوئے ہے، حق سبحانہ جل شانہ نے بغیر کسی بہانے کے محض اپنے فضل و کرم سے دلدار بیگ کو عطا فرمایا ہے جس کے سبب وہ نہایت عاجزی و انکساری اور تواضع سے تعظیم بجالاتا ہے۔

ایک دن حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے حکم پر دلدار بیگؒ نے فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) کو بتایا کہ ایک دن حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) اپنی توجہ شریف سے اِس ضعیف (دلدار بیگؒ) کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مُقدسہ میں لے گئے تھے اور وہ دن حضرت ایشاں، یعنی حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کے مُرشد حضرت سعدی بلخاریؒ کی (تیسری برسی) کا دن، بروز اتوار ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۱ ہجری قمری تھا۔

مولانا دلدار بیگؒ کہہ رہے تھے کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) سے وابستگی سے پہلے ایام طفولیت میں ایک رات میں اپنے والدِ بزرگوار کی گود میں سویا ہوا تھا کہ اچانک خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے روبرو ایک سفید ریش شخص بیٹھا ہے اور اپنے سر کی جنبش سے اشارہ کیا ہے کہ میرے پاس آؤ۔ میرے والدِ گرامی سو چکے تھے۔ اُنہیں اُس وقت اپنی بھی خبر نہیں تھی اور میری جانب پُشت کیے لیٹے تھے۔ میں نے اُس شخص کو دیکھا تو اُس کے اشاروں سے ڈر گیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر موقع پا کر میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو وہاں آدمی کی بجائے شیر بیٹھا تھا اور اسی طرح کے اشارے کر رہا تھا۔ چند مرتبہ میں نے ایسا ہی کیا، کبھی آنکھ کھول کر دیکھ لیتا اور کبھی آنکھیں بند کر دیتا، پھر میں نے دیکھا کہ وہی شخص بیٹھا ہے۔ چند بار یُوں ہی ہوا، پہلے اُس شخص کو دیکھا پھر اس کی جگہ شیر کو بیٹھے دیکھا۔ چند سال بعد جب میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) سے وابستہ ہوا اور حضرتؒ کے محبوں کی اور مخلصوں کی لڑی سے منسلک ہو گیا تو یہ بات حضرتؒ کے گوش گزار کی۔ یہ سن کر آپؒ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اس طرح دیکھ رہا ہو۔ پھر

Marfat.com

حضرتؒ نے یہ بات اپنے حضرت بزرگوار (سعدی لاہوریؒ) کی خدمت میں بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ہم تھے۔ حضرت جی بابا نے فرمایا: ''اُنہیں یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ ایسی باتیں کہتے، جب کہ ہم ایسی باتیں نہیں کہہ سکتے، لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ شخص ہم ہوں۔ اور یہ بھی تمہارا ہی کہنا ہے کہ اپنے بچپنے میں بعض چیزوں کو رات دن دیکھتا، جو سامنے سے گزرتیں اور ساتھ اگر کوئی اور ہوتا تو جو کچھ دِکھ رہا ہوتا، اُسے دکھائی نہ دیتا۔'' اور یہ بھی انہی (دلدار بیگؒ) کا کہنا ہے کہ میں اپنے احوال کے آغاز میں آدھی رات کو طہارت کے لیے اٹھا، تا کہ نمازِ تہجد ادا کروں۔ وہ رات نہایت تاریک تھی اور مجھ سے پہلے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) اُٹھ کر طہارت کرنے کے بعد نمازِ تہجد کے لیے حُجرے میں جا چکے تھے۔ اتفاقاً مجھے محسوس ہوا، جیسے دو تین افراد میری طرف آرہے ہوں اور اُن افراد کے پاؤں کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ بعدازاں چمکتی ہوئی آگ کی مانند، نُور کا ایک شعلہ میرے سامنے آگرا۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا۔ میں اُسے دیکھا کیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایک شخص بھی وہاں نہیں آیا تھا۔ جب میں باہر وضو کررہا تھا تو اُس وقت یہ نور کا شعلہ آگ کی طرح گرا تھا۔

مولانا دلدار بیگؒ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایک بار میں رات کے آخری حصّے میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور ہم دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ موسم بڑا صاف اور بغیر بادل کے تھا۔ ستارے چمک رہے تھے کہ اچانک ایک ڈرا دینے والی آواز پیدا ہوئی اور مُہیب شور بپا ہوگیا۔ اُس جیسی ڈراونی آواز میرے کانوں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ میں نے خود سے کہا، ہوسکتا ہے یہ دریا کی آواز ہو لیکن جب میں نے اُس کی آواز کے بارے میں غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آواز تو میرے سر کے اوپر سے ظاہر ہورہی ہے۔ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے آسمان کی جانب دیکھا کہ یہ آواز آسمان کے گردش کرنے کی ہے، اور جو کوئی راہِ حق میں سلوک کی منازل کو مکمل طور پر طے کرلیتا ہے تو یہ آواز اُسے سنائی دے جاتی ہے۔ پھر آپ (جی

Marfat.com

باباؒ) نے فرمایا کہ آبِ کوثر کی موجوں کی آواز اِس آواز سے بھی اونچی اور سخت تر ہے۔

اور یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) کا کہنا ہے کہ میں اپنی ولادت سے لے کر اب تک ایسے تمام کاموں جو لازم و ضروری نہیں ہیں، نیز ناشائستہ اُمور سے یُوں محفوظ رہا، جیسے صدف میں دُر اور حلق میں زبان ہو۔

اور یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) ہی کا کہنا ہے کہ ابتدائی احوال میں اگر کبھی میں کوئی کتاب ہاتھ میں پکڑ لیتا کہ اُس کتاب سے کچھ پڑھوں تو حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ اُسی وقت کتاب میرے ہاتھ سے لے لیتے اور اِس بات کی اجازت نہ دیتے کہ میں اُس کتاب کو ایک نظر دیکھ سکوں۔ آپ (حضرت جی باباؒ) فرماتے کہ اپنے دل میں حاضر رہ۔

یہ بھی آپ (دلدار بیگؒ) ہی کا کہنا ہے کہ ایک دن احوال کے آغاز میں حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے مجھ پر التفات و مہربانی فرماتے ہوئے کہا: ''تُو بھی اُس جگہ جہاں کہ چاہیے، داخل ہو گیا ہے۔'' یہ سن کر میں نے کہا کہ جب میں نہیں جانتا کہ اُس جگہ موجود ہُوں تو ایسے داخلے سے کیا حاصل؟ اور اس کے ساتھ ہی یہ شعر پڑھا۔

چوز نیساں ہست با من یار بیگانہ است با من　　　چہ حاصل شُد کہ ہم خانہ است با من

ترجمہ: میرے ساتھ یہ بیت رہی ہے کہ جب میرا یار دلدار بیگانہ بن کر اظہارِ بیگانگی کر رہا ہے تو پھر اس بات سے کیا حاصل کہ میرے ساتھ ایک گھر میں رہا ہے۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے، پر تُو نہیں جانتا۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے ایک دن دلدار بیگؒ کی عدم موجودگی میں اِس فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) سے فرمایا کہ دلدار بیگؒ کہتا ہے کہ آپ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں سفارش نہیں کرتے اور اس سبب سے وہ ہم سے گلہ مند

Marfat.com

ہے۔ جب کہ میں تو ہر اُس شخص کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کرتا ہوں، جو اُس بارگاہ میں پہنچنے سے عاجز و مجبور ہو۔ دلدار بیگؒ تو خود اُس متبرک و مقدس بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتا ہے، میں اُس کی سفارش کیا کروں۔

ایک رات حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نماز تہجد کے لیے اٹھے۔ اُس وقت حضرت سرالاعظم کے سارے اصحاب محو خواب تھے اور رات بڑی تاریک تھی۔ جب آپؒ مسجد سے باہر نکلے تو فقیر راقم الحروف آپؒ کے کھانسنے کی آواز سن کر نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں ابھی اُٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ آپؒ میرے بیدار ہونے سے مطلع ہو گئے اور یہ کہہ دیا کہ ابھی بہت وقت ہے۔ یہ سن کر میں نے جان لیا کہ یہ بات اشارتاً مجھے اُس وقت اٹھنے اور مسجد سے باہر جانے سے منع کرنے کے لیے کہی گئی ہے۔ سو یہ بات سننے کے بعد میں جہاں تھا، وہیں بیٹھ گیا اور مسجد سے باہر نہ نکلا۔ بعدازاں دلدار بیگؒ بیدار ہوا۔ وہ مسجد سے باہر گیا اور طہارت کی۔ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) وضو کرنے کے بعد نماز تہجد کی ادائیگی میں مصروف و مشغول ہو گئے، جب کہ دلدار بیگؒ نے سورۂ مریم کی قرأت شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد جب آپؒ (جی باباؒ) نماز تہجد اور دلدار بیگؒ تلاوت سے فارغ ہو گئے تو حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کے فرزند بزرگوار محمد اسماعیلؒ چراغ روشن کرنے کی غرض سے مسجد سے باہر نکلے۔ اُنہیں دیکھ کر حضرت سرالاعظمؒ نے کہا: ''اسماعیلؒ کہاں جا رہے ہو؟'' اسماعیلؒ نے جواب دیا کہ چراغ روشن کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس بہت سے لوگ سبق پڑھنے کے لیے آتے ہیں اور یہاں فضول ولاحاصل باتیں کرتے ہیں، ہنستے اور قہقہے لگاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا مقصد و مدعا اور توجہ، لہو ولعب کی طرف ہوتی ہے۔ میں اس قسم کے اوضاع واحوال کو پسند نہیں کرتا، اس لیے تمہیں اس قسم کے احوال اور اس قسم کے لوگوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بے موقع و محل بات کرنا نقصانِ عظیم کا باعث ہوتا ہے۔ جس صحبت میں ہنسی مذاق ہو اور قہقہے لگ

Marfat.com

رہے ہوں، ایسی صحبت میں یادِ خدا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تیری ایسے لوگوں کے ساتھ یہ کیسی آشنائی اور اُلفت ہے، میں تو حیران ہوں۔ اگر تو اپنے استاد کو بھی دیکھتا ہے کہ وہ بے معنی لب کشائی کرتا ہے تو تجھے ایسے استاد کے سامنے سے اُٹھ جانا چاہیے اور کسی گوشے میں بیٹھ کر اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے اور جب اپنے شاگردوں کو درس دے رہے ہو تو اُس وقت اُنہیں اِس بات کی اجازت نہ دو کہ وہ تمہارے سامنے بیٹھیں، کیونکہ اس طرح وہ رفتہ رفتہ گستاخ ہو جاتے ہیں۔ بعدازاں آپ نے فرمایا: ''دلدار بیگ''، جو کچھ میں اسماعیلؒ سے کہہ رہا ہوں وہی تجھے بھی کہتا ہوں، لیکن تُو اس بات کو سمجھا نہیں۔ محمد عمر سُن رہا ہے اور وہ بیچارہ اُس وقت سے، جب سے اُسے اشارے سے منع کر دیا گیا، مسجد سے باہر نکلنے کے لیے بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی بھی میرے اٹھنے اور بیدار ہونے سے مطلع نہیں تھا کہ نصیحت کرتا، تاکہ تیرے دل میں میل نہ آئے۔ میں مسجد سے باہر آیا، بڑے ذوق و شوق سے وضو کیا اور خلوت کے اُس وقت کو غنیمت جانتے ہوئے چاہا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مجلس مکرم میں جاؤں، چنانچہ یہ نیت کر کے میں نے نمازِ تہجد پڑھنا شروع کی۔ جب میں نے ایک رکعت ادا کی تو، تُو نے سورۂ مریم کی قرأت کرنے میں پہل کی، اور تُو تمام رات اِس بات پر خوش تھا کہ آخر شب سورۂ مریم پڑھوں گا۔ لیکن اِس قسم کا پڑھنا نفع بخش نہیں ہوتا۔ اگر تیری چشم بینا ہے تو دیکھ لے کر تیری یہ تلاوتِ قرآن، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہاں قبول نہیں ہوئی اور نہ میری سات رکعت نماز تہجد قبول ہوئی۔ صرف وہی ایک رکعت قبول ہوئی ہے، جسے میں تمہارے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ادا کر چکا تھا۔ کاش تم مجھے چھوڑ دیتے اور اِس بات کی اجازت دیتے کہ میں بلا تردد دو رکعت نماز پڑھ لوں، حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے لیے دو رکعت نماز تہجد مقرر کی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ، میرے ان دو رکعت پڑھنے سے راضی ہے، لیکن چونکہ میرے مُرشد (سعدی بلخاریؒ) نے مجھے آٹھ رکعت پڑھنے کا فرمایا ہے، اس لیے اب میں چاہتا ہوں کہ آٹھ رکعت ادا کروں۔'' جب اگلی رات حضرت

سرالاعظمؒ (جی باباؒ) نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لیے اُٹھے تو دلدار بیگؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا وقت ہو گیا ہے کہ میں باہر آؤں اور نمازِ تہجد ادا کروں؟ یہ سن کر حضرت سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ ہاں وقت ہو گیا، باہر آ جاؤ۔ جب دلدار بیگؒ نمازِ تہجد سے فارغ ہو گیا تو آپؒ نے اس پر نہایت شفقت اور التفات فرمائی اور فرمایا کہ سورۂ مریم کی تلاوت کرو، تا کہ میں سُنوں۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ میں اُس شخص سے بڑا ہی خوش ہوتا ہوں۔ جو قرآن شریف پڑھتا ہے اور میں سُنتا ہوں۔ لیکن کل شب جب تم نے تلاوت شروع کی تُو وہ تلاوت کا وقت نہ تھا۔ بعدازاں دلدار بیگؒ جب کبھی آخرِ شب بیدار ہوتا تو حضرت سرالاعظم سے پوچھ لیتا کہ کیا وقت ہو گیا، کہ میں باہر آ جاؤں؟ جب آپ کہتے کہ وقت ہو گیا ہے، تب وہ مسجد سے باہر آتا اور نمازِ تہجد ادا کرتا۔ اُس کے بعد دلدار بیگؒ نے آپ کی رضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا۔

مولانا دلدار بیگؒ کا کہنا ہے کہ اگر حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ مجھے حکم دیں کہ ہر روز بیت الخلا صاف کرو اور غلاظت اپنے سر پر اٹھا کر اِس بازار سے دریائے اٹک تک لے جایا کرو، تو میں ایسا بھی کرنا شروع کر دوں گا۔ خُدا کی قسم ایسا کرتے وقت میں کسی قسم کی کراہت محسوس نہیں کروں گا۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ اپنے مُرشد کی خدمت میں شرفِ ملازمت کے حصول کے لیے لاہور میں تھے تو مولانا دلدار بیگؒ اٹک میں تھا اور بڑے ہی اشتیاق کے ساتھ یہ کلمات ادا کرتا تھا:

''اے صاحبا، مَیں شطرنج کے پیادے کی طرح حیرت کی بساط پر سراسیمہ و حیران کھڑا ہوں۔ شطرنج کا (گھوڑا) کھو چکا ہے اور فیلِ غم، غالب ہے۔ اگر بادشاہ اِس جانب توجہ فرمائے اور شفقت برتے تو بازی ہے، ورنہ مات۔''

پھر یہ شعر پڑھا:

Marfat.com

بلب آمدہ ست جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازاں کہ من نمانم بچکار خواہی آمد

(امیر خُسرو)

ترجمہ: میری جان لبوں تک آ چکی ہے۔ (اے محبوب) تُو آ، تا کہ میں زندہ رہوں۔ جب میں ہی نہ رہا تو پھر تیرے آنے کا کیا فائدہ۔

ایک بار دورانِ گفتگو میں نے ایک شخص سے اُس کی بہت تعریف کی، لیکن اُس نے طوعاً کرہاً میرے کہے کو قبول کیا۔ گفتگو کے اختتام پر اُس نے ایک شخص کا ذکر کیا اور کہا کہ جیسا وہ ہے، ویسے تو حضرت سرالاعظمؒ بھی نہیں ہیں۔ اُس کی ان باتوں سے میں بددل ہو گیا، پر میں نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اُس گفتگو کے دوران ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اُسی دن نماز عصر کے وقت حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دلدار بیگؒ بھی سرالاعظم کے حضور بیٹھا ہوا تھا، لیکن میں نے اُسے نہیں پہچانا اور لمحہ بھر وہاں بیٹھ کر اپنے ٹھکانے کی راہ لی، دوسرے دن جب میں حضرت سرالاعظم کے حضور حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ''دلدار بیگ نامی لڑکا جو کل ہمارے پاس بیٹھا تھا، اُس نے ہم سے کہا کہ بہت سے لوگ جو آپ کے اخلاص مند ہیں، ان لوگوں کا اخلاص و اعتقاد آپؒ کی نسبت، محمد عمرؒ سے زیادہ ہے۔'' پھر آپؒ (جی باباؒ) نے فقیر (مصنفؒ) سے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ کل تمہارے اور فلاں شخص کے درمیان، دریا کے کنارے کچھ باتیں ہوئی ہوں، دلدار بیگؒ نے وہ سب باتیں ہمارے گوش گزار کر دی ہیں۔ میں نے کہا: ''ہاں کل کچھ باتیں ہوئی تھیں۔'' تب حضرت سرالاعظم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک تسبیح فقیر کو عنایت کی۔ ایک بار لوگوں کا ازدحام دیکھ کر دلدار بیگؒ نے کہا کہ یہ لشکر گاؤں جائے گا۔ یہ سُن کر حضرت سرالاعظم نے کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن حضرتِ سرالاعظم نے (۴۸) ...... دلدار بیگؒ سے پوچھا کہ یہ لشکر گاؤں کیوں نہیں گیا؟ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ کل لشکر کو پلٹتے دیکھ کر ہم نے خیال کیا کہ اس لشکر کو گاؤں جانا چاہیے تب دلدار بیگ نے ہمارے دل میں پیدا ہونے والا خیال معلوم کر لیا اور کہا کہ یہ

لشکر گاؤں جائے گا۔ یاد رکھو، جب تک کسی معاملے پر اچھی طرح غور وفکر نہ کرلیا جائے، اُس وقت تک نہ تو دوسروں کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو معلوم کرنے چاہئیں اور نہ ہی اظہارِ کرامت کرنا چاہیے۔ (دلدار بیگؒ) تجھے چاہیے تھا کہ پہلے تُو یہ دیکھتا کہ اس لشکر کے افراد اپنی قسمت کے تقاضے سے کہاں ہیں۔ شہر میں ہیں یا گاؤں میں۔ اگر گاؤں میں تھے تو کہنا تھا کہ لشکر گاؤں جائے گا اور اگر بات اس کے برعکس تھی تو پھر کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔

ایک دن حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے فرمایا کہ ہم کل صبح سویرے گاؤں (سروالہ) جائیں گے۔ دلدار بیگؒ نے کہا: ''خدا کرے بارش برسنا شروع ہو جائے تاکہ حضرت سرالاعظمؒ کا گاؤں جانا موقوف ہو جائے۔'' تب موسم صاف تھا، اتفاق سے اُس رات بڑی سخت بارش ہوئی اور صبح کے وقت بھی بارش نے اتنا موقع نہ دیا کہ حضرت سرالاعظمؒ گاؤں جاسکیں۔ اس پر حضرت سرالاعظمؒ نے ازرہ مذاق، دلدار بیگؒ سے کہا کہ تیری کرامت ظاہر ہوگئی ہے۔ تُو نے ہمیں گاؤں جانے سے باز رکھا ہے۔

اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے ولی اور حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے سرکردہ صحابی مولانا عنایتؒ ہوئے ہیں۔ آپ بیرون سرائے پیر جلال بیٹھتے ہیں۔ جُوتے گانٹھنے کے شغل سے وابستہ ہیں اور تجرد کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ کا طریقہ وروش یہ رہا ہے کہ آپؒ کو جو بھی شخص کوئی کام کرنے کا کہتا ہے یا کوئی خدمت سپرد کرتا ہے تو اُس کا کام کر دیتے ہیں اور سپرد کردہ خدمت انجام دے دیتے ہیں۔ آپؒ، اپنے کام یا خدمت کے معاوضے کا تعین نہیں کرتے، کام اور خدمت کے بدلے جو کچھ کوئی دے دیتا ہے اسے قبول کر لیتے ہیں اور اُسی معاوضے پر راضی رہتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے، جو کچھ کفش گری سے حاصل ہوتا ہے، اُسے محتاجوں اور فقیروں پر خرچ کر دیتے ہیں اور اُس علاقے میں آپؒ کی کشف وکرامات بڑی مشہور ہیں نیز آپؒ نے حضرت سرالاعظم سے وابستگی سے قبل حجازِ مقدس کا سفر کیا اور کئی حج کیے

ہیں۔ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اپنے مُرشد، حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے وصال کے بعد ہم صرف ایک بار لاہور گئے۔ ہمارے وہاں جانے سے پہلے مولانا عنایتؒ، حضرت ایشاں قدس سرہ کے مزار مُبارک کی زیارت کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے۔ آپ (مولانا عنایتؒ) نے لاہور سے مراجعت کی تو ہم سرائے پیر جلال پہنچے۔ آپ (مولانا عنایتؒ) اپنی کفش گری کی دُکان پر بیٹھے ہوئے تھے، ہمیں دیکھ کر اُٹھے، ہم سے معانقہ کیا اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں ایسی جگہ پر بیٹھا ہُوں کہ جو کوئی بھی ہندوستان، ترکستان اور خراسان سے آمدورفت کرے گا تو ہماری نظروں کے سامنے ہی گزر کر جائے گا۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) نے (مصنف ''ظواہر السرائر'' میاں محمد عمر چمکنیؒ کو) بتایا کہ مولانا عنایتؒ نے دورانِ گفتگو مجھ سے کہا: ''تم نے دو دعائیں کیں، ایک دعا تو عالم میں رزق کی فراخی کے لیے کی تھی تا کہ غلہ ارزاں ہو جائے اور قحط دُور ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن یہ دعائے بد تھی، جو تم نے کی، رزق میں فراخی آ جانے سے اہل دنیا سیر ہو کر کھاتے ہیں اور سیری کی حالت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ، کو فراموش کر دیتے ہیں نیز فسق و فجور میں مبتلا ہو کر گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر کوئی بھوکا ہو تو ہو سکتا ہے کہ وہ گناہ سے اجتناب کرتے ہوئے فسق و فجور میں مُبتلا ہونے میں پہل نہ کرے، یوں لوگ اللہ جل شانہ سے باغی نہیں ہوتے۔ دوسری دعا یہ کہ اٹک سے لوگ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے حجاز مقدس کا سفر کرتے ہیں اور انہیں راستے کی تکالیف اور خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اے کاش! حج پر جانے والے تمام لوگ صدقِ وصفا کے راستے پر چلتے ہوئے آسانی اور سہولت کے ساتھ بلاخوف وخطر سفر طے کر لیں۔ تمہاری دعا قبول ہوئی اور اٹک بندرگاہ بن گئی۔ اب لوگ کشتی میں بیٹھتے ہیں اور دریا کے راستے مسافت طے کرتے ہوئے مکہ شریف پہنچ جاتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ میں بھی اسی راستے سے مکہ شریف جاتا ہوں۔ پھر کہا کہ کیا حاجت وضرورت ہے کہ میں اس قدر تکالیف اٹھاؤں۔ میں تو اُسی دن، جس دن حج

Marfat.com

ہوتا ہے خود کو میدانِ عرفات میں پہنچا لیتا ہوں اور حج ادا کرتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''خوب ہے۔'' اسی دوران چند کہار ایک ڈولی اُٹھائے ہوئے گزرے۔ ان ڈولی برداروں میں سے ایک مولانا عنایت کے پاس آیا اور کہا: ''میرا جوتا سی دو۔'' مولانا نے اُس سے جوتا لے کر دُور پھینک دیا اور کہا: ''میں تمہارا جُوتا نہیں سیتا۔'' یہ صاف جواب سُن کر اُس نے بہت زیادہ اصرار کیا اور دُگنی مزدوری دینے پر آمادگی کا اظہار کیا، لیکن مولانا نے قبول نہ کیا۔ دیگر لوگوں نے بھی اُس کی بہت سفارش کی لیکن مولانا نے کسی بات نہ سُنی اور اُن کی درخواست کو ٹھکرا دیا۔ ہم نے اُس کا سبب پُوچھا کہ تُم اس کا جوتا سینے سے کیوں انکاری ہو؟ تُو اُس نے کہا: ''وائے! تم اس کو نہیں پہچانتے، یہ حرامی اور ولدالزنا ہے۔ اِس بنا پر میں اس کا جوتا کسی صورت بھی نہیں سیوں گا۔'' ہمیں مولانا عنایت کی اس بات سے بڑی وحشت ہوئی اور ہم نے تلخ لہجے میں اُس سے کہا کہ تُو نے فقری اس لیے حاصل کی ہے کہ لوگوں کے راز ظاہر کرتا پھرے؟ اِس طرح تُو بندرگانِ خدا کی پردہ دری کر رہا ہے۔ یہ سن کر مولانا عنایتؒ، نادم و پشیمان ہوئے اور کہا: ''آئندہ میں خلقِ اللہ کے راز فاش نہیں کروں گا، لیکن اِس شخص کا جوتا میں خود نہیں سیوں گا۔'' یہ کہا اور اپنی دکان بڑھا لی۔ بعد ازاں ایک دوسرا آدمی آیا اور کہا کہ میرا جوتا سی دو۔ مولاناؒ نے ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرا مرُشد اٹک سے آیا ہے اور لاہور جا رہا ہے۔ ایک شخص نے میری بیوی کو خوش رُو دیکھا اور خوبصورت ہونے کی بنا پر اُسے مجھ سے چھین کر لاہور لے گیا۔ میں اِن سے التماس کر رہا ہوں کہ لاہور میں موجود اُس شخص سے میری بیوی واپس لا کر دیں۔ اِس وقت مجھے کوئی اور کام اچھا نہیں لگ رہا۔ جب رات ہو گئی تو وہ شخص (عنایتؒ) ہمارے کھانے کے لیے گوشت اور روٹی لایا۔ ہم (جی باباؒ) نے اسے تناول کیا اور اُس کے بعد نمازِ عشاء ادا کی۔ اُس کے بعد اُس نے ہمیں رات کو سونے کے وقت پہننے کے کپڑے مہیا کر دیے، جنہیں ہم پہن کر لیٹ گیے اور مولانا (عنایتؒ) ہماری خدمت کرتے رہے۔ بعد ازاں ہم مراقبہ میں گئے اور بقیہ رات مراقبہ کرتے رہے۔ ہم نے اسی رات کے وضو

Marfat.com

سے نمازِ تہجد اور نماز فجر ادا کی۔ جب دن نکل آیا تو ہم لاہور کو روانہ ہو گئے اور مولانا وہیں رہے۔ جب ہم لاہور سے واپس ہوئے تو مولانا عنایت کو سرائے پیر جلال ہی میں موجود پایا۔ مولانا نے کچھ باتیں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے بارے میں دریافت کیں۔ تو ہم نے بعض باتیں مولانا کو بتا دیں یوں نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد مولانا عنایت، سرائے پیر جلال سے عازم لاہور ہُوئے تا کہ حضرت ایشان (سعدی بلخاریؒ) کے روضۂ اطہر کی زیارت سے فیض یاب ہو سکیں۔

نوٹ: اس مقام پر میاں محمد عمر چمکنیؒ نے حضراتِ خواجگان اور حضرت سعد بلخاریؒ ثُم لاہوری کی شان میں کہا گیا پینتالیس ابیات پر مشتمل قصیدہ درج کیا ہے۔ آخری شعر صفحہ ۳۷۵ (ب) میں ''عمر'' تخلص سے ثابت ہے کہ یہ قصیدہ، حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کا رقم کردہ ہے۔ ''ظواہر السرائر'' ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء کی تصنیف ہے، جب حضرت جی باباؒ حیات تھے۔ حضرت جی باباؒ نے ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۹-۱۷۱۸ء میں وصال فرمایا، یوں اٹھارہ انیس برس کے حالات و واقعات اِس تذکرے کا حصّہ نہیں بن سکے۔ (ڈاکٹر مرزا حامد بیگ)

حواشی و حوالہ جات:

(۱) ''ہفت اِقلیم'' سے مراد، ''سات براعظم'' ہیں۔ پُرانے زمانے میں پوری دنیا کی جغرافیائی تقسیم سات حصّوں میں کی گئی تھی، جسے ''ہفت اقلیم'' کہا جاتا تھا۔ ''اِقلیم'' سے مُراد موجودہ دور کا ''براعظم'' ہے۔ (مُترجم: محمد غفنفر علی وڑائچ)

(۲) یہاں حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ (مصنف) نے قرآنِ پاک کی سورۃ النسا کی آیت نمبر ۵۸ سے ایک حصّہ رقم کیا ہے۔ (محمد غفنفر علی وڑائچ)

(۳) یہاں ''اٹک'' سے مُراد، موجودہ صوبہ پنجاب کی سرحد پر دریائے سندھ کے کنارے شیر شاہ سُوری روڈ (جی ٹی روڈ) پر آباد وہ قدیمی شہر ہے۔ جسے مغل شہنشاہ

جلال الدین محمد اکبر نے بروزن ''کٹک بنارس''، ''اٹک بنارس'' کے نام سے آباد کیا تھا۔ اکبرِ اعظم نے اسی شہر میں افغانوں کے حملوں کو روکنے کے لیے محرم ۹۹۴ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۵۸۵ء کو قلعہ تعمیر کروایا۔ اکبر اعظم ہی کے عہد میں دریائے سندھ کو موجودہ صوبہ سرحد کی جانب عبور کرنے کے لیے کشتیوں کا ایک پُل بھی بنوایا گیا۔ کشتیوں کے اُس پُل کو بنانے اور بذریعہ کشتی، دریا عبور کرنے کے لیے بنارس سے ملاحوں کے کئی خاندان ادھر منتقل کیے گئے۔ یُوں دریا کے کنارے پُل کے قریب ایک نئی بستی ''ملاحی ٹولہ'' وجود میں آئی۔ اُس بستی کے زیادہ تر رہائشی چونکہ شہر بنارس سے تعلق رکھتے تھے اور یہ نئی بستی قدیمی شہر اٹک کی نواحی بستی تھی اور تا حال موجود ہے۔ واضح رہے کہ ''اٹک'' یا ''اٹک بنارس'' سے مُراد آج کل کا اٹک شہر ہرگز نہیں، جس کا نام ''کیمبل پور'' تھا۔ کیمبل پور (یعنی حالیہ شہر اٹک) کو برطانوی ماہر تعمیرات سرکولن کیمبل کے نام سے شہرت ملی اور ۱۹۰۴ء میں شہر (City) کا درجہ پایا۔ قدیمی شہر اٹک (حالیہ: اٹک خورد) اور ملاّحی ٹولہ کی اکبری عہد میں اہمیت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اکبر اعظم کے نو رتنوں سے میں سے ایک، یعنی بیر بر (المعروف: بیربَل) ملاّحی ٹولہ میں ایک مُدّت مُقیم رہا۔ بیر بر کی نشست گاہ کے آثار اب بھی ملاحی ٹولہ میں موجود ہیں۔

(مرزا حامد بیگ)

(۴) یہاں میاں محمد عمر چمکنیؒ نے لفظ ''بذرگراں'' درج کیا ہے، یعنی ''کاشتکاروں۔'' ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ خلیل الرحمٰن داوٗدی) میں یہ لفظ غیر واضح ہے لیکن پڑھا جا سکتا ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

(۵) میاں محمد عمر چمکنیؒ نے ''شریعتِ غرا'' درج کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں، ''روشن شریعت۔'' (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۶) سورہ الضحیٰ: مکّی آیت ۱۱۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

(۷) یہاں ''حضرتِ بزرگ جدِ بزرگوار'' سے مُراد حضرت جی باباؒ کے دادا اُستاد اور حضرت سعدی بلخاری ثُم لاہوریؒ کے مُرشد حضرت آدم بنوریؒ ہیں۔ جن کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۰۵۳ھ مطابق: ۴۴۔۱۶۴۳ء میں ہُوا۔ (مرزا حامد بیگ)

(۸) عبارت کا یہ حصّہ باوجود کوشش کے ''نُسخۂ داؤدی'' مخزونہ کراچی سے پوری طرح پڑھا نہیں جا سکا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۹) ''فرہنگ فارسی'' جلد دوم از دکتر محمد معین میں مرقوم ہے۔ فرستادہ، قاصد، سفیر، ایلچی، پیغمبر، نبی، رسل۔ اور یہاں ظاہر ہے کہ ''رسول'' پیغمبر و نبی کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ قاصد اور ایلچی کے معنوں میں آ رہا ہے۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۰) قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکاً لَّا یَنْبَغِیْ لَاَ حدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اَنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ سورہ نمبر ۳۸، آیت نمبر ۳۵۔ اُردو ترجمہ مولانا فتح محمد خان صاحب جالندھری۔

ترجمہ: (اور) دعا کی کہ اے ربّ پروردگار، مجھے مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایان نہ ہو، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۱) حضرت محمد عمر چمکنیؒ نے یہ حوالہ مولانا جامی کی کتاب ''نفحات الانس'' سے لیا ہے۔ دیکھیئے: ''نفحات الانس'' صفحہ ۱۸۸۔ مطبوعہ: اسلامیہ سٹیم پریس لاہور، ایڈیشن ۱۹۲۷ء۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۲) ''تمام اصحاب'' سے آگے کی عبارت جناب نذر صابری نے نقل نہیں کی اور جگہ خالی چھوڑ دی، جسے ہم نے مکمل کر دیا۔ عکس: ''ظواہر السرائر'' نُسخہ داؤدی مخزونہ: کتب خانہ شعبۂ فارسی، گورنمنٹ کالج لاہور میں بھی یہ عبارت غیر واضح ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ جناب نذر صابری کو عبدالعزیز ساحر نے ''ظواہر

Marfat.com

السرائر'' کا جو عکس فراہم کیا، وہ اسی عکس کی کاپی در کاپی تھی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۳) نذر صابری صاحب نے مصرع اُولیٰ نقل کرتے ہوئے جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ عکس ''ظواہر السرائر'' (نسخہ: خلیل الرحمٰن داؤدی) مخزونہ: کتب خانہ شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور میں بھی یہ مقام غیر واضح ہے۔ یہ ایک اور ثبوت ہے اس بات کا کہ جناب نذر صابری کو عبدالعزیز ساحر نے جو عکس فراہم کیا، وہ اسی عکس کی کاپی در کاپی تھی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۴) جناب نذر صابری کی نقل کردہ عبارت میں چند الفاظ کا اندراج ہونے سے رہ گیا تھا۔ ہم نے اصل تذکرہ دیکھ کر مکمل کر دیا۔ ملاحظہ ہو عکس: ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ داؤدی) مخزونہ: کتب خانہ شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور کا یہ مقام جو غیر واضح ہے۔ لیکن ناخوانا ہرگز نہیں۔ یہ تیسرا ثبوت ہے اس بات کا کہ جناب نذر صابری کو فراہم کردہ عکس، اِسی عکس کی کاپی در کاپی تھی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۵) ایضاً

(۱۶) نسخۂ خلیل الرحمٰن داؤدی میں نقل کنندہ (کاتب) سے یا بہت ممکن ہے محمد عمر چمکنیؒ نے سہواً ''اجنہ'' لکھ دیا، جو درست نہیں۔ ''فرہنگِ عمید'' میں ''اجنہ'' (بفتح ہمزہ و کسرو تشدید نون) جمع ''جنین'' لکھا ہے، جب کہ ''جنہ'' جمع ''جنی'' کی ہے ''جن و پری''۔ ''اجنہ''، جو اس کی جمع مشہور ہے، غلط ہے۔ اس لیے کہ ''اجنہ'' جمع ''جنین'' کی ہے اور ''جنین''، شکم مادر میں موجود بچے کو کہتے ہیں۔ دیکھیے: ''فرہنگِ کشوری'' از مولوی میر تصدق حسین رضوی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۱۷) حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ نے ''گٹھے'' کے لیے لفظ ''پُشتارہ'' لکھا ہے۔ یہ مُخفف ہے ''پشتوارہ'' کا۔ یعنی اس قدر بوجھ، جو انسان پیٹھ پر اٹھا سکے۔ مسجدوں میں زمین پر بچھانے کے لیے سوکھی گھاس (دھان کی پھوس) کی جس قسم کو استعمال میں لایا جاتا ہے، اُسے سندھی میں ''پلال'' کہتے ہیں۔ یہاں وہی ''پلال'' مُراد ہے،

Marfat.com

جونرم ہوتی ہے۔اور نمازیوں کے بیٹھنے کے کام آتی ہے۔اٹک میں پلال کو ''ہبڑ'' کہا جاتا ہے اور پنجاب میں ''پرالی۔'' (مرزا حامد بیگ)

(۱۸) لفظ: ''مُعاملت'' نذر وفتوح کے معنی میں استعمال ہوتا رہا ہے۔تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''لُغت نامہ دہخُدا'' جلد: ۴۵۔اس لیے یہ کہنا کہ مصنف نے یہ ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو عام طور پر فارسی میں استعمال نہیں ہوتا، درست نہیں ہے۔

(محمد غفنفر علی وڑائچ)

بے لوث نذر نیاز اور مُعاملت میں ایک باریک سا فرق ضرور ہے اور اس فرق کو محمد عمر چمکنیؒ نے مدِ نظر رکھا ہے۔''ظواہر السرائر'' میں جہاں کہیں ''مُعاملت'' کا لفظ آیا ہے، وہاں بین السطور کوئی نہ کوئی منفعت کا پہلو ضرور موجود رہا ہے۔

(مرزا حامد بیگ)

(۱۹) یہ مصرع حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا ہے اور قاضی سجاد حسین کے ترجمہ کردہ ''دیوان حافظ'' میں بجائے ''فدای'' کے ''غُلام'' آیا ہے اور پورا شعر یوں دیا گیا ہے:

حلقے زبان بدعوے عشقش کشادہ اند　　　اے من غلام آنکہ دلش با زبان یکیست

مطبع نامی کریمی، بمبئی کے ۱۳۱۹ھ میں شائع کردہ ''دیوان حافظ'' میں منشی نولکشور کے مطبع لکھنو سے ۱۹۰۳ء اور ۱۹۱۷ء میں شائع کردہ ''دیوانِ حافظ'' میں مذکور بالا شعر اسی طرح آیا ہے اور ان میں ''فدای'' کی جگہ ''غلام'' ہی درج ہے۔ ''غزلیاتِ حافظ شیراز'' (منظوم اردو ترجمہ) از ڈاکٹر خالد حمید (ایم۔ڈی) میں بھی بجائے ''فدای'' کے ''غلام'' درج ہے۔ (محمد غفنفر علی وڑائچ)

(۲۰) گھوڑے کی ایک قسم، جس کے سرخ رنگ میں سیاہی جھلکتی ہے۔اُس گھوڑے کی ایال اور دُم سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ (محمد غفنفر علی وڑائچ)

(۲۱) یہ چھوٹا دریا، گلیات سے نکل کر حویلیاں اور خان پور کے جنوب سے ہوتا ہوا موضع

Marfat.com

بھوئی گاڑ حالیہ ضلع اٹک (سابقہ: کیمبل پور) کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ موضع شاہیہ سے ہوتا ہوا قدیمی اٹک کی حدود میں واقع موضع گڑیالہ کے مقام پر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

(۲۲) مولانا جامی نے ''نفحات الانس'' میں حضرت ابوالخیر الاقطع کے ذکر میں ''طرسوس'' لکھا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۲۳) یہ حکایت مولانا عبدالرحمٰن جامی کی کتاب ''نفحات الانس'' صفحات ۱۴۵، ۱۴۴ میں حضرت ابوالخیر التیناتی الاقطع قدس سرہ کے ضمن میں لکھی گئی ہے۔ حضرت میاں عمر چمکنیؒ نے اسے ''نفحات الانس'' کا حوالہ دیئے بغیر ظاہرہ: ۹۰ کے تحت درج فرمایا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۲۴) یہ شعر، حضرت سعدی شیرازیؒ کی ''بوستان'' کے دیباچے میں ''در نعت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت'' سے لیا گیا ہے۔ دیکھیے: بوستان محشی بفرمایش شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب، لاہور در مطبع کانشی رام لاہور طبع شد سال اشاعت ۱۳۳۶ھ بہ مطابق 18-1917ء۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۲۵) فَكَانَ قَابَ قَوسَينِ اَوْ اَدْنٰى o (سورہ النجم، آیت نمبر ۹)

ترجمہ: تو دو کمانوں کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۲۶) وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o (الذّٰریٰت ۵۱ آیت ۲۱)

ترجمہ: اور خود تمہارے نفوس میں (موجود ہے) تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۲۷) واوین میں دی گئی عبارت، جو حاشیے کی صورت ملتی ہے ''ظواہر'' مرتبہ: نذر صابری، مطبوعہ: مجلسِ نوادراتِ علمیہ، اٹک طبع اوّل: اگست ۲۰۰۰ء پر دکھائی نہیں دیتی۔ ہم نے اسے شاملِ متن کر دیا ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

(۲۸) خاندان پیغمبر اسلام حضرت رسولؐ و امیر المومنین علیؑ و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ ۔ یکروز حضرت رسولؐ باداماد و دختر و دو دختر زادۂ خود در زیر یک عبا خوابیدند و از آن روز بہ آل عبانامیدہ شدند، آل کسا و پنج تن آل عبا نیز میگویند۔'' ''فرہنگ بزرگ'' دو جلدی، مصور فارسی بفارسی، تالیف حسن عمید باہتمام کتاب خانہ ابن سینا ۱۳۴۷ شمسی۔ طہران۔ اُردو ترجمہ: خاندان پیغمبر اسلام، حضرت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السّلام۔ ایک دن حضرت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے داماد وابن عم حضرت علی علیہ السّلام، اپنی بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور دونواسوں حضرت امام حسن علیہ السّلام اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ ایک عبا کے نیچے سو گئے اور اس دن سے ''آلِ عبا'' (چادر) کے نام سے مشہور ہو گئے انہیں ''آلِ کسا'' اور ''پنج تن آلِ عبا'' بھی کہتے ہیں۔ جبکہ ''غیاث اللغات'' میں مرقوم ہے۔ آل عبا: ''عبارت از حضرت فاطمہ و علی و حسنین رضوان اللہ علیہم چہ عبا بمعنی گلیم و چادر باشد، منقولست کہ روزی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چہار تن مذکور را طلبیدہ عبائیکہ مخطط بود برخود و برایشاں کشیدہ آیہ تطہیر را خواندند و اضافتِ آل بسوی عبا نظر باستعمال عرب خیلی ندرت دارد چہ لفظ آل مضاف سازند بذوی العقول فقط و لفظ اہل را بذوی العقول وغیر ذوی العقول ہر دو۔''

(اردو ترجمہ: آل عبا سے مراد حضرت فاطمہ زہرا، حضرات علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنین کریمین میں بیان کرتے ہیں کہ عبا سے مراد گلیم و چادر ہے۔

ایک دن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں کو طلب فرمایا اور ایک مخطط چادر، اپنے اور ان چاروں پر لیتے ہوئے آیہ تطہیر پڑھی اور عبا کی طرف آل

Marfat.com

کی اضافت، عربوں کے نزدیک ندرت رکھتی ہے۔ لفظ آل کو ذوالعقول کا مضاف کہتے ہیں جبکہ اہل کو ذوی العقول اور غیر ذوالعقول کا مضاف کہتے ہیں۔
(مترجم: محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۲۹) یہ روایت مولانا جامی کی کتاب ''نفحات الانس'' سے ذکر کیے بغیر نقل کی گئی ہے۔
(مترجم: محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۳۰) کیا ہی اچھا ہوتا کہ مصنف ''ظواہر السرائر'' اس نیک نہاد امیر کا نام بھی لکھ دیتے، جسے حضرت سعدی بلخاریؒ اپنا دوست کہتے ہیں اور اس کی معزولی پر اس کی بحالی کے لیے اپنے مریدِ خاص حضرتؒ جی باباؒ کو توجہ کرنے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا فرما رہے ہیں۔ حضرت جی باباؒ کی دعا اپنے ہدف تک پہنچ جاتی ہے اور بادشاہ کی جانب سے جلد اس امیر کو جاگیر و منصب پر بحال کر دیا جاتا ہے۔ اپنی اس بحالی پر وہ امیر اپنی فوج کے ہمراہ حضرت سعدی بلخاریؒ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے نذر لے کر نیاز مندانہ حاضر ہوتا ہے۔ (مترجم: محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۳۱) ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ خلیل الرحمٰن داوٗدی) میں ''مغزی'' (جس کے معنی ہیں: ''خدمت'') کی بجائے ''مُعمری'' درج ہے۔ ظاہر ہے یہ سہوِ کاتب ہے۔ میاں محمد عمر چمکنی جیسے عالم اور شاعر سے یہ غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ خلیل الرحمٰن داوٗدی) مصنف کا خطی نسخہ ہرگز نہیں، نیز مصنف کا بیان ہے کہ انہوں نے اس نسخے کو کتابت کروایا۔ جب کہ جناب نذر صابری ''ظواہر'' مطبوعہ: مجلسِ نوادراتِ علمیہ، اٹک طبع اوّل: اگست ۲۰۰۰ء کے دیباچہ میں اس نسخے کو مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ قرار دیتے ہیں۔ (دیکھیے مقدمہ صفحہ: ۳، سطر: ۱۴) مزے دار بات یہ ہے کہ نذر صابری صاحب کے مُرتب کردہ ''ظواہر'' کے صفحہ ۵۷ کی سطر: ۴ پر ''مغزی'' کی بجائے ''معمری'' ہی درج کیا گیا ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

(۳۲)عکس: ''ظواہرالسرائر'' (نسخہ داوَدی) مخزونہ: شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور میں بھی فوٹوسٹیٹ مشین کی خرابی کے باعث یہ حصہ ناخوانا ہے۔ یہ ایک اور ثبوت ہُوا اس بات کا کہ نذر صابری صاحب کوفراہم کردہ ''ظواہرالسرائر'' (نسخہ داوَدی) کا عکس، اِسی عکس کی کاپی درکاپی ہے۔ (مترجم: محمد غفنفرعلی وڑائچ)

(۳۳) یہ واقعہ ''نسخہ داوَدی'' مخزونہ: نیشنل میوزیم کراچی اور گورنمنٹ کالج، لاہور کے شعبہ فارسی میں موجود نسخہ خلیل الرحمٰن داوَدی کی عکسی نقل کے صفحہ ۲۳۲ (الف) کے حاشیے پر درج ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

(۳۴) یہاں مُراد ہیں حضرت جی باباؒ کے دادا استاد اور حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے مُرشد حضرت آدم بنوریؒ، جو مُغل شہنشاہ، شاہجہاں کے حکم سے حج کرنے حجاز مُقدس تشریف لے گئے اور ''دائرہ معارف اسلامیہ'' کے مطابق ۱۰۵۳ھ مطابق ۴۴_۱۶۴۳ء میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (مترجم: محمد غفنفرعلی وڑائچ)

(۳۵) فارسی متن (نسخہ خلیل الرحمٰن داوَدی) میں ''سردابہ'' درج ہے۔ ''سردآبہ'' سے مراد مسام دار چٹان سے تیار کردہ ایسا تہہ خانہ ہے، جو موسم گرما میں ٹھنڈا رہے۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ نے دلدار بیگؒ کے حوالے سے قدیمی شہر اٹک کے جس سردآبہ کی جانب اشارہ کیا ہے، وہ حالیہ اٹک خورد کے پہاڑی سلسلے میں جرنیلی سڑک (جی ٹی روڈ) کے بائیں جانب بہ مقام ترمڑی، آج بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ سردآبہ، مسام دار چٹان سے تیار کیا گیا ہے۔ اس کی چھت پر پانی کے تالاب کے آثار موجود ہیں۔ جب یہ تالاب بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے تو وہ سردآبہ موسم گرما میں ازحد ٹھنڈا رہتا ہے۔ اِن دنوں یہ سردآبہ (بہ مقام: ترمڑی) رکھ سرکار ہے۔ قدیم وقتوں میں یہ علاقہ سلطان بیگ حاکم اٹک کی رہائش گاہ تھی اور اسے ''سلطان پورہ'' کہتے تھے۔ اِس سردآبہ کے قریب سلطان بیگ کی تعمیر کردہ مسجد اور اینٹوں کے ایک بھٹہ کے آثار بھی موجود ہیں۔ یہ سردآبہ، پہاڑی

Marfat.com

سلسلے میں قدرے بلندی پر ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

(۳۶) قمری مہینے کا آخر۔ مہینے کی آخری رات، جس رات نئے مہینے کا چاند دیکھا جاتا ہے۔ (مترجم: محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۳۷) فارسی کے معروف شاعر اور "حدیقة الحقیقت" کے مصنف کا نام "س" سے سنائی ہے۔ جب کہ "ظواہر السرائر" (نسخۂ خلیل الرحمٰن داؤدی) میں "ث" سے "ثنائی" درج ہے۔ یہ صورت اس لیے دیکھنے کو ملتی ہے کہ "نسخۂ داؤدی"، حضرت میاں محمد عمر چمکنی کا خودنوشت نسخہ نہیں۔ اسے سہوِ کاتب شمار کرنا چاہیے۔ نذر صابری صاحب کے ہاتھ سے نقل کردہ متن میں بھی "ثنائی" درج کیا گیا ہے۔ جو درست نہیں۔ (مترجم: محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۳۸) "ظواہر السرائر" (نسخۂ داؤدی) مخزونہ: نیشنل میوزیم آف پاکستان برنز گارڈن، کراچی میں بھی اِس سے آگے کی مختصر عبارت ناخوانا ہے، کسی طور پڑھا نہیں جا سکتا۔ (مترجم: محمد غضنفر علی وڑائچ)

(۳۹) آج وہ باغ معدوم ہو چکا ہے اور حضرت سعدی بلخاریؒ کی تعمیر کردہ مسجد اور مدرسہ کے آثار بھی مٹ گئے، البتہ وہ علاقہ "سعدی پارک، مزنگ لاہور" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت سعدی بلخاریؒ کا چھوٹا سا مزار (محمد غضنفر علی وڑائچ) ترمذی سٹریٹ مُتصل مُحلہ پیر عزیز، مزنگ لاہور کی ایک بند گلی میں موجود ہے اور بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس جگہ اپنے وقت کا ایک ایسا ولی مدفون ہے، جس کے دیدار اور قدم بوسی کی خاطر قطب ہفت اقلیم حضرت محمد یحییٰ المعروف حضرت جی باباؒ اٹک سے پا پیادہ لاہور تشریف لاتے تھے۔ حضرت سعدی بلخاریؒ کے مُریدین کا حلقہ، پنجاب کے علاوہ سندھ، بلوچستان اور افغانستان تک پھیلا ہوا تھا۔

(مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

فرہنگ

(نام اشخاص، مقامات)

Marfat.com

فرہنگ

(نام اشخاص، مقامات)

آدم بنوریؒ:

اصل نام: ابوعبداللہ سعد معزالدین۔ آپ کا سلسلۂ نسب اوپر جا کر حضرت موسیٰ کاظمؒ سے مل جاتا ہے۔ آپ شیخ احمد سرہندی معروف بہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ ''بنور'' بفتح موحدہ وتشدید نون ہے۔ ''بنوڑ'' لکھنا غلط ہے۔ یہ مقام سرہند سے بارہ کوس (تقریباً ۲۰ میل) کے فاصلے پر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مطابق: ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور سعد اللہ خان، وزیر شاہجہان نے بوقت ملاقات شیخ آدم بنوریؒ سے دریافت کیا کہ آپ کا نسب کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سیّد ہوں لیکن چونکہ میری ننھیال افاغنہ میں سے تھی، اس لیے عوام کی زبان پر افغانی مشہور ہو گیا ہوں۔ شروع میں اُمّی محض تھے، بعد میں قرآن مجید حفظ کیا اور علم ظاہری بھی حاصل کیا۔ طریقت کی ابتدائی تعلیم پہلے ملتان میں حاجی خضر روغانی ملتانی سے پائی۔ بعد ازاں حاجی خضرؒ کے ایما سے حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ کی خدمت میں پہنچے اور کمال حاصل کیا۔ شیخ آدمؒ ''نکات الاسرار'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اجمیر میں مجھے حقیقتِ قرآنی کی بشارت عنایت فرمائی اور سرہند میں مجھے خلافت سے مشرف فرمایا۔ شیخ

Marfat.com

آدم بنوریؒ کے ایک لاہوری مخلص (غالباً سعدی بلخاریؒ) نے آپ کو لاہور آنے کی دعوت دی۔ اُن دنوں شاہجہان بادشاہ، لاہور میں تھا۔ آپ پانچ ہزار پٹھانوں کے ہمراہ لاہور آئے اور وہاں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ ہر روز افغانستان سے تین تین چار ہزار پٹھان، شیخ کی زیارت کے لیے آتے تھے اور کثرت زائرین سے بازاروں اور کوچوں میں گزرنا مشکل تھا۔ بادشاہ نے تعریف سن کر دیکھنا چاہا۔ اس مقصد کے لیے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور اپنے وزیر سعد اللہ خان کو بھیجا۔ آپؒ نے انہیں خلوت میں آنے کی اجازت نہ دی۔ وہ دونوں خلوت گاہ کے باہر بیٹھے رہے۔ جب آپؒ خلوت گاہ سے نکلے تو پھر بھی ان دونوں کی چنداں پروا نہیں کی۔ شاہجہان بادشاہ کے پاس جا کر ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے تو کچھ شکایت نہیں کی البتہ وزیر نے آپ کی بہت زیادہ شکایت کی۔ یہ سن کر آپؒ کی طرف سے بادشاہ کا مزاج منحرف ہو گیا، لیکن چونکہ بادشاہ حضرت مجددؒ کا معتقد تھا، اس لیے کوئی ایذا نہیں پہنچائی۔ صرف اتنا حکم دیا کہ شیخ صاحبؒ حج کو چلے جائیں۔ بادشاہ کے کہنے سے حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب آپ سورت پہنچے تو وہاں کے حاکم کی کوشش سے، جو آپ کا معتقد تھا، جہاز کا جلد انتظام ہو گیا۔ جب سوار ہو گئے تو بادشاہ کا حکم، حاکمِ سورت کے پاس پہنچا کہ شیخ آدمؒ کو جلد واپس کر دو، کیونکہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری سلطنت کا زوال اس درویش کے اس ملک سے نکل جانے کی وجہ سے ہوگا۔ حاکم نے عذر لکھا کہ آپؒ کا حکم پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہو چکے۔ آپ بعد از فراغتِ حج مدینہ منورہ گئے۔ وہاں ۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ/ ۲۵ دسمبر ۱۶۴۳ء کو انتقال کیا۔ آپ کا مزار، حضرت عثمان غنی کے مزار مبارک کے نزدیک ہے۔ آپ کی خانقاہ میں طالبانِ طریقت جمع رہتے تھے اور لنگر خانے سے انہیں دونوں وقت کھانا ملتا تھا۔ آپ کے چالیس خلفاء اور ایک لاکھ مُرید تھے۔ حضرت جی بابا کے مرشد، حضرت سعدی بلخاریؒ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ مآخذ: ''انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز'' و ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' جلد اوّل (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

آلِ عبا:

''غیاث اللغات'' کے مطابق آل عبا باضافت وفتح عین مہملہ وبای موحدہ ہے۔ اس سے مراد جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، امام المشارق ولمغارب اسد اللہ علی ابن ابی طالب، حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام ہیں۔ عبا کے معنی گلیم و چادر کے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا چاروں کو طلب کیا اور ایک عبا جو کہ مخطط تھی، اپنے اور ان چاروں کے اوپر ڈال کر آیہ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَالْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً

ترجمہ: ''اے پیغمبرؐ کے اہلِ بیت، خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔''

القرآن، الاحزاب آیت نمبر ۳۳، اردو ترجمہ مولانا فتح محمد خاں صاحب جالندھری، تاج کمپنی پاکستان۔ اور آل کی اضافت عبا کی طرف اہلِ عرب کی نظر میں بڑی ندرت رکھتی ہے اور لفظ آل کو ذوی العقول کا مضاف بناتے ہیں۔ جبکہ لفظ اہل کو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول ہر دو کا۔

''فرہنگ عمید'' تالیف حسن عمید کے مطابق، آل عبا کو ''آلِ کسا'' اور پنج ''تن پاک'' بھی کہا جاتا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ابراہیم ادہمؒ:

''کشف المحجوب'' از حضرت علی ہجویریؒ (اردو ترجمہ: از فضل دین گوہر) کے مطابق ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصورؒ، اپنے ہم عصروں کے سردار اور حضرتِ خضرؑ کے مرید تھے اور کئی متقدمین سے ملاقات کر چکے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ سے بھی ملے اور ان سے علم حاصل کیا۔ ابتدا میں وہ بلخ کے حکمران تھے۔ ایک روز شکار کھیلتے ہوئے ایک ہرن

کے تعاقب میں لشکر سے دور نکل گئے۔ خدا نے ہرن کو زبان دی اور اس نے ابراہیم کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تمہیں اس لیے پیدا کیا گیا ہے یا تمہیں یہ کچھ کرنے کا حکم ملا ہے؟ ابراہیمؒ نے توبہ کی۔ ہر طرف سے منہ پھیر لیا اور زہد واتقا کا راستہ اختیار کیا۔ فضیل بن عیاضؒ اور سفیان ثوریؒ سے ملے۔ ایک عرصہ مصاحبت کی۔ اور باقی تمام عمر اپنی محنت سے کما کر روزی کھائی۔ طریقت میں ان کے اقوال بدیع اور لطایفِ نفیس مشہور ہیں۔ بقول حضرت جنیدؒ: ''ابراہیمؒ تمام علوم کی چابی ہے۔'' آپ کا قول ہے: ''خدا کی دوستی کا دامن پکڑو اور باقی ہر چیز سے منہ موڑو''۔

حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ کے ''تذکرۃ الاولیاء'' (اردو ترجمہ بنام ''انوار الازکیا'' از محمد میرزا جان دہلوی کے مطابق:

''ایک روز، شفیقؒ اور ابراہیمؒ باہم تھے۔ شفیقؒ نے کہا کہ آپ خلق سے کیوں بھاگتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا کہ میں اپنے دین کو بغل میں دبائے ہوئے ہوں اور اِس شہر سے اُس شہر کی طرف بھاگتا ہوں اور اِس پہاڑ سے اُس پہاڑ کی طرف تاکہ جو مجھ کو دیکھے خیال کرے کہ مزدور ہے یا یوں کہو کہ وسواسی ہوں، اس خیال سے کہ شیطان سے دین کو بچاؤں اور سلامت موت کے دروازے سے باہر لے جاؤں، اس لیے بھاگتا پھرتا ہوں''۔

''فرہنگِ فارسی'' از ڈاکٹر معین جلد پنجم میں جو مرقوم ہے اس کا اردو ترجمہ کچھ یُوں ہے:

''ابواسحاق ابراہیم بن ادہم بلخیؒ دوسری صدی ہجری کے شروع کے بزرگ زہاد میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بلخ سے مکہ شریف گئے اور وہاں مجاوری کرتے رہے۔ مکہ شریف میں بڑے بڑے اولیائے کرام مثلاً فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری کی خدمت میں پہنچے، بعدازاں شام چلے گئے وہیں عمر بسر کی۔ بازنطیہ والوں سے ہونے والی ایک دریائی جنگ میں ۱۶۰ھ تا ۱۶۶ھ/ ۷۷۶ تا ۷۸۲ء میں شہید ہو گئے۔''

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

ابراہیم خواصؒ:

ابو اسحاق بغدادیؒ۔ آپؒ ایرانی الاصل ہیں۔ آپ کے والد گرامی آمل کے رہنے والے تھے۔ چونکہ آپؒ کی ولادت اور پرورش بغداد میں ہوئی اس لیے بغدادی مشہور ہو گئے۔ آپؒ اوائل عمری میں حصولِ تعلیم میں مشغول ہو گئے تھے۔ بعدازاں آپؒ تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ جیسا کہ آپؒ کے لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ نے اپنا ذریعہ معاش بوریا بافی اور زنبیل بافی کو بنایا ہوا تھا۔ خوص، درخت خرما کے پتوں کو کہتے ہیں جن سے عرب میں پنکھے، سفرہ اور زنبیل بنانے کا کام لیا جاتا ہے اور جو حکایات آپ کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں وہ زیادہ تر سیاحت یا حج کے بارے میں ہیں۔ آپ کو عرفا میں بہت شہرت حاصل ہے۔ آپ نے ۲۹۱ھ/۹۰۴ء میں وفات پائی۔

''الاصول العشرہ'' از حضرت نجم الدین کبریٰ (۵۴۰ھ۔۶۱۸ھ) اردو ترجمہ از محمد غضنفر علی وڑائچ مطبوعہ ۱۹۹۴ء کے مطابق: ''ابن منصورؒ نے ابراہیم خواص سے پوچھا کہ تم کس مقام پر اپنے نفس کی ریاضت میں مصروف ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا تیس سال سے مقام توکل سے ریاضت نفس میں مصروف ہوں۔ ابن منصورؒ نے کہا کہ تو نے اپنی زندگی تعمیر باطن میں ضائع کر دی اور ذاتِ باری میں فنا ہونے سے تُو ابھی دور ہے''۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ابوالخیر تیناتیؒ:

مولانا جامیؒ ''نفحات الانس'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کا تعلق طبقہ رابعہ (چوتھا طبقہ) سے ہے۔ آپ کا نام حماد ہے آپ ایک غلام تھے اور مصر کے ایک گاؤں تینات کے رہنے والے۔ آپ زنبیل بنتے تھے اور کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ کیسے بنتے ہیں کیونکہ یہ دو ہاتھوں سے بنی جاتی ہے جبکہ آپ کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔ آپ کو شیروں سے اس قدر اُنس تھا کہ کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

لوگوں نے جب آپؒ کا ہاتھ کاٹے جانے کا سبب معلوم کرنے کے بارے میں زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ میں زمین سے کوئی چیز ہاتھ بڑھا کر نہ اٹھاؤں گا، تاوقتیکہ کوئی پھل یا کوئی اور چیز خود زمین سے اٹھ کر میرے منہ تک نہ آ جائے یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پہنچا نہ دے۔ اسی طرح گیارہ دن گزر گئے، کوئی چیز نہ آئی اور آپؒ نے کچھ نہ کھایا پیا۔ جس سے اس قدر کمزوری و نقاہت ہوگئی کہ آپ نے نفل پڑھنے ترک کر دیئے۔ بارہ دن گزرے تو قیام نماز کی ہمت نہ رہی حتیٰ کہ سنتیں بھی ترک ہونے لگیں۔ مزید دن گزرنے پر ادائے فرض سے بھی محروم ہونے لگے۔ آپ نے اللہ سے پناہ طلب کی تو پردۂ غیب سے دو روٹیاں اور ان پر کوئی چیز اترنے لگی۔ آپ انہیں کھا کر شکر ادا کرتے۔ ایک بار لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے ارادے سے نکلے اور انطاکیہ پہنچے۔ آپ نے لشکر کے ساتھ ہی قیام کیا۔ جس وادی میں اترے وہاں کچھ پھل دار درخت پھلوں سے لدے نظر آئے۔ پکے ہوئے پھل اپنی خوبصورتی سے دلوں کو کھانے پر راغب کر رہے تھے۔ آپ نے دریا کے کنارے نماز ادا کی تو چاروں طرف سرخ و سبز پھل جن پر شبنم کے قطرے پڑے ہوئے تھے نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ نماز سے فراغت پر آپ نے بھی ہاتھ بڑھایا اور کچھ پھل توڑ کر کھانے لگے۔ ابھی کھا ہی رہے تھے کہ آپؒ کو اپنے ربّ سے اپنا کیا ہوا عہد یاد آ گیا، جس پر آپؒ نے پھل پھینک دیے کھایا ہوا تھوکا اور خوفِ خدا سے کانپنے لگے۔ اور اپنے آپؒ سے کہا کہ ابتلا اور تکلیف کا وقت آ گیا۔ سپر اور حربہ کو دور پھینک دیا اور ایک جگہ بیٹھ کر اپنے سر پر دو ہتھڑ مارنے لگے۔ ابھی اچھی طرح سے چین بھی نہ لینے پائے تھے کہ بہت سے سوار و پیادہ اُن کے گرد جمع ہو گئے اور کہا اُٹھ اور اپنے ہمراہ لے گئے۔ یہاں تک کہ ساحل پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ نواحی علاقے کا سردار وہاں کھڑا ہے اور سواروں اور پیادوں کا ایک گروپ اس کے ارد گرد کھڑا ہے اور سپاہیوں کی ایک ٹولی ایک دن پہلے رہزنی و لوٹ مار کرنے والوں کو اس کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے کر جا رہی ہے۔

Marfat.com

جب اُس سردار کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ تم کون ہو؟ آپؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ اس پر اس سردار نے ان رہزنوں سے پوچھا کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کون ہے۔ یہ سن کر اس سردار نے کہا کہ یہ شخص تمہارا مہتر ہے اور تم اسے بچانے کے لیے جھوٹ بول رہے ہو۔ پس اس سردار نے جملہ رہزنوں کا ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم صادر کیا۔ آپ آگے آئے تو آپ سے کہا گیا۔ کہ اپنا ہاتھ دراز کریں جس پر آپ نے اپنا ہاتھ دراز کیا جسے جلادوں نے کاٹ دیا۔ پھر آپ سے کہا گیا اپنا پاؤں دراز کریں، جس پر آپ نے اپنا پاؤں دراز کر دیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے اللہ تعالیٰ جل شانہ میرے ہاتھ نے گناہ کیا تھا، اس لیے وہ تو کٹ گیا میرے پاؤں نے کیا گناہ کیا ہے کہ اسے بھی کاٹنے کے درپے ہیں۔ ابھی آپ کا پاؤں کاٹنے ہی والے تھے کہ اچانک درمیان میں کھڑے ایک سوار نے خود کو زمین پر گرا لیا اور کہا آپ لوگ کیا کر رہے ہیں کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آسمان زمین پر آ گرے۔ یہ فلاں مردِ صالح ہے اور آپؒ کا نام بھی لیا۔ آپ کا نام سن کر وہ سردار خود بھی گھوڑے سے اتر آیا اور آپؒ کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اٹھا کر چوم لیا اور آپؒ کے گلے لگ کر رونے لگا اور کہنے لگا مجھے معاف کر دیں۔ آپؒ نے کہا میں نے تجھے معاف کیا اس ہاتھ نے گناہ کیا تھا۔ اس لیے اس کو کاٹ دیا گیا۔ بعد ازاں آپؒ نے روتے ہوئے کہا کہ کونسی مصیبت اس سے بڑھ کر ہے کہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی دو روٹیاں بھی ہاتھ سے گئیں۔ مفتی غلام سرور کے مطابق آپ نے ۳۴۳ھ/۵۵-۹۵۴ء میں وفات پائی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ابوالخیر قاضیِ اٹک:

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اٹک کے قاضی رہے۔ حضرت جی باباؒ کے احباب میں سے تھے (مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

ابوسعید ابوالخیرؒ:

فضل الدین ابی الخیر محمد بن احمد میہنی چوتھی صدی ہجری ۳۵۷ھ اور وفات ۴۴۰ھ بمطابق ۱۰۴۸۔ ۹۶۷ء، بزرگ عارفوں اور معروف محدثوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت، خراسان کے ایک گاؤں مہنہ یا میہنہ میں ہوئی۔ آپؒ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد دینی علوم اور ادبیات کی تعلیم حاصل کرنے حضرت شیخ ابوالفضل محمد بن حسن سرخسیؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے اکتسابِ فیض کیا۔ بعد ازاں آپؒ نیشاپور چلے گئے اور وہاں حضرت عبدالرحمٰن سلمیؒ سے فیض یاب ہوئے۔ یُوں آپؒ عرفان میں ارشاد و ہدایت کے مقام پر پہنچے۔ لوگوں پر آپؒ کا اثر و رسوخ تھا۔ آپؒ مجلس وعظ میں فارسی کے شعر پڑھا کرتے تھے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپؒ ہی وہ پہلے سخن گو ہیں، جنہوں نے عارفانہ افکار کو شعر میں بیان کیا ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور ادبیات میں آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ کے نوادگان میں سے دو افراد نے آپ کے بارے میں کتب لکھی ہیں۔ محمد بن منوّر کی کتاب کا نام ''اسرار التوحید فی مقامات شیخنا ابوسعید'' ہے جبکہ کمال الدین محمد نے ''سخنانِ ابوسعید ابوالخیر'' کے نام سے کتاب لکھی۔

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ نے ''کشف المحجوب'' میں آپؒ کا ذکر خیر نہایت احترام کے ساتھ کیا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ابوصالح حدثانیؒ:

حضرت ابوصالح حدثانی کا ذکر خیر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے معروف تذکرہ ''نفحات الانس'' میں حضرت ابوالخیر الاقطعؒ کے ذکر خیر کے ضمن میں آیا ہے اور ''نفحات الانس'' کے یہی چند فقرے حضرت میاں عمر چمکنیؒ کی قلمی کتاب ''ظواہر السرائر'' کے صفحہ ۱۱۳ پر ''نفحات الانس'' کے ذکر کے بغیر درج ہیں۔ مولانا جامیؒ نے بھی اس ضمنی ذکر کے علاوہ آپ کے متعلق کچھ نہیں رقم فرمایا۔ ''تذکرۃ الاولیاء'' از شیخ فرید الدین عطارؒ

Marfat.com

میں بھی آپ کا ذکرِ خیر نہیں ملتا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ابو عبدالرحمٰن سلمٰی نیشاپوری:

(ولادت: ۳۳۰ھ/۹۴۲ء) صاحبِ ''خزینۃ الاصفیا'' کے مطابق آپ کا اسم گرامی محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمٰی تھا۔ آپ کی دو کتابیں ''تفسیر حقایق'' اور ''طبقاتِ مشائخ'' یادگار ہیں۔ آپؒ حضرت شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی قدس سرہ کے خلیفہ اور مریدِ صادق تھے جبکہ حضرت ابوالقاسم شیخ شبلی کے مرید تھے۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ اپنے شیخ (میر ابوالفضلؒ) کی وفات کے بعد آپ کی صحبت میں آئے اور تکمیل حاصل کر کے خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ ابو عبدالرحمٰنؒ کی وفات ۴۱۲ھ مطابق ۱۰۲۱ء میں ہوئی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

الیاسؒ، حضرت:

دیکھیے: شیخ الیاسؒ۔

امیر خاں:

شہر کابل، افغانستان میں عہدِ مغلیہ کے ایک امیر۔ ان کو بخارا کے سر برآوردہ عالمِ شریعت مولانا محمد اشرفؒ سے عقیدت تھی۔ جب حضرت سعدی بلخاریؒ اور مولانا محمد اشرفؒ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو امیر خاں کے نہ صرف تنظیمی امور خلل پذیر ہو گئے بلکہ امیر خان کو موت نے آ لیا۔ (مرزا حامد بیگ)

بخارا:

مملکت بخارا پامیر کے بلند بالا پہاڑوں، میدان توران، دریائے آمو اور ریگستان قزل قم کے درمیان ۲۲۴۰۰۰ مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی تھی۔ سلطنت بخارا کے شمال میں روسی ترکستان، جنوب میں افغانستان و ترکمانستان، مشرق میں چین اور مغرب

کی طرف خیوہ کی مملکت تھی۔ مشہور زمانہ شہر بخارا، اس مملکت کا دارالحکومت تھا۔ یہ خوبصورت شہر دریائے زرفشاں کے کنارے آباد تھا۔ بخارا، سمرقند، تاشقند، مرو اور ترمیز سے بذریعہ ریل ملا ہوا تھا۔ بخارا سے تین سو کلومیٹر دور کوہ الائی کے دامن میں دریائے کافرنگان کے کنارے مشرقی بخارا کا درالحکومت دوشنبہ آباد تھا۔ مملکت بخارا کا سب سے بڑا دریا آمو (Oxus) تھا جو پامیر کے سربفلک پہاڑوں سے نکلتا اور علاقہ بدخشاں اور درواز سے گزرتا ہوا، ترمذ کے قریب میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے پھر دشت قراقرم کی شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا قراقل پاک کے میدانی علاقے میں داخل ہو جاتا ہے، جہاں یہ مختلف شاخوں میں بٹ کر بحیرہ ارال میں جا گرتا ہے۔ سطح مرتفع پامیر کے مغرب میں تقریباً ایک ہزار میل تک یہ دریا، بخارا اور افغانستان کے درمیان ایک قدرتی حد فاصل کا کام دیتا تھا۔

امیر نصر اللہ خان کے عہد (۴۰۔۱۸۲۷ء) میں مملکت بخارا ۴۲ صوبوں پر مشتمل تھی۔ ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۸۶۶ء کے درمیانی عرصے کی جنگوں میں زارِ روس نے بخارا کے ۱۴ صوبوں پر قبضہ کر لیا۔ باقی ۲۸ صوبوں پر مشتمل مملکت بخارا، ۱۹۲۰ء تک قائم رہی جس کے آخری بادشاہ امیر عالم خان تھے۔ ستمبر ۱۹۲۰ء کو بالشویک روسی کمیونسٹوں نے بخارا پر قبضہ کر لیا، جس کے بعد بخارا کی آزادی کے لیے ایک تحریک چلائی گئی، جسے روسیوں نے بسماچی تحریک کا نام دیا۔ آزادی کی اس تحریک میں نہ صرف اہل ترکستان نے سرگرم حصہ لیا بلکہ ''دولتِ عثمانیہ'' کے معروف سپہ سالار اور سابق وزیر حرب، غازی انور پاشا نے بھی اپنے ساتھیوں سمیت اہل بخارا کے آزادی خواہوں کے ساتھ مل کر روسیوں سے جنگ کی اور کچھ علاقے بھی فتح کیے۔ ۴ راگست ۱۹۲۲ء کو آپ نے روسیوں سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ روسیوں نے مملکت بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد اسے کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ شمالی حصے کو قزاقستان میں سوشلسٹ ریپلک میں شامل کیا گیا۔ جبکہ جنوبی سمرقند اور دریائے سرخاب سے مشرق کی طرف کا علاقہ تاجکستان میں شامل کیا

Marfat.com

گیا۔ جس کا صدر مقام دوشنبہ ہے۔ صوبہ سمرقند اور پہاڑی علاقہ کہ غیزستان کا حصہ بنے۔ جبکہ مملکت بخارا کا مرکزی علاقہ بشمول شہر بخارا اور سمرقند ازبکستان میں شامل ہوا۔ دریائے آموکے دائیں کنارے کے ساتھ واقع علاقہ جات، جن میں کرکی (Kerki) اور بوردالک (Bourdalyk) شامل تھے، ترکمانستان میں ضم ہوئے۔ بخارا، جو ایک بڑا دینی، علمی اور تجارتی مرکز تھا، ان دنوں اُزبکستان کا ایک غیر معروف شہر ہے۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

بُرہان پور:

ایک قدیمی قصبہ، جو اِس وقت وسطی ہندوستان (بھارت) میں ہے۔ دوست محمد پاپینیؒ وہیں مقیم تھے۔ (مرزا حامد بیگ)

بلالؓ:

آپ ابن رباح ہیں۔ مشہور صحابی اور اسلام کے پہلے مؤذن، حبشی نسل کے غلام تھے۔ شروع ہی میں اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ کفارِ عرب اور اُن کے آقا، اُمیہ بن خلف نے جب ان پر بہت زیادہ مظالم کیے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ پہلے حضرت سعد بن خثیمہؓ اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاں قیام رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شرکت کی اور غزوۂ بدر میں امیہ بن خلف کو آپؓ نے ہی ہلاک کیا۔ کچھ عرصہ بیت المال کے خازن بھی رہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کو جاتے، تو کھانے پینے کا انتظام آپ کے ہی سپرد ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی جہاد میں شرکت کی اور فتح شام میں حصہ لیا۔ حضور اکرمؐ کے بعد حضرت عمرؓ کے اصرار پر صرف ایک مرتبہ اذان کہی۔ پھر یکلخت بلالؓ غائب ہو گئے۔ کچھ پتا نہ چلا، کہاں گئے۔ بعد میں معلوم ہوا' دمشق میں ہیں۔ وہیں ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

بہاءالدین نقشبندیؒ، خواجہ:

قرن ہشتم کے معروف عارف اور صوفی اور طریقۂ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں بنام ''قصرِ عارفاں'' میں آپ کی ولادت ۷۱۸ھ/ ۱۹۔۱۳۱۸ء میں ہوئی اور ۷۹۱ھ مطابق ۸۹۔۱۳۸۸ء میں وہیں وفات پائی۔

آپ نے تصوف وعرفان کے موضوع پر ''دلیل العاشقین'' جب کہ نصائح و مواعظ کے موضوع پر ''حیات نامہ'' لکھی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

بہادر خان:

''نقوش'' لاہور نمبر کے لاہور نمبر کے صفحہ نمبر ۱۳۵ پر خاندان مغلیہ کی طرف سے لاہور کا حاکموں کی جو فہرست دی ہے ان میں ۳۶ نمبر پر ہمیں بہادر خان کا نام ملتا ہے۔ یہ ۱۰۶۷ھ میں حاکم لاہور تھا جبکہ ''نقوش'' کے مطابق یہ صرف ۱۰۶۷ھ میں ہی حاکم رہا۔ غالباً کچھ مہینے ہی اس کے حصے میں آئے ہوں گے کیونکہ نقوش کے مطابق ۳۵ نمبر پر بننے والا حاکم ۱۰۶۶ھ سے ۱۰۶۷ھ تک ہے جبکہ ۳۶ نمبر بھی ۱۰۶۷ھ میں ہی حاکم بنایا اور ہٹا دیا جاتا ہے اور ۳۷ویں پر بننے والے حاکم کو بھی اسی سال یعنی ۱۰۶۷ھ میں حاکم بنا دیا جاتا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

بھیرہ:

موجودہ خوشاب اور قدیمی ضلع شاہ پور کے ایک مشہور شہر اور تحصیل کا مقام ہے۔ آج کل یہ تحصیل سرگودھا کی ہے۔ عمارت اس کی پختہ وخوشنما ہے۔ قدیمی شہر فصیل کے اندر تھا۔ ''تاریخ مخزن پنجاب'' از مفتی غلام سرور کے مطابق کھتری معزز وخواندہ یہاں رہتے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ ابتدا میں باشندے یہاں کے، جہلم دار کے علاقہ میں آباد تھے۔ بابر شاہ کے عہد میں ۹۳۶ھ بمطابق ۳۰۔۱۵۲۹ء میں شیر خان الموسوم بفرید

Marfat.com

خان نے اس قصبہ کو ویران کر دیا۔اس واسطے وہاں کے باشندے موضع بھواری، جہلم پار آ کر آباد ہوئے اور یہ قصبہ ان بھواریوں نے مل کر آباد کیا اور ''بھیرہ'' نام رکھا۔آہنی ہتھیار پیش قبض بندوق' تلوار اور پتھر کی چیزیں و برتن مثل کھرل گلاس پیالہ طشتری اور پیش قبض کے دستے اور شطرنج کے مہرے و بساط بھی طرح طرح اور رنگ رنگ کے پتھروں کے نہایت مطبوع اور خوبصورت بنائے جاتے تھے۔نمدے کا فرش، دور دور بطور تحفہ جاتا رہا۔لوہار یہاں کے، چھری کانٹا ایسا بناتے کہ اس میں اور ولایتی چھری کانٹے میں سرمُو فرق نہیں ہوتا تھا۔قصبہ کے باہر ایک قدیمی و پختہ مسجد شیر شاہ سوری بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے۔اس علاقے کو ''خوش آب'' شیر شاہ سوری نے نام دیا۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

بیت المقدس:

''سفر نامہ حکیم ناصر خسرو'' مترجمہ: مولوی محمد عبدالرزاق کانپوری میں، بیت المقدس کے بارے میں مرقوم ہے کہ 'شامی' اور اُس کے نواح کے باشندے ''بیت المقدس'' کو ''قدس'' کہتے ہیں۔'شامیوں' میں سے کوئی حج کو نہیں جاتا، بلکہ ایام حج میں یہ لوگ ''قدس شریف'' میں حاضر ہوتے ہیں اور موقف میں ٹھہر کر دستور کے مطابق عید کی قربانی کرتے ہیں۔کسی سال ذی الحجہ کی ابتدا میں بیس ہزار سے زیادہ زائرین یہاں آتے ہیں اور اپنے بچّوں کے ختنے کراتے ہیں۔ممالک روم اور دیگر مقامات سے بکثرت عیسائی اور یہودی یہاں کے گرجا گھروں اور ہیکلوں کی زیارت کو آتے ہیں۔

شہر بیت المقدس اور اس کے نواح کا علاقہ کوہستانی ہے۔تمام زراعت اور انجیر و زیتون کے درخت آبپاشی سے محروم ہیں۔تاہم اشیاء کی افراط ہے اور نرخ ارزاں۔ دولت مندوں میں سے بعض ایک ہزار آٹھ سو پچھتر من (تقریباً ۱۶۸۰۰ گیلن) روغن زیتون، حوض اور چاہات میں بھر لیتے ہیں۔پھر اس کو دوسرے ملکوں میں تاجرانہ حیثیت

سے لے جاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ملک شام میں کبھی قحط نہیں پڑا ہے۔ بیت المقدس شہر پہاڑ پر آباد ہے اور اس میں صرف بارش کا پانی رہتا ہے' البتہ دیہات میں پانی کے چشمے ہیں۔ آبادی میں کسی درخت کا پتہ نہیں ہے۔ بیت المقدس بڑا شہر ہے۔ بازار خوبصورت اور عمارات بلند ہیں اور شہر کے گرد پتھر اور چونے کی مضبوط دیوار ہے اور لوہے کے پھاٹک ہیں۔ شہر میں پتھر کے چوکوں کا فرش ہے۔ جہاں پہاڑ تھا، اس کو کاٹ کر ہموار کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ بارش ہونے پر تمام شہر دھل کر صاف ہو جاتا ہے۔ شہر میں دستکاروں کی افراط ہے اور ہر پیشہ (صناع) کے بازار جداگانہ میں فصیل شہر کی جو مشرقی دیوار ہے، وہی جامع کی دیوار ہے۔ جب جامع مسجد سے آگے بڑھو تو مسلسل ایک بڑا جنگل ملتا ہے جس کو ''ساہرہ'' کہتے ہیں اور مشہور ہے کہ یہی ''میدان قیامت'' ہے اور یہی ''محشر خلایق'' ہوگا اور محض اسی خیال سے اطرافِ عالم سے آ کر لوگ یہاں قیام کرتے ہیں تاکہ اس مقدس سرزمین میں ان کا انتقال ہو اور جب خدا کا وعدہ پورا ہو تو مقامِ موعود پر حاضر ہو جائیں۔ ۱۹۶۷ء میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگ میں اس مقدس شہر پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا تھا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

پیر دادؒ، شیخ:

دیکھیے شیخ پیر داد۔

تاج الدین محمود کلاں:

حضرت جی باباؒ کے اصحاب میں سے ایک سالک (مرزا حامد بیگ)

تُرکستان:

''فرہنگ فارسی'' جلد پنجم تالیف ڈاکٹر محمد معین کے مطابق ملک ترکستان، ایشیا میں واقع ایک علاقے کا نام، جس کے شمال میں سائبریا، مغرب میں بحرِ خزر، جنوب میں

Marfat.com

افغانستان، ہند اور تبت جبکہ مشرق میں مغلوستان ہے۔ اب یہ ملک روس اور چین کے مابین منقسم ہے۔ مغربی ترکستان میں ترکمنستان، اُزبکستان اور تاجکستان ہیں۔ ترکستان اور روس کو بحر خزر اور بحیرہ بالخاش جدا کرتے ہیں۔ اس کے جنوب میں افغانستان اور ایران ہے جبکہ مشرق میں مشرقی تُرکستان ہے۔ اس کی سرزمین ریگستانی ہے جو مختلف قوموں کے ناموں مثلاً آق قوم (ریگ سفید) قزل قوم (ریگ سرخ) قراقرم (ریگ سیاہ) سے جانی جاتی ہے۔ اس کے مشرق میں میانشان اور آلتائی پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ دریائے مرغاب اور زرفشان، اس ریگستانی علاقے کو سیراب کرتے ہیں اور دو دریا سیحوں اور جیحوں بحیرہ ارال میں گرتے ہیں۔

ترکستان کے مشرق اور جنوب میں واقع بعض پہاڑی درے، اپنی معتدل آب و ہوا اور حاصل خیزی کے لحاظ سے معروف ہیں جیسا کہ 'درہ فرغانہ' کو 'ایشیا کا بہشت' کہا جاتا ہے۔

مشرقی ترکستان کو آج کل ''سنک کیانگ'' کہتے ہیں۔ اس ملک پر بھی منگولیا کے بعض حصوں کی طرح چین کا اثر و نفوذ ہے۔ مشرقی ترکستان بالخصوص مغرب اور شمال مغرب میں بعض نواحی علاقے زمانۂ قدیم سے تہذیب و تمدن اور ثقافت کے مرکز اور چینی ہندوستانی اور ایرانی تاجروں کی گزرگاہ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں قدیم شہروں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کاشغر، یارقند اور خُتن تجارتی مراکز ہونے کے باعث مشہور رہے ہیں۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

تُلاؒ شیخ:

شاہجہاں کے عہد کے ایک ولی۔ حضرت جی باباؒ کے بیان کے مطابق شیخ تُلاؒ کا تعلق قدیمی شہر اٹک سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک نواحی آبادی حاجی شاہ سے تھا۔ شیخ تُلاؒ، حضرت مجدد الف ثانی (سرہندی) کے فرزند مولانا محمد معصوم کے مریدِ خاص تھے۔ ان کے مدفن کے آثار حاجی شاہ میں موجود نہیں (مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

تنگہ:

عہد عالمگیری میں رائج ایک سکہ (خواہ سونے کا ہو، چاندی یا تانبے کا) بحوالہ فرہنگِ عامرہ، لغاتِ کشوری، جامع اللغات۔ (مرزا حامد بیگ)

ٹھٹھہ:

سندھ کا قدیمی شہر، جو مغلیہ بادشاہوں کی علم و ہنر کی قدردانی اور سرپرستی کے باعث ایک اہم علمی مرکز بنا رہا۔ ٹھٹھہ نے بڑے بڑے نامور علماء، شعراء اور لغت نویس پیدا کئے مثلاً سید عبدالقادر بن سید ہاشم بن سید محمد ٹھٹھوی، مؤلف ''حدیقتہ الاولیاء''۔ عبدالرشید بن عبدالغفور الحسینی ٹھٹھوی مؤلف ''منتخب اللغات'' اور ''فرہنگ رشیدی''۔ سید میر محمد بن سید جلال ٹھٹھوی، مؤلف ''ترخان نامہ''۔ میر شیر علی قانع، مؤلف ''تذکرہ مقالات الشعرا'' اور ''معیارِ سالکانِ طریقت''۔ مخدوم محمد ابراہیم خلیل ٹھٹھوی مؤلف ''تکملہ مقالاتِ الشعرا''۔

ٹھٹھہ میں شاہ جہاں بادشاہ کی بنوائی مسجد اب بھی مغلیہ بادشاہوں کی یاد تازہ کر رہی ہے۔ یہ سندھ کا ایک اہم ضلع ہے۔ (محمد غفنفر علی وڑائچ)

جبریلؑ:

اللہ تعالیٰ جل شانہ، کے چار بڑے اور مقرب فرشتوں میں سے ایک، اللہ کی طرف سے اس کے انبیا اور رسل کے پاس وحی پہنچانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔
(محمد غفنفر علی وڑائچ)

جہضم الہمدانیؒ، ابوالحسین:

صاحب ''خزینتہ الاصفیا'' کے مطابق آپ کا اسم گرامی علی ابن عبداللہ بن حسین بن جہضم ہمدانی تھا۔ آپؒ شیخ طریقت تھے۔ حضرت شیخ کوبیؒ کے مرید رہے نیز جعفر

خلدیؒ سے فیض پایا۔ آپ کی ایک تالیف مسمی بہ ''بہجتہ الاسرار'' تھی۔ اس میں صوفیہ کی حکایات، احوال، مقامات، اذکار و کرامات تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اسی نام کی ایک مشہور کتاب ''بہجتہ الاسرار'' ہے جس میں صرف جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کمالات خوارق اور کرامات درج ہیں مگر یہ کتاب خواجہ شہاب الدین کی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ نے ۴۱۴ھ بمطابق ۱۰۲۳ء میں وفات پائی۔ میاں محمد عمر چکنیؒ نے ''ظواہر السرائر'' میں ''نفحات الانس'' از جامی کا حوالہ دیئے بغیر حضرت شیخ کا ذکر کیا ہے۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

حاجی خان:

ڈیرہ اسماعیل خاں کے قریب ایک قدیمی آبادی۔ ''تاریخ مخزن پنجاب'' کے مطابق قصبہ حاجی پور، نواب حاجی خان، غازی خان کے بیٹے کا آباد کیا ہوا شہر تھا، جو دریائے سندھ کے سمت دہنے کنارے ستائیس میل اور ملتان سے بہ جنوب مغرب پچانویں میل پر واقع ہے۔ پانی یہاں کا میٹھا ہے۔ نیل اور پوست بویا جاتا تھا اور افیون کثرت سے نکالی جاتی تھی۔ اس قصبہ میں ایک خانقاہ خواجہ نور محمد نارووالہ کی بہت مشہور ہے۔ یہ مزار 1206ھ/۹۲-۱۷۹۱ء میں اسلام خان، رشتہ دار نواب بہاولپور نے تعمیر کیا اور روضہ عالی شان بنوایا۔ مشرق کی طرف روضہ کے ساتھ ایک عالیشان دالان، مجلس وسماع کے لیے بنا ہوا ہے اور ایک حوض پانی کا بھی پختہ لائق تعریف ہے۔ میاں محمد عمر چکنیؒ ایک بار اس آبادی کے قریب سے گزرے تھے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

حاجی شاہ:

قدیمی شہر اٹک سے تقریباً سات ۷ کلومیٹر اور موجودہ اٹک شہر (سابقہ: کیمبل پور) سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع بڑا قصبہ ہے۔ اِن دنوں اس کی آبادی

Marfat.com

تقریباً ۲۷۰۰۰ ہے۔ ٹیلے پر آباد ہے۔ محمود غزنوی کے ایک جرنیل قطب الدین نے اسے بسایا۔ شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ جرنیلی سڑک پر واقع ہے۔ مُغلیہ دور میں اسے ایک اہم چوکی کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں ایک ایسی عمارت بھی موجود ہے جس میں سلطنت مغلیہ کے حکام کچہری کرتے اور عوام کی شکایات سن کر فیصلے صادر کرتے تھے۔ انگریز دور میں غالباً یہی چوکی بنگلہ کہلاتی رہی اور ریسٹ ہاؤس بنی۔ قیام پاکستان کے بعد اسے مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس مسجد کو ''بنگلہ مسجد'' کہتے ہیں۔ اس گاؤں کا ایک محلّہ لائن محلّہ کے نام سے مشہور ہے محض اس لیے کہ ریلوے لائن اس گاؤں سے گزرتی تھی۔ گل آباد نامی قدیم آبادی پر ریلوے سٹیشن تھا۔ یہ گل آباد اب حاجی شاہ کی ایک ڈھوک ہے۔ اعوان، موچی، تیلی اور دھوبی قدیم باشندے تھے۔ لنگر (تحصیل جنڈ) سے آئے ہوئے اعوانوں کے جدامجد کے نام سے 'حاجی شاہ' گاؤں موسوم ہے۔ انگریزوں کے عہد میں پراچہ قوم اپنی وفاداریوں کے صلے میں مالک بنی اور اب یہی پراچے اور میاں کرتا دھرتا ہیں۔ ایک مسجد مغلیہ دور کے اندرون دیہہ ہے جسے اندری (اندر والی) مسجد کہتے ہیں۔ شاہ اللہ داد نامی ایک بزرگ کا مزار بھی ہے۔ جن کا زمانہ تو معلوم نہیں، البتہ اُن کا وطن جلال آباد (افغانستان) بتایا جاتا ہے۔

حاجی شاہ کی زمین ریتلی ہے۔ مونگ پھلی کی کاشت کے لیے یہ علاقہ مشہور ہے۔ حاجی شاہ ہی میں حضرت جی باباؒ کی حضرت شیخ تلاؒ سے ملاقاتیں رہیں۔ شیخ تلاؒ کی قبر کے آثار حاجی شاہ میں نہیں پائے جاتے لیکن ان کا مدفن یقیناً حاجی شاہ کا قدیمی قبرستان رہا ہوگا۔ (مرزا حامد بیگ)

حبش:

سرزمین افریقہ میں ایک ملک ایتھوپیا کا قدیمی عربی نام ہے۔ سوڈان اور صومالی لینڈ کے درمیان واقع ہے۔ ''عدلیس ابابا'' اس کا صدر مقام ہے۔ اونچی سطح پر

Marfat.com

واقع ہے۔ گرمیوں میں بارش خوب ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے قہوہ اور کپاس پیدا ہوتی ہے۔ اس ملک سے ہاتھی دانت اور گوند باہر جاتے ہیں۔ یہ ملک ایک قدیم سلطنت ہے جو شاہ حبشہ کے ماتحت ہے۔ اسلام کے آغاز میں جب کفار مکہ نے مسلمانوں پر مظالم کی حد کر دی تو مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے حضرت جعفر طیار بن ابی طالبؓ کی قیادت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت حبشہ میں نجاشی بادشاہ کی حکومت تھی۔ اُس نے مسلمانوں کا موقف جاننے کے لیے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا۔ حضرت جعفر طیارؓ نے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے وہاں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نہایت مؤثر تقریر کی۔ جس سے نجاشی بادشاہ اور اس کے درباری نہایت متاثر ہوئے اور جب کفار مکہ کے حبشہ کے بادشاہ سے کہا کہ یہ ہمارے باغی ہیں، انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے تو اس بادشاہ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ حسبِ سابق حسنِ سلوک کرتا رہا۔ یوں کفار مکہ کا وفد بے نیلِ مرام واپس آیا۔ ۱۹۳۵ء میں اس پر اٹلی نے قبضہ کر لیا مگر شاہ حبشہ نے یو۔ این کی مدد سے پھر واپس لے لیا۔ آج اسی ایتھوپیا نے صومالیہ پر حملہ کر کے وہاں کی مسلم ملیشیا کو ختم کرنے کی ٹھانی ہوئی ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

حجازِ مُقدس:

سعودی عرب کا ایک صوبہ جو بحر قلزم کے ساتھ مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ میل ہے، مکہ اور مدینہ کے شہر اسی صوبہ میں واقع ہیں۔ قدیم و جدید عرب تہذیب کا گہوارہ ہے۔ دولت عثمانیہ کے سلطان سلیم اوّل نے جب مصر فتح کر لیا تو سرزمین عرب بھی دولتِ عثمانیہ کا حصہ بن گئی۔ جب شریفِ مکہ ابوالبرکات نے فتح مصر کی تہنیت اور کلید، خانہ کعبہ بھیجی تو اُس وقت سے سلطان سلیم نے ''خادم الحرمین الشریفین'' کا لقب اختیار کیا۔ جنگ عظیم اوّل تک یہاں پر ترکوں کی سیادت رہی اور حجاز، دولت

عثمانیہ کا ایک صوبہ رہا۔ مکہ شریف کی مناسبت سے یہاں کے حاکم کو گورنر کہنے کی بجائے ''شریف مکہ'' کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ دولتِ عثمانیہ کی طرف سے آخری شریف مکہ، حسین تھا جو انگریزوں کے ساتھ مل گیا اور دولت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ جنگِ عظیم اوّل کے دوران دولت عثمانیہ کے خلاف شریف مکہ کی قیادت میں عربوں کی بغاوت دولتِ عثمانیہ کی شکست کا ایک اہم سبب بنی۔ دولت عثمانیہ کی شکست کے بعد عربوں کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

حسن ابدال:

''تاریخ مخزن پنجاب'' کے مطابق سندھ ساگر دوآب ضلع راولپنڈی کا یہ ایک مشہور مقام اور پُر فضا جگہ ہے۔ حسن نام کا ایک ولی یہاں رہتا تھا، اسی کے نام سے یہ مقام مشہور ہے۔ ایک فقیر کا مقبرہ بھی اس پہاڑ کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ سکھ اس جگہ کو ''پنجہ صاحب'' کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شہر کے متصل چبلات ندی کے کنارے کے اوپر ایک استھان سکھوں کی زیارت گاہ بنایا گیا ہے۔ وہاں ایک پتھر کے اندر پنجہ کی شکل بنی ہوئی ہے۔ سکھ کہتے ہیں کہ بابا نانک نے یہاں پنجہ لگایا اور شکل پنجہ کی، پتھر پر نمودار ہوگئی اور قصہ اس کا یہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بابا نانک یہاں آئے اور شاہ ولی قندہاری سے، جن کا چلہ پہاڑ کی بلندی پر بنا ہوا ہے۔ پانی مانگا۔ انہوں نے نہ دیا۔ اُس وقت گرو نانک جی نے اپنے باطنی زور سے یہاں پنجہ مارا اور چشمہ پانی کا جاری ہوگیا۔ رنجیت سنگھ کے وقت یہاں بڑا تالاب اور پختہ مندر بنا۔ قصبہ حسن ابدال نہایت سرسبز و سیراب اور زرخیز مقام ہے۔ طرح طرح کے درخت اور بہت سے چشمے سرد وخوشگوار اس پہاڑ پر جاری ہیں۔ تالاب کے اندر مچھلیاں کثرت سے ہیں۔ شکاری وہاں آ کر شکار کھیلتے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے بھی اس پہاڑی کو سیر و شکار کے واسطے پسند فرمایا اور قلعہ پختہ بنا کر فوج یہاں مامور کی۔

Marfat.com

(''تاریخ مخزن پنجاب'' از مفتی غلام سرور، ناشر: دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سال اشاعت ۱۹۹۶ء)

عہد مغلیہ میں فارسی میں قصیدہ کو ترقی دینے والے مشہور شاعر عرفی شیرازی کے مُربی اور دربار اکبری کے ایک رکن حکیم مسیح الدین ابوالفتح گیلانی معروف بہ ابوالفتح گیلانی کا اکبر بادشاہ کے ساتھ کشمیر سے واپسی کے سفر میں انتقال ہوا۔ جسے اکبر کی ہدایت پر حسن ابدال میں دفن کیا گیا۔ اُن کی تاریخ وفات ۱۵۸۹ء ہے۔ مسیح الدین ابوالفتح گیلانی کا مقبرہ، حسن ابدال میں موجود ہے۔ (بہ حوالہ: ماہنامہ ''اجمل'' لاہور برائے دواخانہ حکیم اجمل خاں پرائیویٹ لمیٹڈ، ریلوے روڈ لاہور بابت: جولائی اگست ۱۹۹۶ء) حسن ابدال کی تفصیل کے دیکھیے: ''تاریخ حسن ابدال'' از پروفیسر منظور الحق صدیقی۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

خراسان:

پُرانے خراسان میں موجود خراسان اور ماوراء النہر کا مشرقی اور شمالی علاقہ شامل رہا ہے۔ موجودہ خراسان (ایران کا نواں صوبہ) کے شمال میں رُوس، مشرق میں افغانستان، جنوب میں کرمان و سیستان جب کہ مغرب میں اصفہان و گرگان ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۳۲۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ جب کہ اس کی آبادی '۳۰۰۷۵۸۱' ہے۔ اس کا مرکز مشہد مقدس ہے۔ گناباد، بیرجند، کاشمر، قوچان، سبزوار، نیشاپور، درہ گز اور فردوس دیگر اہم شہر اور مشہور دریا سمبار، اترک، گرگان، کشف رود اور ہری اُردو ہیں۔

(بہ حوالہ ''فرہنگِ فارسی'' از ڈاکٹر معین)

خضرؑ:

قرآنِ حکیم میں ایک ایسی شخصیت کا حوالہ ملتا ہے جو صحراؤں اور پانیوں میں بھٹکے ہوؤں کی مدد کرتی ہے لیکن اُس شخصیت کا نام قرآن حکیم میں نہیں ملتا۔ مُفسرین نے اسے

Marfat.com

''خضر'' کا نام دے دیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ شخصیت سکندر ذوالقرنین کے عہد میں لوگوں پر ظاہر ہوئی۔ حضرتِ خضر، سکندر کے ساتھ آبِ حیات کی تلاش میں گئے اور ظلمات میں چشمۂ آبِ حیواں کو پالیا۔ آبِ حیات پی کر حیات جاودانی پائی۔ سکندر ذوالقرنین وہ بادشاہ ہے جس نے یاجوج ماجوج کے علاقے کے گرداگرد کانسی اور دوسری دھاتوں پر مشتمل ایک دیوار کھڑی کر دی تھی، جہاں سے وہ باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ سکندرِ اعظم سے الگ شخصیت ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

خوشحال:

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ مصنف ''ظواہر السرائر'' کے مطابق حضرت خوشحال کو حضرت سرالاعظم جی باباؒ سے قلبی تعلق تھا۔ وہ اپنے احوال سے حضرت سرالاعظمؒ کو آگاہ کیا کرتے تھے اور اُن کے احوال رو بہ ترقی تھے۔ پھر ایک شیخ جن کا نام ''ظواہر السرائر'' میں مذکور نہیں، اس علاقے میں وارد ہوئے۔ حضرت خوشحال انہیں دیکھنے گئے تو ان کی رغبت، آمدہ شیخ موصوف سے ہوگئی اور اِس طرح اُن کا میلان حضرت سرالاعظم کی طرف کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ اب وہ اپنے احوال کا ذکر کرنے سے بھی کترانے لگے۔ جس پر حضرت سرالاعظم جی باباؒ کی طرف اُن کا مواخذہ کیا گیا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

دام:

تانبے کا ایک سکہ۔ جس کا وزن پانچ ٹانک (یعنی ایک تولہ، آٹھ ماشے، سات سرخ) ہوتا تھا۔ دام کے نام سے یہ سکہ جلال الدین محمد اکبر کے عہد سے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک رائج رہا۔ عہدِ اکبری سے قبل اسی سکے کو پیسہ یا بہلوی کہا جاتا تھا۔ اس سکے کی ایک جانب دارالضرب کا مقام کنندہ ہوتا تھا اور دوسری جانب سنہ اور مہینہ درج ہوتا تھا۔ عہدِ اکبری میں دام، دو دھیلے یا چار پاؤلی یا آٹھ دمڑیوں کے برابر ہوا کرتا تھا۔

(مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

دلدار بیگؒ:

صاحبِ حیثیت مغل زادے، جو رُوحانیت میں بلند مرتبے پر فائز تھے۔ دُنیوی لذتوں سے مُنہ موڑ رکھا تھا۔ ہمیشہ بھُوکے پیٹ رہتے۔ حضرت جی باباؒ کے بیان کے مطابق تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' میں انہیں غریب الوطن لکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دلدار بیگؒ کا تعلق علاقہ چھچھ اور اٹک سے نہ تھا۔ اوائل جوانی میں کہیں دُور سے حضرت جی باباؒ کی صحبت میں رہنے کے لیے اٹک تشریف لائے تھے۔ بعد میں اُن کے بڑے بھائی بھی اٹک آ گئے تھے۔

دلدار بیگؒ ایک نفس میں اڑھائی ہزار مرتبہ اثبات و نفی کا ذکر کرنے پر قادر تھے۔ حضرت جی باباؒ آپ کو ولی مانتے تھے۔ (دیکھیے: ''ظواہر السرائر''، صفحہ ۳۴۱۔ (الف) نسخۂ داوُدی (مرزا حامد بیگؒ)

دولتؒ، شیخ:

حضرت جی باباؒ کے مُخلص رفقاء میں سے ایک۔ (مرزا حامد بیگ)

دوست محمد پاپیتیؒ:

حضرت سعدی بلخاریؒ کے عقیدت مند اور مُرید تھے۔ ان کا تعلق بُرہان پور (وسطی ہندوستان) سے تھا۔ (مرزا حامد بیگ)

ڈیرہ اسماعیل خان:

''تاریخ مخزن پنجاب'' تالیف مفتی غلام سرور کے مطابق: صوبہ سرحد کا مشہور شہر اور ضلعی صدر مقام، جو دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر واقع ہے۔ شہر کے مغربی حصہ میں پٹھان اور مشرقی حصہ میں بلوچ، جاٹ اور افغان آباد ہیں۔

پہلے اس علاقے پر راجہ ٹل اور بل دو بھائی حکومت کرتے تھے۔ پرانا قلعہ اُن کا

Marfat.com

دریائے سندھ کے دہنے کنارے پر بلوٹ کے متصل مشہور ہے کہ اب بھی اس کی تعمیر کے نشان موجود ہیں۔ پرانا بلوٹ، راجہ بل کا آباد کیا ہوا تھا۔ جس کو جنوب کے ملک کی طرف سے بلوچوں نے غلبہ پا کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور مسمی اسماعیل خان ہوت نے (جس کے نام سے ڈیرہ اسماعیل خان مشہور ہے) اپنی قوم کے ڈیرہ غازی خان کی طرف سے آ کر بمقام ببر، جو بارہ کوس ڈیرہ اسماعیل خان سے جنوب کو ہے، سکونت اختیار کی اور تمام علاقہ میں اپنا تسلط جما لیا اور موقع و پسند دیکھ کر بتاریخ بائیسویں ماگھ ۱۶۱۹ بکرمی میں اس شہر کی بنیاد رکھی۔ اکبر بادشاہ کی سلطنت کے شروع تک اس شہر میں اڑھائی ہزار گھر آباد ہو گئے تھے اور بڑی بڑی حویلیاں و قلعہ اور باغات، بلوچوں کے بن چکے تھے۔ ۱۶۷۵ء بکرمی میں دریائے سندھ نے شہر کی طرف رخ کیا اور پانچ برس کے عرصہ میں وہ بارونق شہر دریا بُرد ہو گیا۔ ایک سال کے عرصہ تک شہر کے رہنے والے گردونواح کی آبادیوں میں منتشر رہے۔ ۱۸۸۱ بکرمی میں اس شہر کی جواب موجود ہے، آبادی شروع ہوئی اور اسماعیل خان ہوت اور اُس کی اولاد پانچ برس تک حکومت کرتی رہی۔ آخری رئیس نصرت خان، بادشاہ احمد شاہ درانی کے حکم سے کابل میں قید ہوا اس لیے کہ اس نے اپنے آباؤ اجداد کے برخلاف اطاعت، شاہ کابل کی چھوڑ دی اور خراج دینا موقوف کر دیا تھا۔

اُس کی معزولی کے بعد عبدالرحیم نامی حاکم اس علاقہ کا کابل سے مقرر ہو کر آیا۔ تیمور شاہ بن احمد شاہ درانی کی اخیر حکومت تک وہ فرمان روا رہا۔ جب تیمور شاہ کے بیٹے شاہ زمان بادشاہ کا وقت آیا تو نواب محمد خان سدوزئی بہادر خیل سرفراز خان خطاب پا کر حاکم اس علاقہ کا قرار پایا۔ یہ شخص منجملہ جاگیرداران، خطہ ملتان نواب مظفر خان کا نائب تھا۔ وزیر رحمت اللہ خان کی سعی سے بادشاہ نے یہ علاقہ اُس کی حکومت میں دے دیا۔ جب شہزادہ ہمایوں (بڑا بھائی شاہ زمان بادشاہ کا) برائے حصول سلطنت چند لڑائیاں شاہ زمان بادشاہ سے لڑا اور شکست کھا کر اس ملک میں آیا تو نواب محمد خان نے شہزادہ ہمایوں

Marfat.com

کومع اس کے عیال واطفال، قید کر کے کابل روانہ کر دیا۔ اس خدمت کے عوض میں یہ تمام علاقہ دامن کوہ کا، بعوض ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کے نواب کے نام حسبِ درخواست محمد خان دربار شاہی سے مل گیا۔ جب کابل کی سلطنت میں کمال سستی آ گئی تو اس نے بھی خراج دینا چھوڑ دیا لیکن رنجیت سنگھ والئی لاہور کے حملوں سے اس کو کمال دِقت تھی اور فوج بھی اس نے کافی رکھی تھی۔ اُس نے اپنی امداد کے لیے چند بار بحضور شاہ کابل عریضے لکھے اور اپنی حالت کا اظہار کیا مگر کچھ بندوبست نہ ہوا۔ آخر اس نے کچھ رقم بحضور شاہ کابل روانہ کر کے یہ عہدہ نواب شیر محمد خان عرف شاہ نواز خان (اپنے نواسے) کے نام منتقل کر دیا۔ منتظم امور ریاست کا، حافظ احمد خان (شیر محمد خان کا باپ اور نواب قمر خان کا داماد) قرار پایا۔ انگریزی عہد حکومت میں جب پنجاب کے چھ شہروں کو پنجاب سے جدا کر کے اسے شمال مغربی سرحدی صوبہ کا نام دیا گیا تو یہ علاقہ بھی صوبہ سرحد میں شامل کیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی یہ صوبہ سرحد کا ہی حصہ ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ذوالنون مصریؒ:

ثوبان بن ابراہیم اخمیمی مصری، ملقب بہ ابوالفیض، نوبہ کے رہنے والے اور موالی تھے۔ آپؒ ایک صاحب فصاحت و حکمت، عارف شمار کیے جاتے ہیں۔ معتزلہ سے اختلاف کی بنا پر آپؒ پر کُفر کی تُہمت لگا دی گئی جس پر متوکل عباسی نے آپ کو طلب کیا اور جب آپ کا کلام سنا تو آپ کو رہا کر دیا۔ پھر آپ واپس مصر چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

رابعہ بصریؒ:

یہ مشہور ولی اللہ خاتون، قیس بن عدی کے قبیلہ سے تھیں۔ صوفیائے کرام میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ غریب گھرانے سے تھیں۔ بچپن ہی میں ان کو بدوی اٹھا کر لے گئے اور بطور لونڈی فروخت کر دیا۔ بعد ازاں اُن کے آقا نے اُن کی نیکی اور عبادت گزاری

Marfat.com

دیکھ کر انہیں آزاد کر دیا۔ اس کے بعد وہ تارک الدنیا ہو گئیں اور عبادات میں اوقات بسر کرنے لگیں۔ پہلے کچھ عرصہ بادیہ میں رہیں، پھر بصرہ میں مقیم ہو گئیں۔ اسی وجہ سے ان کو رابعہ بصری کہتے ہیں۔ اُن کے پند و نصائح بہت مشہور ہیں۔ اکثر فاقہ ہو جاتا، مگر کسی سے کچھ نہ مانگتی تھیں۔ جو کچھ ملتا اس میں اپنی ضرورت سے قطع نظر بہت سا خیرات کر دیتی تھیں۔ بعض کتابوں میں ان کی کرامات بھی بیان کی گئی ہیں۔

مولانا جامی کے مشہور تذکرے ''نفحات الانس'' (فارسی) میں ''فی ذکر النساء العارفات واصلات'' کا آغاز آپ کے نام سے کیا گیا ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

رامین:

قدیم ایرانی، رُومانی داستان ''ویس و رامن'' کا ایک کردار۔ ویسہ کا عاشق۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: ''ویسہ''۔ (مرزا حامد بیگ)

روم:

ایک مشہور ملک کا نام، جس کا کچھ حصہ ایشیا میں ہے۔ جو ایشائی روم کہلاتا ہے۔ کسی زمانہ میں روم کی حکومت تمام دنیا پر غالب تھی۔ اخیر زمانہ میں اس کے دو حصے ہو گئے اور مشرقی حصہ کا نام، روم قرار پا کر قسطنطنیہ (موجودہ نام: استنبول) اس کا دارالحکومت مقرر ہوا۔ سلطان محمد فاتح نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کر لیا۔ جب تک ''دولت عثمانیہ'' قائم رہی، ترکوں کا دارالخلافہ قسطنطنیہ ہی رہا۔ یہاں کا ترک شہنشاہ، سُلطانِ روم کہلاتا تھا۔ جنگ عظیم اوّل (۱۸-۱۹۱۴ء) میں بوجوہ ترکوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ عظیم اوّل کے خاتمے پر اتاترک نے خلافت کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت بنائی اور قسطنطنیہ کی بجائے انقرہ کو اپنی حکومت کا صدر مقام بنایا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

سامری:

حضرت موسیٰ کے زمانے میں سامرہ کا رہنے والا ایک شخص۔ سامرہ، فلسطین

Marfat.com

وسطی کا مشہور شہر تھا۔قرآنِ پاک میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم کا ایک جادوگر تھا، جس نے بنی اسرائیل کو فریفتہ کر کے گوسالہ زریں یعنی سنہری بچھڑے کی پرورش پر آمادہ کر لیا۔ سامری جادوگر نے بنی اسرائیل سے کہا کہ وہ اپنے زروجواہر اسے دیں تاکہ وہ انہیں آگ میں ڈال کر پگھلا لے اور اُس سے ایک سنہری بچھڑا بنائے جو آوازیں نکالتا ہو۔قوم بنی اسرائیل حضرت ہارون علیہ السّلام کے ایسا کرنے سے روکنے اور ڈرانے کے باوجود اُس بچھڑے کی پرستش کرنے لگی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے سامری سے ایسا کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے ایک چیز کو دیکھا ہے، جسے ان لوگوں نے نہیں دیکھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نشانی ہے۔سامری، بطور جادوگر ایک لیجنڈ ہے۔متعدد داستانوں میں سامری جادوگر کو ایک منفی کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔(محمد غضنفر علی وڑائچ)

سرائے پیر جلال:

تذکرہ ''ظواہر السرائر'' میں بتائے گئے محلِ وقوع سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ دریائے جہلم کے کنارے شیر شاہ سوری روڈ کا کوئی مقام تھا۔(مرزا حامد بیگ)

سروالہ:

حضرت جی باباؒ کے پردادا شیخ ہویاؒ، ماوراء النہر ملک تُرکستان (وسط ایشیاء) سے ہجرت کر کے اسی گاؤں میں آباد ہوئے۔شکردرہ کے قریب یہ گاؤں کیمبل پور (موجودہ اٹک شہر) سے کوئی چار کلومیٹر دُور ہے۔اب شکردرہ اور پنڈوال نامی گاؤں بھی سروالہ کے ساتھ آ ملے ہیں اور سروالہ شکردرہ کے نام سے موسم آبادی تقریباً دس ہزار پانچ سو (۱۰۵۰۰) نفوس پر مشتمل ہے۔سروالہ کے قدیمی قبرستان کے ایک سرے پر حضرت جی بابا انکیؒ کے والد بزرگوار حضرت شیخ پیر دادؒ، حضرت جی باباؒ کے جدِ امجد حضرت ہویاؒ اور حضرت جی باباؒ کے دادا حضرت شیخ الیاسؒ کے مزارات ایک ہی احاطے میں ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ الیاس نے بارہویں صدی ہجری کی چوتھی دہائی میں تقریباً سوسال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے مزار کا کتبہ ایسا نہیں ہے جس سے معلومات میسر نہ آسکیں۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے بابا آہنگری کے پیشہ سے متعلق تھے۔ اپنے اوصاف اور اپنی حقیقت کو لوگوں چھپاتے رہے مگر آشکار ہو گئے۔ لیکن یہ معاملہ تو حضرت ہویاؒ کا تھا۔

(مرزا حامد بیگ)

سرہندیؒ، شیخ احمد:

ابوالبرکات، مجدد الف ثانی، ''مخدوم شیخ عبدالاحدؒ کے صاحبزادے، جو شیخ عبدالقدوسؒ گنگوہی کے مُریداور خود بھی ایک صاحب علم بزرگ تھے۔ تاریخ ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء؛ مُولد سرہند۔ سلسلۂ نسب جناب فاروق اعظم حضرت عمرؓ ابن الخطاب سے ملتا ہے۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو سرہند آ کر درس وتدریس کی طرح ڈالی، لیکن طلبِ علم کا شوق انہیں پھر کشاں کشاں رُہتاس اور جونپور لے گیا۔ اکبرآباد میں بھی قیام رہا، جہاں ابوالفضل اور ابوالفیض فیضی سے صحبت رہی۔ طریقۂ چشتیہ کے علاوہ طریقۂ سہروردیہ اور طریقۂ قادریہ میں بھی داخل ہو چکے تھے اور اپنے ایک استاد شیخ یعقوب کشمیریؒ کی بدولت اگرچہ طریقۂ کبرویہ سے بھی استفادہ کیا تھا، لیکن اس کے باوجود اطمینان کلی سے محروم تھے۔ ۱۰۰۸ھ میں دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے آپؒ سے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے کمالات کا ذکر کیا تو آپ کو وہاں جانے کا شوق ہوا۔ جس پر مولانا حسن کشمیری آپ (حضرت مجدد صاحبؒ) کو حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ (حضرت مجددؒ) نے چند ہی دن ان کی صحبت میں گزارے تھے کہ وہ بے اطمینانی، جس سے دل میں خلش رہا کرتی تھی اطمینان میں بدل گئی۔ آپ (حضرت مجددؒ) نے باقاعدہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۹ء میں آپ کو جہانگیر نے آگرے میں طلب کیا۔ آپؒ کے مخالفین نے جہانگیر کو بہکایا تھا کہ

حضرت مجددؒ اپنے اپنے بعض دعاوی میں حدود شریعت سے تجاوز کر گئے ہیں۔ آپؒ دربار شاہی میں پہنچے تو جہانگیر بڑی بے ادبی سے پیش آیا۔ آپ کو مغرور اور متکبر ٹھہرایا اور اس عذر میں کہ آپؒ اپنے احوال باطن کی اصلاح کر سکیں آپ کو قلعۂ گوالیار میں قید کر دیا۔ اس دوران میں آپ نے اپنے روحانی مراتب میں بالخصوص ترقی کی۔ سال بھر بعد جب جہانگیر نے آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا تو اُس کے دل میں حضرت مجددؒ کی عظمت راسخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس نے حضرت مجددؒ کو اجازت دی کہ جی چاہے تو سرہند واپس تشریف لے جائیں اور جی چاہے تو لشکر شاہی کے ساتھ رہیں۔ علاوہ اس کے خلعت فاخرہ بھی عطا کیا۔ حضرت مجددؒ نے اپنی دعوت کے پیش نظر لشکر کے ساتھ رہنا پسند کیا، چنانچہ کئی ایک مہموں میں آپ بادشاہ کے ساتھ رہے۔ بعدازاں بادشاہ کی اجازت سے سرہند واپس آ گئے، جہاں ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزار مبارک سرہند ہی میں ہے اور ارادت مندوں کے لیے زیارت گاہ ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲)

سعدی بلخاری ثُم لاہوریؒ:

اصل نام: محمد صادق المعروف پیر پٹھان، سعدی بلخاری۔ آپ حضرت آدم بنوری علیہ رحمت (م:۱۳ شوال ۱۰۵۳ھ، مطابق ۲۵ دسمبر ۱۶۴۳ء) کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ جب کہ حضرت سرالاعظم: محمد یحییٰ اٹکی المعروف حضرت جی باباؒ آپ کے مُرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت سعدی بلخاریؒ کا بچپن ایمن آباد، گوجرانوالہ میں گزرا۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ نے تذکرہ ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ داؤدی) کے صفحہ ۳۵۸ تا ۳۷۰ (ب) پر حضرت سعدی بلخاریؒ کے مرض الموت میں مبتلا ہونے، رحلت اور بعداز رحلت کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ ان حالات و واقعات کے راوی حضرت سعدی بلخاریؒ کے مُرید اور عقیدت مند ہیں۔

Marfat.com

میاں محمد عمر چمکنیؒ لکھتے ہیں: ''مولانا حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کے مُرشد حضرت سعدی بلخاریؒ کے فُقرا میں سے ایک فقیر مولانا عنایتؒ ہیں۔ مولانا کا کہنا ہے کہ ایک دن حضرت ایشاں علیہ رحمتہ (سعدی بلخاریؒ) نے اُسی باغ میں، جہاں اب آپؒ کا مزارِ فیض آثار ہے، کھانے کی دعوت کی۔ جب دستر خوان بچھایا گیا تو آپؒ کے تمام اصحاب حاضر تھے۔ آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) اور سب اصحاب کھانا تناول کر رہے تھے اور آنحضرت کے پاس ایک مُولی پڑی ہوئی تھی، جسے آپ نے اٹھایا اور پھر اسے اُسی جگہ رکھ دیا، جہاں کہ پہلے پڑی تھی اور فرمایا کہ فقیر کی تُربت کی جگہ یہی ہے۔ اگرچہ آنحضرتؒ اکثر اوقات امراض کا شکار ہو جانے پر بیمار رہا کرتے تھے لیکن اُن ایام میں آنحضرتؒ کی بیماری اور مرض شدّت اختیار کر گئے اور آپ صاحبِ فراش ہو گئے۔

مولانا عنایتؒ نے یہ بھی کہا کہ آنحضرت (سعدی بلخاری) نے صاحبِ فراش ہونے کے ایام میں ایک دن مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ فلاں فلاں گاؤں میں تقریباً چالیس پچاس عورتیں ہیں، اُن سب کے لیے ایک ایک چادر پہنچا دو اور اُن سے درخواست کرو کہ وہ ہمارے ایمان کی بقا کی دعا کریں اور ایسا کرنے کے بعد جلد واپس آ جاؤ۔ میں نے حسب الحکم سب کچھ کیا۔ جب واپس آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں فلاں گاؤں میں تقریباً چالیس پچاس بیوہ عورتیں ہیں، جن کے پاس پہننے کے لیے جوتے نہیں ہیں، اُن سب کو جوتے فراہم کرنے چاہئیں اور اُن سے ہمارے خاتمہ بالخیر کی استدعا کرنی چاہیے۔ ایسی دُعا کروانا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا کچھ ہی کیا تھا۔ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر بوڑھی عورت سے فرمایا کہ اے بڑھیا مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

اس طرح ہر آشنا و بیگانہ، آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کے خلقِ کریمانہ سے آسودہ تھا اور بیوگان، یتیموں اور بیکسوں کی ایک بڑی تعداد، آپ کے کرمِ عمیم کے باعث خوشحالی کی زندگی بسر کر رہی ہے اور ہر شش ماہی میں آپ انہیں اس قدر غلہ بھیج

Marfat.com

دیتے ہیں جواُن کی چھے ماہ کی ضروریات کو بہ طریق احسن پورا کرتا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کو جداگانہ طور پر اُن کی ضرورت کا لباس اور ضروریاتِ زندگی بہم پہنچانے کے لیے نقد رقم آپ کی جانب سے پہنچادی جاتی ہے۔

مولانا نظامیؒ نے کہا کہ آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کی بیماری کے آخری ایام میں میں اور مولانا تاج الدین محمود کلاںؒ، حجرے میں آپؒ کے سامنے بیٹھے تھے کہ وہ چارپائی جس پر آپ دراز تھے، اچانک زمین سے اٹھ کر فضا میں بلند ہوگئی، جیسے پارہ ہوا میں ہوتا ہے۔ پھر وہ چارپائی فضا سے زمین پر آ گئی تو آپ نے فرمایا، یہ کُوچ کی علامت ہے اور یہ کہ آج کے دن کو یاد رکھنا۔ اِس واقعہ کے رونما ہونے کے کچھ دنوں بعد آپ اِس دنیا سے کوچ کر کے ہمیشہ رہنے والی دنیا میں چلے گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت سعدی بلخاریؒ کے بڑے بیٹے اور خلیفہ اوّل کا بیان:

حضرت خواجہ محمد عیسیٰ (اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ رکھے) فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت (سعدی بلخاری) قدس سرہ صاحبِ فراش تھے۔ ایک دن فرمایا کہ حضرت پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ظہور فرمایا، سب اصحاب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ تھے۔ ان اصحاب میں سے حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تمہارا آزار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خود ملاحظہ فرما رہے ہیں اور اُس کے علاوہ کچھ نہ کہا۔ کچھ مدت بعد آپؒ رحلت کر گئے۔ حضرت خواجہ (محمد عیسیٰؒ) نے یہ بھی فرمایا کہ دایۂ اسلامی (کنیز)، آنحضرتؒ کی رحلت سے پانچ دن پہلے مسلسل بیدار رہ کر آپؒ کی تیمارداری کی خدمت بجا لائی۔ اس کثرتِ بیداری کے باعث آنحضرتؒ کی چارپائی کے قریب ہی نیند نے اسے آلیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے ظہور فرمایا اور تاکید کی کہ جب ہمارا بیٹا سعدی بلخاریؒ دنیا سے رحلت کرے تو کوئی بھی ان کا نام لے کر گریہ و ماتم نہ

کرے۔ ہر ایک کو چاہیے کہ ''یا امام'' کہہ کر گریہ وزاری کرے، اس لیے کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں۔ پس اِن کی رحلت کے بعد ہمارے فرزندوں کے نام پر ان کے لیے یا امام کہہ کر گریہ و ماتم کرو۔

حضرت سعدی بلخاریؒ کے چھوٹے بیٹے کا بیان:

خواجہ محمد یوسف نے کہا کہ میں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے مرضِ اخیر میں زیادہ تر آپؒ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا۔ آپؒ مرض کی تکلیف اور شدّت کے باوجود اپنی نمازیں نہایت احتیاط کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور کسی وقت بھی فرائض وسنن کی ادائیگی میں معمولی کوتاہی بھی نہیں کرتے تھے اور اُن دنوں کوئی چیز نہیں کھاتے تھے۔ کبھی کبھی چاول اور شوربے کے چند قطرے آپ کے منہ میں ڈالے جاتے۔ ان ایام میں آپ بواسیر اور دائی قبض کی شدید تکالیف میں مبتلا تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ حاجت محسوس کر کے بیت الخلا جاتے لیکن وہاں کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ جب حبس البول کی تکلیف تھی تو آپؒ پیشاب کرنے کے لیے بہت کوشش کرتے، لیکن پیشاب کی بجائے خون نکل آتا۔ اس ضعف وکمزوری کے باوجود آپؒ استنجا اور طہارت نہایت باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔ جب تک آپؒ میں بیٹھنے کی قوت باقی رہی، بیٹھ کر نماز ادا کرتے رہے اور جب آپؒ کے اعضا مبارک حرکت کرنا چھوڑ گئے تو اس وقت آپؒ اشارے کنائے سے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کبھی کبھی فرماتے، مجھے اٹھاؤ اور سر کے نیچے تکیہ رکھ کر بیٹھ جاتے۔ بروز اتوار غرہ ربیع الثانی ۱۱۰۸ ہجری قمری کو آپؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اپنے پاس طلب فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تو ہمارا فرزند ہے اور اگر میں کبھی تمہیں سخت بات کہوں یا درشت کلامی کروں تو یہ محض تمہاری ہدایت وارشاد کے لیے ہے۔ اب جو ہماری طرف سے تمہیں تکلیف وآزار پہنچا ہے تو ہمیں معاف کردے اور ہم تمہیں اپنے سارے حقوق بخشتے ہیں۔ میں آداب بجالایا اور کہا کہ میں آپؒ پر کیا حق رکھتا ہوں، لیکن جب آپ کہتے

Marfat.com

ہیں تو میں نے معاف کیا۔ بعد ازاں آپؒ نے فرمایا کہ اس گھر کی دایۂ اسلامی (کنیز) کے پاس تقریباً چار پانچ سوٹنکہ ہے، اور حلال کی کمائی سے ہے، اسے لے لیجیے اور ہمارے اس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد اس رقم سے دستبرداری اختیار کر لیں۔ گودام میں جو غلہ پڑا ہے، وہ حلال کی کمائی سے ہے۔ تم اس غلے سے فقرا و مساکین کے لیے چالیس دن تک کھانا تیار کرا کر انہیں کھانا مہیا کرو گے۔ علاوہ ازیں مبلغ چالیس روپے وجہ حلال سے دایۂ اسلامی (کنیز) کے پاس موجود ہیں ان میں سے ایک روپیہ مطبخ کے خرچ کے لیے، جبکہ بقیہ رقم دوسری ضروریات پہ صرف کرو۔ اس کے علاوہ مبلغ پچاس روپے دایۂ اسلامی کے پاس موجود ہیں جو حلال کی کمائی سے ہیں، انہیں چہلم کے دن فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے پر صرف کرنا۔ جب آنحضرتؒ دوسری مرتبہ حرمین شریفین تشریف لے گئے تھے تو آپ نے ان دایۂ اسلامی (کنیز) کو اٹھارہ اشرفی میں خریدا تھا اور وہ حضرتؒ کی جملہ مہمات اور امور کی مکلّف و ذمہ دار تھی اور نہایت استقامت کے ساتھ اپنی ذمہ داری انجام دیا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ صاحب کشف و کرامات بھی تھی اور آنحضرتؒ اُس سے بڑے ہی خوش تھے۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں کہ یہ دایۂ اسلامی (کنیز) سارا دن مطبخ میں کھانا تیار کرنے کے بعد اصحاب، فقرا و مساکین، نیز گھر والوں اور مُریدین کو کھانا مہیا کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ جبکہ رات کو ہر وقت ہمارے لیے گرم اور ٹھنڈا پانی لاتی رہتی ہے اور کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوتا کہ ہمیں کوئی کام درپیش ہو اور وہ کام اس سے کہنا پڑے۔ ابھی ہم نے اسے کام کا کہا بھی نہیں ہوتا تھا کہ وہ کام یا تو وہ کر رہی ہوتی ہے یا کر چکی ہوتی ہے۔ پس آپ (سعدی بلخاریؒ) نے فرمایا: اگر اٹھارہ اشرفی کی بجائے اٹھارہ سو اشرفی میں بھی اسے خریدا ہوتا تو تب بھی یہ سستا سودا تھا۔'' بعد ازاں فرمایا کہ نسیمؒ، جو کہ سفر و حضر میں میرے ساتھ رہتا ہے، اس کے پاس چند پارچہ جات ہیں جو کفن کے لیے کافی ہیں۔ ہمارا کفن ان کپڑوں سے بنانا اور اگر کوئی شخص ان کپڑوں کے علاوہ کوئی اور کپڑا لائے تو

Marfat.com

اسے کفن کے لیے استعمال میں نہ لانا۔

آپ (سعدی بلخاریؒ) اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کا نام زبان پر لائے اور فرمایا کہ اس نے نہایت احتیاط کے ساتھ وضو اور طہارت کرنے کے بعد، بیلوں سے ہل چلا کر کپاس کا بیج بویا ہے، جب بھی اس نے زمین کو پانی دیا ہے وضو اور طہارت کرنے کے بعد دیا ہے اور جب کپاس کو پھل لگتا ہے تو وہ باوضو ہو کر کپاس چنتا ہے اور پاکیزگی کی حالت میں بنولوں سے روئی جدا کرنے کے بعد اس روئی کو ولایت سواد (موجودہ نام: سوات) کے ایک گاؤں، اسلام پور میں بھیج دیا جاتا ہے وہاں حضرت بزرگؒ (آدم بنوریؒ) کے ایک بہت بڑے صحابی حضرت مولانا محمد نورؒ کی ہمشیرہ اور غوث الخلایق حضرت اخوند درویزہؒ کی نواسی طہارت کامل اور نہایت پاکیزگی کے عالم میں اس روئی کو کاتتی ہے اور کاتنے کے بعد لاہور بھیجتی ہے۔ وہ عفیفہؒ، حضرت ایشان (سعدی بلخاریؒ) کی روحانی شاگردہ ہے اور کشف و کرامات کی حامل اور حیران کن عادت کی حامل ہے۔ بعدازاں ایک نیاز مند اور محبوب مولانا کمال جولاہہ، باوضو و طہارت ہو کر اس سُوت کو بنتے ہیں۔ پھر اس بنے ہوئے کپڑے کو گجرات بھیجا جاتا ہے، وہاں ایک صاحب احوال و کمال دھوبی اس کپڑے کو دھوتا ہے، البتہ ہمارے کفن کے لائق اور شایان یہی کپڑا ہے اور اس کپڑے پر جن لوگوں نے کام لیا ہے وہ سب کے سب اولیاء کرام ہیں۔ اولیاء کرام کو آپ سے پوری طرح آگاہی ہے اور ان سب اولیاء نے ان پر کام کیا ہے اور دوران کام اس کپڑے کے ایک گوشے میں ایک روپیہ باندھا ہے اور حلال کمائی کی رقم سے اس روپے کو قبر بنانے والے گورکن کو دینا چاہیے کہ یہ اس کے کام کا صلہ اور مزدوری ہے۔ آنحضرتؒ کی رحلت کے بعد آپؒ کی نعش مبارک لائی گئی۔ آنحضرتؒ کے طاہر و پاکیزہ مریدین نے لحد مبارک کی تکمیل کے بعد لحد کی اینٹوں کی چنائی کا کام کیا۔ قصہ کوتاہ، آنحضرتؒ کے متعلق جو بھی خدمت یا کام انجام دیے گئے، ان خدمات انجام دینے والوں نے سارا کام باوضو ہو کر انجام دیا۔ اگر اتفاق سے کوئی کام

Marfat.com

ایسا نکل آتا کہ آپؒ کے اصحاب اس کام کے انجام دینے سے عاری ہوتے تو آپؒ اپنی زندگی میں وہ کام کسی اور کے سپرد کردیتے۔ جس کسی کے بھی کام سپرد ہوتا، اسے باوضو ہونے اور طہارت و پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیتے اور اس کے بعد کام اس کے سپرد فرماتے۔

آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) نے قبل از رحلت کہا کہ جب بھی نماز کا وقت ہو ہمیں اطلاع کرو اور اگر کوئی شخص ہمیں باخبر کرنے میں سستی اور کاہلی سے کام لے گا اور اس کی وجہ سے ہماری نماز فوت ہوگی، تو اس کی ذمہ داری اس پر ہوگی، جس کی اسے سزا ملے گی۔ بعدازاں آپ لیٹ گئے۔ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو ہم نے مطلع کردیا۔ آپؒ نے اشارے کنائے سے نماز ادا کی اور جو باتیں ضروری تھیں وہ کہہ دیں۔ جب چہارشنبہ (بروز بدھ) کی رات آدھی گزر گئی تو آپ نے فرمایا: ''شربت لائیں۔'' وہ ہم نے حاضر کردیا۔ لیکن آپؒ نے اس کا پینا موقوف کردیا اور استعمال میں نہ لائے۔ جب رات تھوڑی سی رہ گئی تو آپ نے فرمایا، چاول شوربا تیار کریں۔ وہ ہم نے حاضر کیا اور آپ نے وہ بڑا پیالہ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑلیا اور اس میں سے تھوڑا سا تناول کیا، جبکہ باقی کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب آپس میں تقسیم کرلیں اور کھالیں۔ جسے سوائے حضرت عیسیٰ (اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ قائم رکھے) کے کسی ایک شخص نے بھی نہ کھایا۔ اس موقع پر آپؒ ہر ساعت اپنا دست مبارک اپنی ڈاڑھی پر پھیرتے جاتے۔ چند روز ہوگئے تھے کہ آپؒ اپنی ڈاڑھی کو کنگھی نہ کرسکتے تھے۔ میں عرض پرداز ہوا: ''اگر آپ حکم دیں تو ہم آپؒ کی ڈاڑھی کو کنگھی کردیں۔ آپ نے بڑی بشاشت سے فرمایا: ''ہاں ایسا کردیں۔'' میں نے کنگھی کو گیلا کیا اور ڈاڑھی پر پھیرا۔ بعدازاں جب مسجد میں نماز کی اذان دی گئی تو اذان کی آواز آپ کے گوشِ مبارک میں پہنچ گئی۔ اذان کی آواز سنتے ہی آپؒ نے تبسم کیا، پھر اشاروں سے نماز صبح ادا کی اور وہاں جو کوئی بھی موجود تھا سب سے فرمایا کہ وہ نماز ادا کریں۔ اور وہ دن بروز بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ تھا اور برج عقرب میں

Marfat.com

تحویل آفتاب کونواں دن تھا۔ سب لوگ بیٹھے تھے اور آنحضرتؒ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ نے اپنا دست راست سینے سے ہٹایا اور از راہ تعظیم اسے دراز کرتے ہوئے فرمایا کہ جگہ وسیع ہے،اس لیے بیٹھ جانا چاہیے اور یہ بات کہنے کے بعد آپ کے ابرو مبارک تھوڑے سے باہم ملے اور آپ کی تمام جبین مبین پر مسرت ظاہر ہونے لگی اور آپ کا نفس مبارک منقطع ہو گیا۔ اعلی اللہ تعالی درجتہ فی علیین من الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین والشہدا والصالحین روح اللہ تعالی روحہ و رُوح اسلافہ وطول اللہ تعالی عمر اخلافہ۔

حضرت سر الاعظم مولانا یحییٰ (حضرت جی بابا) ادام اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) قدس سرہ کی مرض الموت کے وقت لاہور گئے تو حضرت نے ہمیں اپنی خلوتِ خاص میں طلب کیا اور بہت زیادہ التفات کیا اور فرمایا کہ دوستوں کے دیکھنے سے آزار و تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اب جب کہ ہم نے تمہیں دیکھ لیا ہے تو ہم تمہاری صحبت کا اثر خود میں محسوس کر رہے ہیں اور اس وقتِ آخر میں تمہاری آشنائی کام آرہی ہے اور بہت زیادہ نصیحتیں کیں۔ پھر آپؒ نے اپنی دستارِ مبارک اپنے سر مبارک سے اُتاری اور چند لحظہ اپنے زانوئے مبارک پر رکھی پھر فرمایا کہ ہماری یہ دستار تم اپنے سر پر باندھ لو۔ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے، اپنا شکار بند اپنی گردن میں ڈال لیا اور کہا کہ یہ کونسا موقع و محل ہے کہ میں آپ کی دستار مبارک اپنے سر پر باندھوں؟ مناسب و سزاوار تو یہی ہے کہ آپؒ کی یہ دستارِ مبارک حضرت خواجہ محمد عیسیٰؒ، سعدی بلخاریؒ کے بڑے (بیٹے) کے سر پر باندھی جانی چاہیے جو آپؒ کے بعد آپؒ کی جگہ پر فائز ہوں گے اور خلق خدا کو ہدایت و ارشاد فرمائیں گے۔ میں نے دیکھا کہ میری ان باتوں سے آپؒ کے روئے اقدس پر بشاشت کی علامات ظاہر ہو گئیں۔ پس آپؒ (سعدی بلخاریؒ) نے فرمایا کہ تم نے بہت ٹھیک کہا ہے۔ اب جبکہ ہم بہت زیادہ ضعیف ہو چکے ہیں اور اس ضعف کے باعث ہمارے حواس و قویٰ میں فتور واقع ہو گیا ہے، ہم اس بات کو نہیں پا سکتے

Marfat.com

اور تم اس بات کو پا چکے ہو اور اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمارا اور تمہارا وجود ایک ہے۔ اب اس دستار مبارک کو حضرت خواجہ محمد عیسیٰؒ کے لیے سنبھال کر رکھو، تا کہ ان کے سپرد کر سکو۔ آپؒ کی یہ دستار سبز رنگ کی تھی۔ بعد ازاں آپؒ نے فرمایا کہ آپؒ کے ساتھ ہماری یہ الوادعی صحبت ہے اور اس کے بعد تمہیں میری صحبت میسر نہیں آئے گی۔ آئندہ ظاہری صحبت نہ ہو سکنے کا سن کر ہمیں بڑا قلق ہوا اور ہم زار وزار رونے لگے۔ یہاں تک کہ گریہ نے شدّت اختیار کر لی۔ آنحضرتؒ بھی بہت روئے۔ بعد ازاں میں نے آنحضرتؒ سے کہا کہ یہ وقت آپؒ کا وقت آخر ہے اور آپؒ کے بعد ہمیں اس ملک میں آرام وسکون نصیب نہیں ہوگا۔ اگر آپؒ کی اجازت ہو تو ہم آپؒ کے بعد اس کو چھوڑ کر حرمین شریفین چلے جائیں۔ یہ سن کر حضرتؒ نے ناراضی کے عالم میں فرمایا کہ خود آنکھیں رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو اور جانتے ہو کہ ہمارے اس جہان فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بلائیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی اور تمام آفاق ان حوادث کی لپیٹ میں ہوگا اور عرب وعجم میں کوئی بھی سرزمین ایسی نہیں بچے گی جو آسمانی بلاؤں کے ورود اور زمانی حوادث کے ظہور، پریشانی وتفرقات کے سمندر کی موجوں کے تلاطم میں غرق و ناپدید نہیں ہو جائے گی۔ آفات کے موکل اور بلیات کے حامل اس بات کے انتظار میں ہیں کہ ہماری چشمِ حق کب بند ہوتی ہے اور ہم اس جہانِ فانی کو کب ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر اگلے جہان کی راہ لیتے ہیں تا کہ وہ گرفتگانِ حوادث کو چراگاہ جہان میں کھلا چھوڑ دیں۔ تمہیں چاہیے کہ ایسی مشکل گھڑی میں اپنے ہم وطنوں کو تنہا چھوڑ دینے کے بجائے یہ صرف ان کے ساتھ رہو بلکہ طالبان حق کی ہدایت ورہنمائی کرو۔ پھر فرمایا: ''ہمارے ساتھ وابستگی اختیار کرنے کے بعد تم نے اکتیس بار لاہور پہنچ کر ہماری صحبت اختیار کی ہے۔ اب یہ آخری صحبت ہے۔ اس کے بعد ظاہری طور پر ایک دوسری کو دیکھنا اور ملاقات کرنا میسر نہیں آئے گا۔ زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ تمہیں چاہیے کہ ہمارے جنازے پر پہنچ جاؤ۔'' یہ سن کر ہم بے اختیار رونے لگے اور آنحضرتؒ بھی رونے لگے۔ ہم نے کہا کہ جب حکم ہو

Marfat.com

گا، ہم یہاں آ جائیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہماری رحلت کے دن اور وقت کو تم اچھی طرح جانتے ہو، اس لیے اس بارے میں کچھ کہنے کی حاجت وضرورت نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ ہماری نماز جنازہ پر بہرصورت پہنچ جاؤ۔ میں نے کہا ہر چند ایسا ہی ہوگا، لیکن کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ وقت وساعت اپنی زبان مبارک سے بیان کر دیں؟ تب آنحضرتؒ نے فرمایا کہ تمہیں اُسی دن کو رحلت کا دن کہنا چاہیے۔ اگر اُس میں کچھ تفاوت ہو، تب بھی تمہیں آ جانا چاہیے اور ابھی ہماری زندگی کے کچھ ایام باقی ہیں اور تم یہاں دو تین راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرو گے۔ تمہیں ہماری رحلت کے دن کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے اور اپنے گھر واپس چلے جانا چاہیے۔ پس بہتر یہی ہے کہ تم اس سال کے ماہ ربیع الثانی میں بدھ کے دن صبح سویرے پہنچ جاؤ۔ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ ربیع الثانی کے مہینے میں بدھ کے روز، دن نکلے، ایک گھڑی ہونے پر اِس طرف سے ہم گئے اور اُس طرف سے وہ لوگ آنحضرتؒ کی میت لائے۔ ہم گئے اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس طرح یہ سعادت عظمیٰ پائی۔ اس کے بعد ہم نے اُسی جگہ سے اپنے وطن کو مراجعت کی۔ ہم آنحضرتؒ کی مسجد سے نکل آئے لیکن کسی نے بھی ہمیں نہ دیکھا اور نہ ہی کوئی ہمارے پلٹ آنے سے مطلع ہوا۔ اُس چہار شنبہ کے دن حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کارواں سرائے میں تھے اور آپؒ کے ہمراہ ایک اور درویش بھی تھا اور لاہور جانے کی نیت کر کے جا رہے تھے۔ جب سے حضرت سرالاعظم قدس سرہٗ کو آنحضرتؒ کی رحلت کے بارے میں معلوم ہوا، اس وقت سے آپؒ پر اضطراب طاری تھا۔ بنا بریں آپؒ نے اپنے اس ہمراہی درویش سے کہا کہ اب تجھے ہم سے جدا ہو جانا چاہیے۔ لیکن اس درویش نے آپ کی رفاقت ترک نہ کی اور کہا کہ آپ نے آخر لاہور ہی جانا ہے تو میں کیوں آپؒ کی خدمت میں نہ رہوں؟ آپؒ نے فرمایا کہ ہمیں ایک کام درپیش ہے، اس لیے اب تمہیں ضرور ہم سے جدا ہو جانا چاہیے۔ جب وہ درویش آپؒ کے کہنے پر بھی آپؒ سے جدا ہونے پر رضامند نہ ہُوا تو آپؒ نے اسے غصّے میں آ کر بہ زورِ خود سے جدا کر دیا اور خود

Marfat.com

اسی وقت لاہور پہنچ گئے۔ جبکہ اس کارواں سرائے سے لاہور آٹھ دن کی مسافت پر ہے۔ فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) نے حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؒ لاہور گئے تھے تو کیا سبب ہوا کہ آپؒ نے اُسی وقت لاہور سے اٹک کو مراجعت فرمائی اور اصحاب کے ساتھ موافقت و مرافقت نہ فرمائی اور آنحضرت کی تعزیت نہ کی؟ آپؒ نے فرمایا: ''اب ہمیں تمام عمر آنحضرتؒ کی تعزیت کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ ہم آنحضرتؒ کے رحلت فرما جانے پر یتیم ہو گئے ہیں۔ جب ہمارا باپ وفات پا گیا ہے تو اب ہم کس کے پاس جائیں اور اس وقت کون ہے جو ہمارے سر پر دست شفقت رکھے۔ اِسی رنج و عالمؒ کے سبب ہم کسی سے بھی نہ ملے۔ آنحضرتؒ کی رحلت کے بعد مسلسل تین سال تک تمام عالم کو قحط اور وبا کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی بارش نے بھی برسنے میں بخل و کنجوسی سے کام لیا۔ عالم بے سروسامانی اور از حد بھوک و افلاس کے سبب ملک پنجاب اور ہندوستان میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی دیکھی گئی جو مردم خوری کرنے لگی۔ انہی ایام میں ایک شخص نے بیان کیا کہ ملک پنجاب میں ایک شخص بھوک کی شدّت کے باعث اپنی بیوی کو قتل کر کے اس کا گوشت کھا گیا۔ اس شخص کی خوشدامن اپنی بیٹی کی خبر گیری کرنے کے لیے اس کی گھر آئی تا کہ معلوم کر سکے کہ اس قحط و وبا کے عالم میں اس کی بیٹی اور داماد کس طرح گزران کر رہے ہیں۔ جب اس نے اپنے داماد کے گھر پہنچ کر اپنی بیٹی کو نہ پایا تو اُس (خوشدامن) نے اپنے داماد سے پوچھا کہ میری نورِ نظر (بیٹی) کہاں ہے کہ وہ مجھے یہاں نظر نہیں آ رہی؟ اپنی خوشدامن کی یہ بات سن کر داماد نے کہا: ''مجھے معلوم نہیں کہ بھوک و افلاس کی سختی و شدت کے سبب وہ کہاں چلی گئی۔'' جب رات ہوئی تو اس نے اپنی بیوی کے گوشت کا بُھنا ہوا ایک ٹکڑا اپنی خوشدامن کو کھانے کے لیے دیتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ کی خاطر یہ گوشت کہیں سے بہم پہنچایا ہے۔ جب اُس کی خوشدامن نے اپنی بیٹی کو ڈھونڈنے کی غرض سے گھر کی اچھی طرح چھان پھٹک کی تو اسے اپنی بیٹی کے بعض اعضا مل گئے۔ اُس

Marfat.com

نے اپنے داماد سے اپنی بیٹی کے بارے میں حقائق دریافت کیے تو داماد نے اپنی خوشدامن کو اصل حقیقت بتادی اور راز کو راز نہ رہنے دیا۔ تب اُس کی خوشدامن ڈر کے مارے اپنی جان بچانے کی خاطر اسی رات وہاں سے بھاگ نکلی کہ کہیں اس کا حشر بھی اس کی بیٹی جیسا نہ ہو۔ یعنی وہ ظالم اُسے اُسی طرح قتل کر کے نہ کھا جائے، جیسا کہ قبل اپنی بیوی کو قتل کر کے کھا چکا ہے۔ اس قسم کے واقعات بہت ملکوں میں سُنے گئے ہیں۔''

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ملک ترکستان میں یہ دیکھنے میں آیا کہ وہاں کے لوگ جس جگہ کسی موٹے تازے اور تندرست شخص کو دیکھتے، تو اس شخص کے بارے میں باہم سوچ بچار کر کے کہتے کہ اگر ہم اس شخص کو کسی گوشۂ خلوت میں پالیں تو اس کو قتل کر کے بروئے کار لے آئیں۔ اور اس طرح یہ لوگ بہت سوں کو قتل کر کے کھا چکے ہیں اور اسی طرح کے بہت سارے واقعات حبش اور شام و عرب کے علاوہ دیگر بہت سے علاقوں میں بھی رونما ہوئے۔ لاہور میں ایک دن میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔ جنہیں مختلف راستوں میں پھینک دیا گیا اور کابل و پشاور میں جو واقعات رونما ہوئے، اگر اُن کو لکھا جائے تو اُس سے ایک علیٰحدہ کتاب مُرتب ہو سکتی ہے۔ اُسی سال، بخارا کے اکابرین اور علما و فضلا میں سے ایک سربرآوردہ عالم و فاضل، شریعت غرا کو رواج دینے والے ملت بیضا کے نامور سپوت، صاحب ولایت مولانا محمد اشرف علیہ الرحمۃ، جن کے آستانے پر ملک ملک کے بادشاہ اپنے سر عقیدت و ارادت سے جھکایا کرتے تھے، اس دنیائے فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کر گئے۔ آنجنابؒ کی رحلت کے باعث ہندوستانی بادشاہ کے وہ امراء جن کے کام کا دارومدار اور ہندوستان کی سلطنت کا نظام انہی کی ذاتِ بابرکات سے وابستہ تھا وہ مر گئے مثلاً بہادر خاں اور امیر خان وغیرہ۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی نماز جنازہ ادا کر کے اپنے وطن کو واپس ہوا تو لاہور میں دریا کے کنارے

Marfat.com

ایک درویش بیٹھا تھا، اس نے ہمیں اپنے پاس طلب کر کے کہا: ''ایک ساعت بیٹھ جاؤ۔'' میں نے جواباً کہا: ''میرے پاس بیٹھنے کے لیے وقت نہیں ہے۔'' اس نے پوچھا: ''یہ کیسے مصائب و آلام ہیں جو دنیا میں رونما ہو رہے ہیں؟ کیا دنیا میں حوادث کا یہ پہلا ظہور تھا؟ یہ دنیا ان مصائب و آلام کے دریا میں کب تک غرق رہے گی؟'' ہم نے کہا کہ ہمیں کیا معلوم کہ کب تک ایسا ہوتا رہے گا۔ اس نے کہا: ''حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے ہوتے ہوئے اہل دنیا آسودہ رہے ہیں لیکن ان بلیات کے نزول سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالی نے اُن کے انتقام میں اہلِ عالم سے آسودگی وراحت چھین لی ہے۔'' یوں آپؒ کے وصال کے بعد مسلسل تین سال تک اہل عالم ان بلیات و مصائب کا شکار رہے۔

فرد:

سر ہر طرف زخوابِ عدم فتنہ برکشید
آمد زرفتنش بہ نظام جہان شکست

ترجمہ: ہر طرف سے فتنوں نے سر اٹھالیا اور آپؒ کے اس دنیا سے چلے جانے کے باعث تو اس دنیا کا نظام ہی باقی نہ رہا اور سب کچھ بکھر گیا۔

مولانا نظامیؒ کا کہنا ہے کہ ایک دن میں نے یہ سوچ بچار کی کہ آیا میں آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کے اس دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف رحلت کر جانے کے موقع پر آپؒ کو غسل دینے، جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے موقع پر پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں؟ میں نے اُسی ادھیڑ بن میں وقت زوال، قیلولہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؒ کو لحد میں رکھا ہوا ہے اور مٹی لحد سے باہر پڑی ہے۔ شامیانے لگے ہوئے ہیں اور میں قبر پر حاضری دے رہا ہوں اس کے کچھ عرصہ بعد یہ واقع ظہور پذیر ہوا۔ آنحضرتؒ کی رحلت کے وقت میں حاضر تھا۔ آپ کو غسل دیا گیا اور جس طرح میں نے

Marfat.com

خواب میں آپ کو قبر میں دیکھا تھا، اسی طرح آپ کو قبر میں اتار دیا گیا۔

مولانا محمد فاضل پاپیئؒ کا کہنا ہے کہ آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) سے آخری ملاقات میں کہ اس کے بعد آپؒ سے ظاہری ملاقات میسر نہ ہوئی، آنحضرتؒ نے مجھے وطن واپس جا کر لوگوں کو رُشد و ہدایت کی راہ دکھانے کی غرض سے رخصت کر دیا تو میں عرض پرداز ہوا کہ اب جبکہ آپؒ کا اس دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف کوچ کرنے اور اپنے خالق حقیقی سے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے تو بندہ یہ امید رکھتا ہے کہ اسے آپؒ کے وقت آخر تک یہاں رہنے کی اجازت مرحمت ہو جائے۔ آنحضرتؒ نے یہ بات سن کر قدرے سکوت اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تمہیں یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے۔ اگر تمہاری قسمت میں ہُوا تو وقت آخر میں تمہیں شرف ملاقات میسر آ جائے گا۔ آنحضرتؒ کا طریقہ تھا کہ وہ مخفی امور، جن کو آپ خوب جانتے ہوتے، ظاہر کرنے کی بجائے موقوف و ملتوی کر دیتے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ میں آنحضرتؒ کے آخری وقت پر حاضر نہیں ہو سکوں گا۔ پس میں اپنے وطن چلا آیا اور کچھ وقت بعد اس کعبۂ مجد و اعتلا اور قبلۂ اہل حق و صفا کی زیارت کے لیے احرام باندھ کر اپنے وطن سے آستانۂ مرشد کی طرف چل دیا۔ ابھی میں راہ میں ہی تھا کہ میں نے لوگوں کی زبانی سنا کہ آنحضرتؒ اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ فرما گئے ہیں۔

فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) سے حسن ابدال میں ہی استخارہ مجاز کو عمل میں لاتے ہوئے رخصت ہو گیا تھا۔ جب پہلی مرتبہ استخارہ عمل میں لایا تو میری نیت یہی تھی کہ ایک بار پھر آنحضرتؒ کی صوری ملازمت میسر ہو جائے کہ جیسا آنحضرتؒ نے فرمایا تھا۔ معلوم ہو گیا کہ ایسا ہو جائے گا اور آپؒ کی صوری ملازمت میسر آ جائے گی۔ پس میں آنحضرتؒ کی ملازمت صوری کے میسر آنے کی بشارت غیبی اور مژدۂ لاریبی کا مترقب تھا کہ اچانک ایک رات خواب میں دیکھا کی آنحضرتؒ ایک جگہ تخت پر تشریف فرما ہیں اور خلق خدا کثیر تعداد میں آنحضرتؒ کی ملازمت کا شرف حاصل

کرنے کے لیے آپؒ کی طرف دوڑ رہی ہے۔ میں بھی اس شرفِ ملازمت کے حصول کے لیے کوشاں، مجمع میں شامل ہو گیا اور آپؒ سے مصافحہ کرنے کا شرف پایا اور یہ عرض کی کہ ایک مدّت ہو گئی ہے کہ اس بشارت غیبی کے مطابق آپؒ کے فرمودہ عمل کو بروے کار لاتے ہوئے آپ کی صوری ملازمت کا منتظر ہوں، وہ کب میسر آئے گی؟ آنحضرتؒ نے فوری طور پر فرمایا کہ وہ ملازمت، یہی ملازمت ہے۔ اس واقعہ کو گذرے چند روز ہی ہوئے تھے کہ خبر پہنچی کہ وہوالولی فقد ذہبہ الی الولی۔ یہ کیسی خبر تھی جس نے ایک عالم کو یتیم کر دیا۔

رباعی:

زیں واقعہ دیدی کہ سقیم کردند ہی ہی چہ سفتی است دونیم کردند
چوں اُوپدری کجا بہ عالم باشد گفتندز رحلتش یتیم کردند

ترجمہ: تُو نے دیکھا کہ اس واقعہ (حضرت ایشاں یعنی حضرت شیخ سعدی بلخاری لاہوری کے رحلت فرما جانے کا واقعہ) نے مجھے سقیم و بیمار کر دیا۔ افسوس صد افسوس! کہ انہوں نے اس طرح کے چھلنی کے دینے والے تیر سے مجھے دو ٹکڑے کر دیا۔ آپ جیسا والدِ بزرگوار، دنیا جہان میں کہاں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی رحلت و وصال نے مجھے یتیم کر دیا ہے۔

(اور حیران کن بات تو یہ ہے کہ خبر و اطلاع کے فقرے: ''وہوالولی فقد ذہبہ الی الولی سے بلحاظ حروفِ ابجد، حضرت ایشاں سعدی بلخاریؒ قدس سرہ کی تاریخِ رحلت ۱۰۸ھ بھی برآمد ہوتی ہے) حضرت سرالاعظم مولانا محمد یحییٰ (جی باباؒ)، مولانا دلدار بیگؒ اور مولانا معموریؒ (اللہ تعالیٰ ان تینوں کو بقا دے) کہتے ہیں کہ حضرت ایشاں علیہ الرحمۃ الرضوان کے اس دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف رحلت فرما جانے کے بعد ایک مرتبہ ہم لاہور گئے اور اُس رات ہم آنحضرتؒ کی مسجد میں تھے جبکہ مسجد سے متصل گھروں

میں کوئی بھی نہیں تھا۔ ہم نہایت احتیاط سے مسجد سے متصل گھروں میں داخل ہوئے اور مسجد میں سوائے ہم تین آدمیوں کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ جب نصف شب گزر گئی تو حضرت ایشاں کی خانقاہ سے آپ کی آواز آنے لگی۔ آپؒ اسم ذکر کی تعلیم دے رہے تھے۔ اور ہم تینوں اشخاص میں سے ہر ایک شخص کو آنحضرتؒ کی آوازِ مبارک سنائی دے رہی تھی۔ ہم تینوں سن رہے تھے کہ آنحضرت اسم ذکر کی تعلیم فرما رہے ہیں۔ اور ہم متواتر تین رات تک آنحضرتؒ کو ذکر کی تعلیم کرتے ہوئے سنتے رہے۔ اُس کے بعد آنحضرتؒ کی آواز مبارک سنائی نہیں دی اور یہ بھی ان مذکورہ بالا تینوں بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہم اسی جگہ رات کو قیام پذیر تھے کہ ہم نے ایک رات نورِ عظیم کو آسمان سے اترتے دیکھا، جس نے اس تمام جگہ کو روشن کر دیا۔ پھر ایک ساعت بعد وہ نور غائب ہو گیا۔

حضرت خواجہ محمد یوسف (سعدی بلخاریؒ کے چھوٹے بیٹے۔) کہتے ہیں کہ آنحضرتؒ کی رحلت کے بعد چند دنوں تک اس حجرے میں جہاں آنحضرتؒ رہا کرتے تھے نورِ عظیم کا ظہور ہوتا رہا۔ اُس نورِ عظیم کی شعاعوں نے تمام گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور آپ کے اہل خانہ میں سے ایک، جو کہ اس موقع پر حاضر نہیں تھا، جب اسے اس واقعہ کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے کہا کہ فلاں حجرے، فلاں دالان، کہ جس میں میں تھا، وہاں بھی ایسا ہی نورِ عظیم چمک رہا تھا اور جب اس کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا آنحضرتؒ کی حویلی کے تمام حجروں اور دالانوں میں ہر جگہ اسی نورِ عظیم کا ظہور ہوا تھا۔

حضرت خواجہ محمد عیسیٰ ادام اللہ تعالیٰ (سعدی بلخاریؒ بڑے بیٹے اور خلیفہ اول۔ مرتب) فرماتے ہیں کہ میرے گھر بیٹے کی ولادت نہیں ہو رہی تھی اور میں اس نعمت سے محروم چلا آ رہا تھا۔ جب کہ میں ایک مدت سے اس بات کا آرزومند تھا کہ میرے ہاں بیٹے کی ولادت ہو۔ آنحضرتؒ اپنی رحلت کے بعد ظاہر ہوئے اور اُس وقت آپؒ کے دست مبارک میں ایک بیٹا تھا، جو آپ نے میرے ہاتھوں میں دیتے ہوئے فرمایا کہ اس بچے کو پکڑ لو کہ اس بچے کے گلے میں تعویذ بھی بندھا ہوا ہے۔ اُنہی ایام میں میرے گھر بیٹا

Marfat.com

پیدا ہونے کی امید ہوئی اور اسی سال برخوردار سعادت اطوار خواجہ غلام محمد کی ولادت ہوئی، جن کی روشن پیشانی سے نیک بختی اور سعادت مندی کے آثار و علامات روشن و درخشاں ہیں اور اس طرح سننے میں آیا کہ خواجہ غلام محمدؒ کی زبان سے عین ولادت کے وقت اللہ اکبر اور کلمہ طیبہ لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ جاری تھا اور ہنگامِ طفولیت میں کلمہ اللہ اکبر کی ادائیگی اس پر ناطق و شاہد ہے اور عمدہ و نفیس بشارات اور اشارات صیحہ سے مملو ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے، فضیلت و برتری عطا کرتا ہے۔

نیز یہ بھی حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) اپنے حین حیات میں حاصل ہونے والی باطنی نعمتوں اور سلوکِ طریق میں سے ایک ایک سے مطلع کیے گئے تھے اور آپؒ نے طالبان حق کو رشد و ہدایت کی اجازت دے رکھی تھی اور خلعتِ خلافت پہنا کر دوسروں سے ممتاز و سرفراز فرمایا تھا لیکن مجلس خاص کے علوم کو موقوف کر رکھا تھا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرتؒ پر ان ایام میں بیماری کی زیادتی کے سبب نہایت ضعف طاری تھا۔ جبکہ بدنی ضعف کے سبب ان علوم کی تعلیم دینا تکلیف کا باعث و سبب تھا۔ آنحضرتؒ نے فرمایا کہ صحت یابی ہونے پر ان علوم کی تعلیم بھی مکمل ہو جائے گی، لیکن قضا سے آنحضرت دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرما گئے۔ رحلت کے چند ماہ بعد آپؒ ظاہر ہوئے اور ان علوم کی حقیقت و نتائج سے کما حقہ آگاہ کیا اور گنج مخفی کا محرم راز بنالیا، نیز یہ بھی فرمایا کہ اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بعض دیگر حقایق بھی بتائے جائیں گے اور یہ بات ایسی ہی ہے جیسے حضرت سرالاعظم مولانا محمد یحییٰ (جی بابا) فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد عیسیٰؒ بادشاہ ہیں اور آج آپؒ، حضرت ایشاں کی جگہ لیے ہوئے ہیں اور آپ ہر لحظہ آنحضرتؒ کی طرف سے درجۂ کمال پر سرفراز اور فیض سے ممتاز ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت خواجہؒ کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے۔

مولانا دوست محمد پاپینیؒ، جب برہان پور سے آتے تو وہ اکثر حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے مرقد اقدس کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور آنحضرتؒ سے

Marfat.com

حظِ کامل پاتے اور اپنا نصیبہ حاصل کرتے۔ایک دن آپؒ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے اپنی بعض خاص نسبتوں سے احقر کو سرفراز فرمایا۔

مولانا سید عبدالشکور ادام للہ تعالی نے ایک دن فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) سے کہا کہ آج رات حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) علیہ الرحمۃ الرضوان ظاہر ہوئے اور جس طریق سے آپ اپنی زندگی میں شفقت فرمایا کرتے تھے، اسی طرح اپنی شفقت کو میرے شامل حال رکھتے ہوئے میری تربیت اور تلقین و ہدایت فرمائی۔ میں عرض پرداز ہوا کہ کمالات کی انتہا سے مجھے آگاہ کر دیجیے، تاکہ پھر مجھے لاہور نہ آنا پڑے۔جس پر آپ نے فرمایا کی جو تیری قسمت میں ہے تجھے وہیں مل جائے گا۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) اس وقت طالبان کی تربیت کی طرف پہلے کی نسبت زیادہ توجہ فرما رہے ہیں۔اب عالم ممات میں ان کے مراتب عالم حیات کی نسبت زیادہ بلند و برتر ہیں اور اس وقت بھی آپ کا فیض، طالبان کے لیے جاری و ساری ہے۔حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے مرض الموت میں فرمایا تھا کہ میرے اس دنیا سے رحلت کر جانے پرغم زدہ نہ ہونا کیوں کہ اس میں غم زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کے نور نے ایک سو پچاس سال بعد حضرت فریدالدین عطار قدس سرہ کی روح میں تجلی فرمائی اور حضرت عطار قدس سرہ کی مربی و مرشد بنی۔وہ یوں کہ جس حالت میں رہو میرے ساتھ رہو اور مجھے یاد کرتے رہو، تاکہ میں تمہارا معاون اور مددگار رہوں۔ہر طرح کی حالت اور ہر قسم کے لباس میں تم سے وابستہ و پیوستہ رہوں اور حقیقت میں تم سے باخبر رہوں۔میں تم سے وہی کہہ رہا ہوں جو حضرت سلطانؒ نے پیغمبر آخرزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے (بہ صورت نعمت) عرض کی تھی۔حیوتی خیر لکم ومماتی خیر لکم معناہ حیاتی الھدیۃ ومماتی العنایۃ۔(ترجمہ: میری زندگی میں آپؐ کے سبب بہتری ہے اور میری رحلت میں بھی آپؐ کے سبب بہتری

Marfat.com

ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ میری زندگی ہدایت کے لیے ہے جبکہ میری رحلت عنایت کے لیے ہے) فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) کے دل میں یہ خیال آیا کہ الهدایۃ و العنایۃ سے نیز مولانا روم قدس سرہ کے اس فرمان سے، جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس عالم (جہان) میں ہمارے دو تعلق ہیں۔ایک تعلق آپ سے ہے، جبکہ دوسرا تعلق بدن سے ہے۔جب عنایات ایزدی سے فرد و مجرد ہو جائیں گے اور عالم تفرید و تجرید میں توحید رونما ہوگی تو وہ تعلق بھی تو آپؐ ہی کے سبب سے ہے۔حضرت مولانا روم قدس سرہ کے فرزندارجمند حضرت مولانا سلطان ولد نے اپنی وفات کے وقت اپنے مریدوں سے فرمایا: ''اگر میری روح میرے بدن سے جدا ہوتی ہے تو آپ سب اس کا غم نہ کھائیں اور ناامید و مایوس نہ ہوں، کیونکہ جب تک تلوار اپنے نیام سے باہر نہیں نکلتی وہ کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتی۔''

حضرت خواجہ محمد عیسیٰ (اللہ تعالیٰ آپ کی برکات کو ہمیشہ رکھے) کی والدہ ماجدہ (سعدی بلخاریؒ کی اہلیہ محترمہ) نے فرمایا کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) اپنے وصال کے بعد مجھ پر ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اب میں جناب حضرت حق سبحانہ کی جانب سے بہت سی خدمات پر مامور ہوں اور اب اللہ جل شانہ کی جانب سے پل صراط کی خدمت میرے سپرد کی گئی ہے۔اب میں جس کو چاہوں پل صراط سے گزرنے دوں اور جس کو چاہوں، نہ گزرنے دوں۔

حضرت خواجہ محمد عیسیٰؒ (اللہ تعالیٰ انہیں قائم ہمیشہ رکھے) فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے اس حجرے کی دہلیز پر، جہاں آپؒ تشریف رکھتے تھے، بیٹھا ہوا تھا چنانچہ میں نے آنحضرتؒ کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی۔اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرتؒ لباس خواب میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپؒ نے اپنے دونوں پاؤں مبارک پھیلائے ہوئے ہیں، جبکہ حضرت قطب الملۃ سید قطب قدس سرہ اس جائے خواب کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور آنحضرت

Marfat.com

(سعدی بلخاریؒ) کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھ رہے ہیں، جبکہ حضرت موصوف بھی جناب حضرت سید قطب قدس سرہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ حضرت محسن الزمان سید محمد محسنؒ (اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ رکھے) فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی رحلت کے بعد جب ہم نے ملتان سے لاہور جانے کا پروگرام بنایا تو ہمارے اس ارادے اور پروگرام سے مطلع ہو کر ہمیں سفر کرنے سے باز رکھنے اور سفر سے منع کرتے ہوئے کو کہا کہ راستہ بڑا پرخوف ہے، ڈاکو لٹیرے کسی بھی شخص کو سلامتی سے گزرنے نہیں دیتے۔ جس پر ہمیں تردد ہوا اور ہم وہیں ٹھہر گئے اور یہ امید کرتے رہے کہ شاید کوئی رہبر مل جائے۔ جس کی رہنمائی میں سفر کیا جا سکے۔ اسی اثنا میں، حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) ظاہر ہوئے۔ ہم نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ کیوں آئے ہیں، آپؒ نے یہ تکلیف کس لیے اٹھائی؟ یہ سن کر حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) نے فرمایا: ''راستہ بڑا پرخوف وخطر ہے اور رہبر کے بغیر یہاں سے سلامتی سے گزرنا محال ہے۔ ہم اس لیے آئے ہیں، تاکہ تمہیں لے جائیں اور تمہارے ساتھ ہماری رفاقت ہونے کے سبب تم سلامتی اور امن وامان کے ساتھ سفر طے کر سکو'' ہماری تشویش کم ہوئی تو ہم نے اپنے خدام سے کہا کہ حاضر ہو جائیں اور سفر کو طے کرنے کی سعی و کوشش کریں، کیونکہ ہم نے لاہور جانے کا عزم وارادہ کر لیا ہے۔ دیگر لوگوں نے بھی راستے کو پرخطر اور دشوار بتاتے ہوئے سفر کرنے سے منع کیا، لیکن ہم نے ان سب لوگوں کی باتیں سن کر جواب دیا کہ اب ہمارے یہاں مزید ٹھہرنے اور رہنے کا امکان نہیں ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے برگزیدہ بزرگوں نے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے اور وہ خود راستہ طے کرنے کے سلسلے میں ہماری رہبری فرما رہے ہیں، لہٰذا ان بندگان حق کے ساتھ ہوتے ہوئے ہمیں کیا خوف وخطر ہے؟ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو ہم نے ہر طرف سے یہ سنا کہ راستے میں فلاں جگہ چور ڈاکو ہیں اور فلاں جگہ گھات لگائے بیٹھے ہیں اور ان لوگوں کا کہنا برحق تھا، لیکن آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کے توجہ فرمانے سے

کسی جگہ بھی کوئی ڈاکو ہمارے سدراہ نہ ہو سکا اور ہم امن و امان کے ساتھ ملتان سے لاہور پہنچ گئے اور پھر لاہور سے پشاور چلے گئے۔

میر جلال الدین کا کہنا ہے کہ میں کابل میں تھا تو میرا ایک بیٹا تھا، جو کہ مجھے نہایت ہی عزیز اور پیارا تھا، وہ گم ہو گیا تھا اپنے لخت جگر کی جدائی کے سبب میں بڑا مضطرب تھا اور غم واندہ نے مجھے گھیر رکھا تھا۔ چنانچہ تکلیف دہ آزمائش کی حالت میں، میں نے دعائے عزائم پڑھنے کے ساتھ دیگر اوراد و وظائف پڑھنے شروع کر دیے۔ چنانچہ ایک رات حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ تم یہ محنت کیوں کر رہے ہو؟ یہ کہنے کے بعد آپ نے آیات قرآنی میں سے ایک آیت پڑھتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت مبارکہ کو ہر رات سونے سے پہلے گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کرو، جس کے باعث تمہارا وہ گمشدہ بیٹا واپس آجائے گا۔ جب میں نے اس آیت مبارکہ کو مستقل طور پر پڑھنا شروع کر دیا تو چند دنوں کے بعد وہ لڑکا خود واپس آ گیا۔ میر جلال الدین نے بتایا کہ وہ آیت مبارکہ سورہ فاتحہ جتنی ہے۔

حضرت مولانا حافظ عبدالغفور پشاوریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کے اس دنیائے دُنی سے دنیائے باقی کی طرف کوچ فرما جانے کے بعد جب حضرت خواجہ محمد عیسیٰ (اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ قائم رکھے) پہلی مرتبہ پشاور تشریف لائے اور وہاں سے کوہاٹ تشریف لے گئے تھے۔ ایک رات نماز عشاء کے ادائیگی سے پہلے میں بیٹھا ہوا تھا کہ احباب میں سے ایک نے بیان کیا کہ تمہارے بزرگ زادوں میں سے ایک کوہاٹ گئے تھے اور وہاں کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان کے استقبال کے لیے آئی تھی۔ میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ بزرگ زادوں میں سے کون تھے؟ شخصیت کے نام کے بارے میں سنکر وہ شخص کہنے لگا، مجھے ان بزرگ کا نام اچھی طرح یاد تھا لیکن اب فراموش کو چکا ہوں۔ میں اس شخص کی یہ بات سن کر متردد و متفکر ہوا اور سوچنے لگا کہ وہ کون سے بزرگ زادے ہوں گے جن کے بارے میں یہ شخص بتا رہا ہے۔ ابھی میں اسی

Marfat.com

ادھیڑبن میں تھا کہ اچانک حضرت ایشاںؒ (سعدی بلخاریؒ) ظاہر ہو کر میرے سامنے سے گزرے لیکن میرا تردد رفع نہ ہوا۔ آپؒ بار دیگر ظاہر ہوئے اور میرے سامنے سے گزرے، جس پر مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ حضرتؒ کا ظاہر ہونا حکمت سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ جب میں عشاء کی ادائیگی کے لیے اٹھا اور نماز ادا کرنے کی غرض سے جاءنماز پر کھڑا ہو گیا تو آنحضرتؒ تیسری مرتبہ ظاہر ہوئے اور میری دائیں جانب سے گزر کر قبلہ کی طرف چلے گئے اور پھر غائب ہو گئے۔ اب میرے دل میں خیال آیا کہ وہ بزرگ زادے جو کوہاٹ تشریف لے گئے تھے، حضرت ایشاںؒ کے بڑے بیٹے ہوں گے، جن کا نام نامی خواجہ محمد عیسیٰؒ تھا۔ چنانچہ میں نے اس واقعہ بیان کرنے والے دوست سے کہا کہ جس بزرگ زادے کے بارے میں تم کہہ رہے ہو کہ وہ کوہاٹ چلے گئے تھے، وہ حضرت خواجہ محمد عیسیٰؒ ہوں گے۔ میری یہ بات سن کو واقعہ بیان کرنے والے دوست نے کہا، ہاں ان بزرگ زادے کا نام خواجہ محمد عیسیٰ تھا۔ ان کا نام میرے دل میں تو موجود تھا لیکن زبان پر نہیں آ رہا تھا۔ اس دوست کی یہ بات سننے سے میرے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ میں نے جان لیا کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کا ظاہر ہونا اسی سبب سے تھا۔

حضرت حافظؒ کا کہنا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ ثم لاہوری) کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے اہل خانہ کی تربیت نہیں کر رہے اور نہ ہی ان کی طریقہ عالیہ کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔ اسی دوران میں ایک شخص جو آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) قدس سرہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا، کو آپ (سعدی بلخاریؒ) نے حکم دیا کہ اس کو تلقین و ہدایت کرو، تاکہ یہ اپنے اہل خانہ کی تربیت کرے۔ بعد ازاں آپؒ نے پوری ہیبت و دبدبے سے کام لیتے ہوئے اُس شخص سے کہا: ''تم جلدی اسے تلقین و ہدایت کرو کہ اپنے اہل خانہ کی تربیت کرے۔ اس پر اس شخص نے مجھے اس سلسلے میں ترغیب دی۔ میں نے اس سے کہا: ''جو کچھ آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) نے فرمایا ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں اور قبول کر لیا ہے۔'' آنحضرتؒ نے پھر

Marfat.com

میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ جلدی اپنے اہل خانہ کو اس طریقہ کی تلقین و ہدایت کرو اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لے جاؤ۔ اُس کے بعد میں نیند سے بیدار ہو گیا اور اپنے اہل خانہ سے پوچھا کہ آج رات آپ لوگوں نے غور کیا کہ مجھ پر شکستگی و فروتنی کا بہت زیادہ غلبہ تھا، یُوں کہ میں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں زار زار رویا اور اپنے آپ سے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ طریقہ میری قسمت میں ہی نہ ہو، وگرنہ بزرگوں میں سے کوئی تو مجھ پر ترس کھاتا اور میری ہدایت و رہنمائی کا سامان کرتا۔ پھر میں پکار اٹھا کہ بشارت و خوشخبری ہو کہ آج کی رات آنحضرت (سعدی بلخاریؒ لاہوری) کو تیری شکستگی و فروتنی پر رحم آ ہی گیا اور آپ نے مجھے اسی طرح بتایا تھا۔

اس فقیر راقم الحروف (محمد عمر چمکنیؒ) نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں ایک صحرا میں کھڑا ہوں اور وہاں ایک بہت بڑا دریا بہتا ہے اور اس دریا کے کنارے ایک جنگل ہے۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ میں نے چاہا کہ طہارت کر کے نماز جمعہ ادا کروں، سو میں جنگل میں آیا کہ وہاں سے گزر کر دریا تک جاؤں۔ میں جنگل میں گیا تو وہاں میں نے زمین کا ایک ایسا قطعہ دیکھا جو مدوّر اور ہر قسم کی نباتات اور گھاس پھوس سے خالی تھا اور اس طرح دکھائی دے رہا تھا کہ وہاں کی نباتات کو آگ نے جلا رکھا ہے، جب کہ اُس زمین کے ایک طرف ایک چھوٹا سا کتّا بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پہلو میں کتے کے دو بچے تھے۔ جب انہوں نے میری طرف دیکھا تو سارے کے سارے اپنی جگہ سے جست لگاتے ہوئے غضب ناک حالت میں میری طرف لپکے، جس سے میں نے جانا کہ اب میری خیر نہیں اور یہ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔ جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں نے اپنے آپ کو بڑا ہی عاجز اور لاچار پایا اور حیران تھا کہ اس مشکل صورت حال سے کیسے عہدہ براہوں، چنانچہ میں نے مدد کے لیے حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی طرف رجوع کیا تو یکلخت میں نے آنحضرت (سعدی بلخاریؒ) کو اپنی دائیں جانب کھڑے ہوئے پایا۔ آپ اپنے دست مبارک میں عصا پکڑے ہوئے تھے اور آپ نے

اُس کتے سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تُو آگے بڑھا تو اس عصا کو تیرے سر پر مارا جائے گا۔ یہ کلمات سن کر وہ کتا جہاں تک پہنچا ہوا تھا وہاں سے آگے بڑھنے کی بجائے وہیں رک گیا اور کتے کے دونوں بچے بھی اس کتے کے عقب میں کھڑے ہو گئے اور بڑے ہی غصّے میں میری طرف دیکھنے لگے۔ آنحضرتؒ (سعدی بلخاریؒ) نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم اس قسم کے راستے سے کیوں آئے ہو؟ یہ سن کر میں عرض پرداز ہوا کہ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس راہ میں اس قسم کی بلائیں ہیں، پھر آنحضرتؒ نے فرمایا کہ طہارت کرو۔ یہ حکم سن کر میں برلب دریا گیا اور طہارت کی۔ وہ کتا اور اس کے دونوں بچے وہیں کھڑے رہے۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو میں متردد و متفکر ہوا اور اپنے آپ سے کہا کہ یہ کس قسم کا حادثہ ہو گا، جس سے آنحضرتؒ نے مجھے خلاصی دلائی۔ اُن دنوں میں نے ایک شخص کے کہے ہوئے کاموں کو انجام کے سلسلے میں تردد سے کام لیا تھا۔ اس خواب کے دیکھنے کے تین چار دن بعد اس شخص کے دو بیٹے اغوا کر لیے گئے اور پوشیدہ طور پر مجھ پر افترا باندھا گیا۔ اغوا کنندگان نے کہا کہ فلاں شخص نے ہم کو بڑا زدوکوب کیا ہے اور ہمارے ساتھ ایسا ویسا معاملہ روا رکھا نیز اس شخص نے مجھ پر اس سے بڑا غضب ڈھایا (جیسا کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا) اور مجھے قتل کر دینے کی سوچ بچار کی۔ جب دو تین دن بعد تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ محض دروغ و افترا تھا۔ میں نے آنحضرتؒ کے توجہ فرمانے سے اس شخص کے غیظ و غضب اور عداوت سے چھٹکارا پایا۔ جس پر میں نے اس شخص کے امور کی انجام دہی میں تردد سے کام لینا ترک کر دیا۔ پس اس نے دوبارہ چاپلوسی اور خوشامد کر کے مجھے اپنے کاموں کے انجام دینے کے لیے بھیج دیا اور میں اس شخص کی باتوں میں آ گیا۔ جب کہ آنحضرت نے خواب میں فرمایا تھا کہ اس قسم کے راستوں پر کیوں چلتے ہو اور یہ راہ اس شخص کے کاموں کی انجام دہی میں تردد سے کام لینا تھا یعنی آپ نے مجھے اُس شخص کے کاموں کی انجام دہی سے باز رکھا تھا لیکن جب اُس شخص کے بہلاوے میں آ کر، اُس کے امور کو انجام دینے کے لیے گیا تو اس کا مطلب تھا کہ میں نے آنحضرتؒ کے فرمان کی

خلاف ورزی کی۔ یُوں جب میں نے حضرتؒ کے حکم کی بجا آوری نہ کی تو دوسری بار بھی اس شخص نے مجھ پر ناشائستہ بہتان وافترا کی تہمت لگائی۔ جب آنحضرتؒ کا فرمان مجھے یاد آیا تو میں نے اس شخص کے امور کی انجام دہی کے ضمن میں کلی طور پر ترکِ تردد کیا اور یوں آنحضرتؒ کی توجہ کی بدولت میں نے اُس زحمت سے خلاصی پائی۔

ایک مخلص کا کہنا ہے کہ میں حضرت ایشاںؒ کی رحلت کے بعد حالت خواب میں آپؒ کے مرقدِ منور کی زیارت کے لیے گیا تو میںؒ نے دیکھا کہ آنحضرتؒ لیٹے ہوئے ہیں اور میں آپؒ کی خدمت بجا لا رہا ہوں۔ اس موقع پر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ حضرت ایشاںؒ تو اس دنیا سے رحلت کر چکے ہیں، اب کس طرح قبر سے باہر نکل آئے کہ اس جگہ لیٹے ہوئے ہیں اور دوبارہ قبر میں کیسے جائیں گے؟ اسی دوران آنحضرتؒ خواب سے بیدار ہوئے اور آپؒ نے قبر کی طرف منہ کیا۔ آپؒ کے ایسا کرنے سے آپؒ کی قبر شق ہوگئی۔ آنحضرتؒ نے اس قبر سے تھوڑی سی خاک اٹھائی اور میری آنکھ پر دے ماری، جس سے میں آنکھ ملنے لگا اور آنحضرتؒ قبر میں داخل ہوگئے۔ پھر آپؒ کی شق شدہ قبر باہم مل گئی۔ جب میں آنکھ مل رہا تھا تو حالت نیند میں تھا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو اُس خاک کا اثر اس وقت بھی میری آنکھ پر تھا۔

یہ بھی اتفاقاتِ زمانہ سے ہے کہ اس تالیف لطیف کا اختتام، حضرت ایشاں علیہ الرحمۃ الرضوان کے یوم وفات (یعنی چوتھی برسی کے موقع پر) بروز جمعۃ المبارک تین ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ (بمطابق ۶/ نومبر ۱۷۰۰ء) کو ہوا۔ (''ظواہر السرائر'' از محمد عمر چمکنیؒ)

حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی تاریخ رحلت کے سلسلے محمد عمر چمکنیؒ کے کہے ہوئے قطعات میں سے ایک قطعہ درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بیافت مرشد آفاق حضرت سعدی — بوصل دوست زدُنیائی دوں خلاص ونجات

چو جائی و منزل اُو دیدہ میانِ بہشت — ہم از ''میان بہشتش'' بخواہ سال وفات

(میاں محمد عمر چمکنیؒ)

Marfat.com

ترجمہ: مرشد آفاق، حضرت سعدی لاہوری علیہ الرحمۃ نے اپنے دوست یعنی خداوند بزرگ و برتر کا وصل حاصل کیا اور اس دنیائے دُوں سے نجات پائی۔ جب آپ کی جگہ اور آپ کا مقام بہشت میں ہے تو تجھے حضرت موصوف کا سال وفات ''میان بہشتش'' میں تلاش کرنا چاہیے۔

میاں محمد عمر چمکنی کے مطابق حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے پانچ بیٹے تھے، خواجہ محمد عیسٰی، خواجہ محمد سلیم، خواجہ محمد غنی، خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد عارف۔

میاں محمد عمر چمکنیؒ نے حضرت سعدی بلخاریؒ کے چھوٹے بیٹے خواجہ محمد یوسف کے بیان کے مطابق سعدی بلخاریؒ کی تاریخ وفات بروز بدھ تین ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ (بمطابق نومبر ۱۶۹۶ء) درج کی ہے، جو درست تاریخ وفات ہے۔ حضرت جی باباؒ کا بیان ہے کہ بروز بدھ تین ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ کو دن نکلے ایک گھڑی ہوئی تھی کہ اٹک سے ہم مزنگ، لاہور پہنچے، جنازہ تیار تھا، ہم نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے فوراً بعد اپنے وطن اٹک مراجعت کی۔ (مرزا حامد بیگ)

سلیمانؑ:

حضرت داؤدؑ کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہی اور ایک انگشتری، جس پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا، عطا کر رکھی تھی اور اس اسم اعظم کی برکت سے انسان، جن و پری، پرند، درند، اور چرند سب آپ کے تابع فرمان تھے حتیٰ کہ ہوا بھی آپ کے تابع تھی۔ آپؑ اپنی بادشاہی میں جس جگہ بھی جانا چاہتے، ہوا آپ کا تخت اٹھائے ہوئے وہاں پر پہنچا دیتی۔ جب آپؑ کو ملک ِسبا میں ملکہ بلقیس کی حکومت کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے اس سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ ملکہ بلقیس نے جان لیا تھا کہ آپؑ پیغمبر خدا ہیں، اُس لیے اس نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ اُس کی آمد سے پہلے اس کا تخت یہاں پہنچ جانا چاہیے، چنانچہ ایسا ہی

ہوا۔ ملکہ موصوفہ آپ پر ایمان لانے کے بعد آپؐ کے حبالۂ عقد میں آ کر آپ کی زوجہ بن گئیں۔ (''فرہنگ ادبیات فارسی: دری'' از ڈاکٹر زہرای خانلری کیا)

سلیمان سندھی:

حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے قائم کردہ مدرسہ سے متصل مسجد کے پیش امام تھے۔ اب اس مسجد کے آثار کلی طور پر مٹ گئے ہیں۔ مدرسہ کے آثار بھی ختم ہو گئے۔ (مرزا حامد بیگ)

سید محمد محسنؒ:

حضرت آدم بنوریؒ کے چھوٹے بیٹے سعدی بلخاریؒ کے یارانِ خاص میں سے ایک۔ جو ملتان میں قیام پذیر تھے، اُن کو ''محسن الزماں'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، ''ظواہر السرائر'' تمہید فصل دوم۔ (مرزا حامد بیگ)

شام:

ایک ملک، جو بحر روم کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ لبنان، عراق، تُرکیہ اس کے جنوب مشرق اور شمال میں واقع ہے۔ اُس کا پایۂ تخت دمشق ہے۔ اس کے بڑے بڑے شہر حلب، حمس، اور طرابلس ہیں۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت سنی العقیدہ ہے۔ یہاں کے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور مویشی پالتے ہیں۔ گندم، جو، مکئی، زیتون اور تل یہاں کی فصلیں ہیں۔ ریشم کے کیڑے پالنے کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ بحوالہ ''فرہنگِ فارسی'' جلد پنجم تالیف: ڈاکٹر محمد معین

شیخ الیاسؒ:

شیخ ہویاؒ کے بیٹے اور حضرت سر الاعظم محمد یحییٰ المعروف حضرت جی باباؒ کے دادا جان۔ آپؒ نے اپنی ولایت کو لوگوں سے پردہ اخفا میں رکھنے کی غرض سے زرگری

Marfat.com

شغل اپنا رکھا تھا۔ ''ظواہر السرائر'' کے مطابق خدمت خلق آپ کا شعار تھا شیخ محمد الیاسؒ کا مزار موضع سروالہ، اٹک شہر میں حضرت ہویاؒ کے مزار کی سیدھ میں پاؤں کی طرف ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

شیخ پیر دادؒ:

حضرت سرالاعظمؒ المعروف حضرت جی باباؒ کے والد گرامی۔ ''ظواہر السرائر'' کے مطابق حضرت سرالاعظمؒ ابھی عالم طفلی میں ہی تھے کہ باپ (حضرت پیر دادؒ) کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ حضرت سرالاعظمؒ کے والد گرامیؒ کے رحلت کر جانے کے بعد آپ (حضرت سرالاعظمؒ) کے دادا جان (شیخ الیاسؒ) آپ کی پرورش کرنے لگے۔

ابھی آپ بلوغت کی عمر کو پہنچے نہیں پائے تھے کہ آپ کے دادا جان بھی اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ حضرت پیر دادؒ کا مزار سروالہ میں حضرت شیخ الیاسؒ کے مزار کی دائیں بغل میں ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

شیخ ہویاؒ:

حضرت جی باباؒ کے پردادا۔ حضرت جی باباؒ کے بیان (مذکورہ ''ظواہر السرائر'') کے مطابق ماوراء النہر، ملک ترکستان (حال ازبکستان) کے علاقے سے پیر طریقت کی تلاش میں پھرتے پھراتے پنجاب (ہندوستان) آپہنچے۔ ایک ولی کے دست حق پر بیعت ہوئے اور روحانی کمال حاصل کر کے قدیمی شہر اٹک (موجودہ: اٹک خورد) سے دو فرسخ (لگ بھگ چھ میل) کے فاصلے پر واقع ایک قصبے، سروالہ میں مقیم ہو گئے۔ آپ کا مزار موضع سروالہ نزد اٹک شہر کے قدیمی قبرستان کے اُسی احاطے میں ہے، جہاں حضرت شیخ الیاسؒ اور حضرت پیر دادؒ مدفون ہیں۔ (مرزا حامد بیگ)

صدیق اکبرؓ:

حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد خلفۂ اوّل۔ اسلام قبول کرنے سے قبل آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ اسلام قبول کیا تو آپ کا نام عبداللہ رکھا گیا لیکن ابو بکرؓ کے نام سے شہرت پائی۔ غارِ ثور میں حضور اکرمؐ کی رفاقت کے باعث ''یارِ غار'' کہلائے۔ سوا دو سال خلافت کے منصب پر فائز رہ کر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بمطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو بروز اتوار وفات پائی۔ (مرزا حامد بیگ)

طرسوس:

شام کی سرحد پر انطاکیہ، حلب اور بلادالروم کے مابین، سیحوں کے کنارے کا ایک شہر جو کہ مشرقی ایشائے کوچک کے جنوب میں مرسین کے نزدیک واقع ہے۔ شہر طرسوس، ابن الروم ابن الیغز ابن سام ابن نوح علیہ السلام کے نام پر آباد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس شہر کا بانی، ہارون الرشید کا ایک خادم، سلیمان نامی تھا۔ اس کے دو حصار ہیں اور نہر بردوان، اس کے وسط سے گزرتی ہوئی اسے دو حصّوں میں تقسیم کر رہی ہے۔ مامون الرشید کی قبر یہیں پر ہے۔ ماموں الرشید رومیوں سے لڑنے کے غرض سے یہاں پہنچا تھا کہ اسے موت نے آلیا۔ یہ شہر ہمیشہ سے صلحا و زہاد کے قیام کی جگہ رہا ہے۔ اسے بلادِ اسلام کی سرحد شمار کرتے ہیں۔ ۳۵۴ھ مطابق ۹۶۵ء تک مسلمان اس شہر میں نہایت فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے رہے ہیں لیکن مسلمانانِ شہر کا یہ اچھا دور جاتا رہا۔ مشرقی روم کے سلاطین میں سے نقفور نے مسلمانوں کا قلعہ قمع کرنے کی غرض سے اس شہر پر حملہ کیا اور فاتح بن کر یہاں کی بیشتر آبادی کو دیس نکالا دے دیا۔ ہارون الرشید نے اسے دوبارہ آباد کیا تھا۔ اصحاب کہف سے منسوب غار، جس پہاڑ میں واقع ہے وہ طرسوس کی حدود میں ہے۔ بحوالہ ''لغت نامہ دھخدا'' جلد: ۳۳ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

طرطوس:

پرانا نام انطرطوس۔ اکثر اوقات انطرطوس (Antar$u$) طرسوس سے مماثلت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔شام کے ساحل پر ایک قدیم شہر، جو جزیرہ ارواد، نیز ارواز جسے (اب رواد کہتے ہیں) کے بالمقابل واقع ہے۔مسلمانوں نے طرطوس کا قلعہ حضرت عبادہ بن صامت کی قیادت میں فتح کیا۔امیر معاویہؓ نے اسے از سرنو تعمیر کر کے مستحکم کیا اور اس شہر کے علاوہ مرقیہ اور بلنیاس میں ان سپاہیوں کو آباد کیا جنہیں انہوں نے زمین عطا کی تھیں۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

عبدالشکورؒ، سیّد:

''ظواہر السرائر'' از میاں محمد عمر چمکنیؒ کے مطابق حضرت مولانا عبد الشکور، حضرت ایشاں (حضرت سعدی بلخاریؒ) کے مخلص احباب میں سے تھے۔آپ کے والد گرامی کا نام نامی سید اسحاقؒ ہے جو کہ ولی اللہ تھے اور انہیں حضرت آدم بنوریؒ کی ملازمت کا شرف بھی حاصل رہا تھا اور وہ حضرت بزرگ کے حکم سے ہی شیخ نظام تھانیسریؒ سے وابستہ و پیوستہ ہوئے تھے اور ان کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کرنے اور ان سے اجازت پانے کے بعد اٹک کے نواح میں سکونت پذیر ہوئے۔سید عبدالشکور فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم کا مولد ٹھٹھہ ہے۔ وہاں ایسی صورت حال بنی کہ میرے والد نے اُس جگہ سے سفر اختیار کیا اور وہاں سے ہندوستان تشریف لے گئے اور راہ سلوک و عرفان کے طالب ہوئے۔ جب انہوں نے حضرت بزرگ (آدم بنوریؒ) کی کرامات اور بزرگی کے بارے میں سنا تو حضرت موصوف کی خدمت میں 'بنور' جا پہنچے اور اپنی خواہش کا اظہار حضرت موصوف کے روبرو کیا۔حضرت موصوفؒ نے آپ کی خواہش سن کر فرمایا کہ تمہارا نصیبہ اس جگہ نہیں ہے اور تمہیں فلاں راستے سے کہیں اور چلے جانا چاہیے۔ جب فلاں جگہ پہنچ جاؤ گے تو وہاں سے دو راستے نکلیں گے۔اس لیے وہاں کچھ

دیر رکنا تاوقتیکہ وہاں ایک شخص ظاہر ہو جائے۔ پس وہ شخص جس راستے پر چلنے کے لیے تمہاری رہنمائی کرے گا، تمہیں اُسی کے کہنے کے مطابق چلنا چاہیے، یہاں تک کہ تم ایک بزرگ کے پاس جاؤ اور اس سے اپنا نصیبہ حاصل کرو۔ چنانچہ میرے والد نے اُسی کے مطابق عمل کیا۔ جب میرے والد چلتے چلتے ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے، جہاں سے دو راہ نکلتے تھے تو میرے والد نے وہاں حسبِ حُکم انتظار کیا۔ اتنے میں ایک شخص نمودار ہوا اور اس نے درست راستے کی نشاندہی کی۔ والد بزرگوارؒ اس شخص کے بتلائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے حضرت نظام الدین تھانیسریؒ کی خدمت میں پہنچ گئے اور چند سال تک حضرت تھانیسریؒ کی خدمت میں رہے اور حضرتؒ کی بتائی ہوئی سخت قسم کی ریاضتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت تھانیسریؒ سے اجازت حاصل کر کے ہندوستان سے واپس آ گئے اور علاقہ چھچھ کے گاؤں ''ابا بکر'' میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ قرآن مجید کی تلاوت، بتائے ہوئے طریقے کے مطابق بڑے ذوق وشوق سے کیا کرتے تھے اور سات دنوں میں قرآن پاک ختم کر لیا کرتے تھے اور آپؒ اپنی وفات تک ایسا ہی کرتے رہے۔ آپ کا پیشہ زراعت تھا۔

مولانا سیّد عبدالشکورؒ ہمیشہ اپنے احوال کے مراقب رہتے تھے۔ مقامِ تسلیم ورضا اور تفویضِ خدمت کے بارے میں سیّد عبدالشکورؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں میرے پہنچنے کا سبب یہ ہوا کہ میں ابتدائی علوم کے حصول میں کوشاں تھا اور اپنا وقت علمِ صرف کی تحصیل پر صرف کر رہا تھا کہ اُنہی ایام میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ دو نُورانی صورت عزیز حاضر ہیں اور مجھے علم ظاہری کے حصول سے منع فرماتے ہیں۔ پھر ان دو عزیزوں میں سے ایک نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے خواب میں پیش آمدہ اس واقعہ کا کوئی اعتبار نہ کیا اور تحصیل علوم میں جلدی کرنے لگا۔ چند روز بعد مجھے علومِ باطنی کی راہ پر چلنے کی خواہش ہوئی اور گاؤں ابا بکر سے، جو اٹک (اٹک خورد) سے تین کوس کے فاصلے پر ہے

Marfat.com

یہاں پر سکونت پذیر تھا، اپنے ایک رفیق کے ساتھ وہاں سے نکل آیا اور پشاور جانے کا ارادہ کیا۔ راستے میں جہاں کہیں بھی کوئی شیخ یا پیر ہوتا، میں اس کی خدمت میں حاضری دیتا لیکن کہیں بھی مجھے اطمینانِ قلب حاصل نہ ہوا، یہاں تک کہ میں پشاور پہنچ گیا۔ وہاں بھی بعض عزیزوں سے ملاقات ہوئی لیکن جب ان سے بھی اطمینان نہ ہوسکا تو پھر میں پیر کی جستجو میں شہر میں پھرنے لگا اور پھرتے پھرتے خوردہ فروشوں کے بازار میں پہنچ گیا۔ وہاں سے بزازوں کے بازار میں جانکلا۔ جب کابلی دروازے پر پہنچا تو وہاں سے واپس پلٹ آیا اور دوبارہ خوردہ فروشوں کے بازار میں گیا۔ وہاں میں نے ایک عزیز کو دیکھا، جسکی ڈاڑھی سفید تھی، چہرہ نورانی تھا اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ خوردہ فروشی کی دکان پر بیٹھا، لوگوں کے ساتھ لین دین کر رہا تھا جبکہ اس کے روبرو ایک شخص کھڑا کانپ رہا تھا اور اس پر بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ میں اس نورانی صورت والے عزیز کے قریب پہنچا اور اس کی دکان کے چبوترے کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اس دوران بھی میں نے علم صرف ونحو کی کتاب بغل میں داب رکھی تھی۔ جب اس عزیز نے میری طرف دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ کیا خریدنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، کچھ نہیں۔ یہ سن کر اس عزیز نے کہا پھر ہماری دکان پر کیوں کھڑے ہو؟ میں نے جواباً کہا: ''میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔'' اس نے کہا: ''ہم سے کیا کام ہے کہ ہمیں دیکھ رہا ہے؟'' میں نے کہا، بس ایسے ہی دیکھ رہا ہوں۔ اسی دوران میں ایک شخص نے آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ یہ مولانا حاجی اسماعیل خوردہ فروشؒ ہیں اور اولیاء میں سے ہیں اور آپؒ حضرت مولانا یار محمد کل بہاریؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں جن کا ذکر خیر اس کتاب (ظواہر السرائر) کی تمہید میں گزر چکا ہے، جب میں نے ان کے چہرے کو اچھی طرح غور سے دیکھا تو میں نے شناخت کرلیا کہ یہ اُن دو عزیزوں میں سے ایک ہیں، جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یوں میں اُن کا گرویدہ ہوگیا اور اپنی خواہش کا اظہار کردیا۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ ہم فقیر ہیں اور بازار میں دکان پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو ہمیں اس کا علم نہیں،

Marfat.com

اس مقصد کے لیے کسی بزرگ کے پاس جانا چاہیے اور اُن سے اپنا مقصد بیان کرنا چاہیے۔ یہ سن کر میں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور الحاح وزاری کی۔ جس پر انہوں نے فرمایا کہ بھائی، اس جگہ فقیری و نامرادی ہے۔ اگر تم شیخ کے خواہشمند ہو تو پھر شیخ حبیب کی خدمت میں چلے جاؤ اور روٹی کے خواہشمند ہو تو خواجہ صدیق کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے کہا مجھے فقیری و نامرادی چاہیے، میں کسی اور جگہ نہیں جاؤں گا۔ میں اپنے مقصد کا حصول آپ ہی سے چاہتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اگر ہم تمہیں اس راہ کی نشاندہی کر دیں تو پھر تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا، مطالعہ کرنے اور کسبِ علوم میں مشغول ہو جاؤں گا اور ان علوم کی کچھ کتابیں پڑھوں گا۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم نے ابھی تک ان علوم کو ترک نہیں کیا؟ جاؤ پہلے ان علوم کو پڑھ لو۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مجھے خواب میں آپ کا علومِ متداولہ کی تحصیل سے منع کرنا یاد آ گیا۔ وہ کتاب جو میں نے بغل میں دبا رکھی تھی، اسے زمین پر گرا دیا اور کہا کہ آپؒ دیکھ لیں، میں نے اِن علوم کو ترک کر دیا ہے، پھر میں اُن کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔ اُس وقت میرا ایک رفیق بھی میرے ہمراہ تھا۔ تب انہوں نے ایک آدمی سے کہا کہ ہر دو جوانوں کو ہمارے گھر کی قریبی مسجد میں ٹھہرا دو، تاکہ وہاں شب بسری کر سکیں اور صبح سویرے انہیں حلقہ اصحاب میں لے کر آنا۔ ایک سیر آٹا، ان کی روٹیوں کے لیے دے دینا۔ ہم دونوں نے رات وہاں بسر کی اور صبح سویرے ان کے حلقے میں شامل ہوئے۔ انہوں نے ذکر وقوفِ قلبی کی تعلیم دی۔ ہم تین دن تک ان کی خدمت میں حاضر رہے، اس کے بعد انہوں نے ہمیں رخصت کر دیا۔ جب میں وطن پہنچا تو وقوفِ قلبی کے ذکر میں مجھ سے کوتاہی ہوگئی اور انہی دنوں میں بیمار بھی پڑ گیا۔ صحت یاب ہوا تو ایامِ نقاہت میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ ایک شیخ اپنے بہت سے مُریدوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور ذکرِ جہر کر رہا ہے۔ جسے سن کر میرے دل میں حرکت پیدا ہوئی اور اس حرکت سے مجھے لذت حاصل ہوئی۔ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ذکرِ وقوفِ قلبی نے میرے دل پر غلبہ کیا۔ اُسی غلبے کے پیش نظر

Marfat.com

میں پشاور گیا اور مولانا حاجی اسماعیلؒ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھے وقوف عددی سے واقف کر دیا۔ تین روز بعد انہوں نے مجھے واپس جانے کی اجازت مرحمت کر دی تو میں اپنے وطن واپس آ گیا۔ جبکہ طریق سلوک وعرفان پر چلنے کا مجھے بڑا ذوق وشوق تھا۔ اتفاقاً انہی ایام میں حاجی اسماعیلؒ، پنجاب تشریف لے گئے اور میں اُن سے دوری کے باعث پریشان ہو گیا۔ اسی دوران حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) پہلی مرتبہ پشاور تشریف لائے۔ جب میں نے سنا کہ آنحضرتؒ پشاور میں تشریف رکھتے ہیں تو میرے دل میں حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کرنے کی خواہش ورغبت پیدا ہوئی۔ جب حضرت موصوفؒ نے ولایت یوسف زئی سے لاہور کو مراجعت فرمائی تو اثنائے راہ میں حضرت موصوفؒ کی ملازمت کا شرف حاصل ہوا اور جب میں نے انہیں دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہی وہ دوسرے عزیز ہیں، جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور لوگوں کے ازدحام کے ساتھ مصافحہ کرتے کرتے حضرت موصوفؒ کے ہاتھوں کو آ ماس ہو گیا تھا۔ پھر بھی حضرت موصوفؒ نے کمال حُسن خلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ پالکی سے باہر کر رکھے تھے، تاکہ جس طرف سے بھی کوئی آئے، آپؒ کی دست بوسی کر سکے۔ آپؒ پالکی میں تشریف فرما تھے اور لوگوں کے اُس ہجوم میں نہ تو کسی سے بات کرتے اور نہ ہی کسی کے احوال کی طرف مشغول ہوتے۔ جب میں (سیّد عبدالشکورؒ) قریب گیا اور میں نے حضرتؒ سے مصافحہ کرنا چاہا تو آنحضرت نے فرمایا کہ پالکی کو روک دیں۔ کہاروں نے ایسا کر دیا، جس پر میں نے مصافحہ کیا۔ پھر آپؒ نے مجھؒ پر التفات کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا عبدالشکور۔ یہ سن کر حضرتؒ نے فرمایا: ''چلو گے؟'' حضرتؒ کے حکم کی تعمیل میں، میں چل پڑا۔ جب حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) نے دریائے سندھ عبور کیا تو آپؒ نے میری قیام گاہ (ابا بکر) پر نزول اجلال فرمایا۔ میں، حضرتؒ کی خدمت گزاری کے لیے ہمہ وقت حاضر باش رہا اور ایک یوں رات حضرتؒ نے میرے ہاں قیام کیا۔

Marfat.com

دوسرے دن جب حضرت موصوفؒ روانہ ہوئے تو اس وقت پشاور شہر اور یوسف زئی قوم کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد آپؒ کے ہمراہ تھی۔ آپؒ نے ان سب کو رخصت کیا اور مجھے بھی فرمایا کہ رخصت ہو جاؤ۔ میں نے اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں رہوں۔ آپؒ نے تھوڑا سا راستہ طے کرنے کے بعد فرمایا کہ چلے جاؤ۔ جس کے جواب میں میں نے پھر اپنی بات دہرادی۔ میرا یہ جواب سن کر آپؒ نے فرمایا کہ اگر تم نے رفاقت اختیار کی ہے تو پھر ابریق، عصا، مروحہ اور مصلاّ اٹھانے میں سرعت سے کام لو۔ میں نے ایسے ہی کیا اور اس خدمت کو اپنی سعادت جانا اور میں کام کی انجام دہی کے لیے ہوا کی طرح دوڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم لاہور پہنچ گئے۔ لاہور پہنچنے پر حضرتؒ نے مجھے اپنے طریقے سے بہرہ ور کیا اور میں روز بروز خود کو رُو بہ ترقی دیکھنے لگا۔ میں نے چھے ماہ حضرت ایشاںؒ کی خدمت میں بسر کیے۔

حضرت محمد یحییٰ (المعروف جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب سیّد عبدالشکورؒ نے ایک طویل مدّت لاہور میں گزار دی تو آپؒ کے متعلقین اور آپ کے عیال واطفال پریشان ہو گئے۔ سیّد موصوفؒ کی ہمشیرہ نے ایک آدمی کو ہمارے پاس بھیجا اور کہا کہ جب آپ لاہور جائیں تو جاتے ہوئے مجھ سے بھی ملتے جائیں۔ چنانچہ جس وقت ہم عازم لاہور ہوئے تو ہم "ابا بکر" گاؤں میں گئے اور سیّد موصوفؒ کی ہمشیرہ سے ملے تو انہوں نے کہا: "آپؒ لاہور جا رہے ہیں۔ حضرت ایشاںؒ کی خدمت میں میری نیاز مندی عرض کریں اور سیّد عبدالشکورؒ کے بارے میں حضرتؒ سے درخواست کریں کہ انہیں وطن واپس بھیج دیں اُس کا سبب یہ ہے کہ اُن کے بیٹے اور اُن کے متعلقین خراب ہو رہے ہیں جبکہ خود انہوں نے بعض زمینوں میں گندم کاشت کی تھی۔ جو تو لوگ پامال کر چکے اور کھیتوں سے اٹھا کر لے گئے، البتہ اس وقت گندم پڑی ہے اگر وہ (سیّد عبدالشکورؒ) آجائیں اور بھاگ دوڑ کریں تو شاید پارۂ گندم ہاتھ لگ جائے۔ وگرنہ یہ گندم بھی تاراج ہو جائے گی۔" جب ہم لاہور پہنچے تو حضرت ایشاںؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیّد موصوف کی

Marfat.com

ہمشیرہ کا پیغام پہنچایا۔ یہ پیغام سن کر حضرتؒ نے سیّد موصوف کو وطن جانے کے لیے رخصت کر دیا اور ہمیں بھی ان کے ساتھ بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں اکٹھے جاؤ۔ سیّد موصوف نے عرض کیا کہ میں چند روز مزید ٹھہرنا چاہتا ہوں، کیونکہ میں نے کچھ باتیں آپؒ سے پوچھنی ہیں۔ حضرت ایشاںؒ نے فرمایا کہ تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے، اب ان (سرالاعظم حضرت جی باباؒ) سے پوچھ لینا اور یہ کہہ کر رخصت کر دیا۔ دوران سفر، سیّد موصوف نے مجھ (یعنی حضرت سرالاعظم محمد یحیٰی اٹکی) سے شکوہ کیا کہ تم نے مجھے کام سے باز رکھا، وگرنہ میں نے چند روز مزید یہاں ٹھہرنا تھا، جس سے میرے تمام کام انجام پا جاتے جو اب تھوڑے سے رہ گئے تھے۔

سیّد عبدالشکورؒ فرماتے ہیں کہ جب میں لاہور سے واپس اپنے وطن پہنچا تو میرے بچے گدائی کر رہے تھے اور کوئی شخص انہیں روٹی نہیں دیتا تھا۔ اس پر سب لوگوں نے مجھے ملامت کی تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح چاہا، اللہ تعالیٰ کے چاہنے میں مجھے کیا دخل ہے اور میں اس پر راضی ہوں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

حضرت سرالاعظم (محمد یحیٰی المعروف جی باباؒ) سیّد عبدالشکورؒ کی بڑی تعریف کرتے اور فرماتے کہ سیّد عبدالشکور نے اپنا گھر بار حضرت ایشاںؒ پر نثار کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اب اُن کے پاس نہ تو کوئی فلس ہے اور نہ ہی دانۂ گندم۔ اور یہ ان کی کمال ہمت ہے۔

حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) کا کہنا ہے کہ ایک دن حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سیّد عبدالشکورؒ کے احوال سے باخبر رہا کرو اور جب لاہور آؤ تو ہمیں اُن کی کیفیت اِحوال سے آگاہ کیا کرو اور تم دو ہی تو ایسے اشخاص ہو، جو ہمارے یار ہو اور اٹک میں مقیم ہو، البتہ سیّد کے احوال سے واقف رہا کرو۔

سیّد عبدالشکورؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں (سعدی بلخاری لاہوریؒ) نے مجھے کوئی بات بتائی اور فرمایا کہ یہ امانت ہے، البتہ وقتِ آخر آنے پر اسے اپنے ساتھ ہی نہیں لے جانا چاہیے، بلکہ کسی کو اہل کو دیکھ کر اس کے سپرد کر دینی چاہیے اور یہ ہمیں حضرت بزرگوار (آدم

Marfat.com

بنوریؒ) سے پہنچی ہے اور انہوں نے ہمیں بھی یہ فرمایا تھا کہ یہ امانت اگلے جہان جانے سے پہلے کسی کو دے دینا اور ہم بھی تمہیں یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ امانت اپنے ساتھ نہیں لے جانی، بلکہ کسی کو دے کر جانا۔ (حضرت جی بابا) محمد یحییٰ سرالاعظمؒ مصنف ''ظواہر السرائر'' سے فرماتے ہیں کہ جب سیّد عبدالشکور کی خدمت میں جاؤ تو میرا اسلام کہنا کہ اکثر آپؒ کی یاد آتی ہے، مگر بعض امور کی بنا پر توقف ہوتا ہے۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ (مصنف ''ظواہر السرائر'') جب سیّد موصوفؒ کی خدمت میں پہنچے اور حضرت سرالاعظم کا سلام و پیغام انہیں پہنچایا تو آپؒ نے وفورِ شوق سے فرمایا کہ حضرت سرالاعظم (جی باباؒ) میرے غریب خانے پر قدم رنجہ کیوں نہیں فرماتے؟ وہ میری طرح زراعت تو نہیں کرتے کہ فارغ نہ ہوں۔

مصنف ''ظواہر السرائر'' حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ کے مطابق سیّد عبدالشکورؒ، حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے ایسے مُرید تھے، جنہیں مُرشد ''اپنا یار'' کہتا ہے۔ مُرشد کا یہی رشتہ حضرت یحییٰ المعروف جی باباؒ کے ساتھ بھی تھا۔ لیکن ''ظواہر السرائر'' کے مطابق سیّد عبدالشکورؒ کا حضرت جی باباؒ کے ساتھ نسبی تعلق نہیں تھا البتہ دونوں ایک ہی مُرشد کے بلند پایہ مُرید تھے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

عبدالخالق غجدوانیؒ:

آپؒ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ صُوفیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ بُخارا میں امام ابو یعقوب یوسف ہمدانیؒ کی صحبت میں رہ کر فیض پایا۔ حضرتؒ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ آپؒ کے تین خلیفہ ہوئے ہیں، جن کے نام میں خواجہ احمد صدیق، خواجہ عارف ریوگروی اور خواجہ اولیا کلاں۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

عبدالقادر جیلانیؒ:

حضرت عبدالقادر گیلانی (جیلانی) محمد الدّین کنیت ابو محمد (پ: ۴۷۱ھ/ ۱۰۷۸ء، م: ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء) آپ ابوعبداللہ صومعی کے نبیرہ ہیں۔ آپؒ کا خرقہ نسب پانچ

Marfat.com

واسطوں سے حضرت ابوبکر شبلیؒ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپؒ بزرگ صوفیا عرفا اور مشائخ طریقت میں سے ہیں اور قادریہ سلسلے کے بانی ہیں۔ ابتدا میں حصول علم کی خاطر ابوزکریای تبریزی کی خدمت میں پہنچے اوران سے علومِ عربی حاصل کیے۔ آپؒ نے علم فقہ اور اصول کی تعلیم، بغداد (عراق) میں حاصل کی۔ بعدازاں آپؒ وعظ و تدریس فرمانے لگے اوراس میدان میں بہت شہرت پائی۔ حصول علم کے دوران بھی آپؒ اپنی روزی خود کماتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ، شافعی اور حنبلی دونوں فقہ کے موافق ہیں۔ فقہ و تصوّف میں آپؒ کی بہت سی تالیفات ہیں جن میں بشائرالخیرات، دیوان اشعار، طریق الحق، الفتح الربانی والفیض الرحمانی، فتوح الغیب، الفیوضات الربانیہ، ملفوظاتِ قادریہ، اور ملفوظاتِ گیلانی شامل ہیں۔ (بہ حوالہ ''فرہنگِ فارسی'')۔ ''تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان'' میں آپؒ کا اور آپ کی اولاد کا ذکرِ خیر صفحات ۳۲۶ تا ۳۳۸ پر مذکور ہے۔ تفصیلی احوال کے لیے دیکھیے: ''اخبار الاخیار'' از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ اگر چہ محدث موصوف نے یہ کتاب ہندوستان، جو اب ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کہلاتا ہے، کے اولیائے کرام کے بارے میں لکھی ہے لیکن کتاب کا آغاز آپ کے احوال لکھنے سے کیا گیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تالیف ''اخبارالاخیار'' کے مطابق، نسبی اعتبار سے آپؒ عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ بن علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اورقصبہ ''جیل'' (جسے جیلان یا گیلان بھی کہتے ہیں) کی نسبت سے آپ جیلانی اور گیلانی کہلاتے ہیں۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

عبداللہ انصاریؒ:

ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الہرویؒ پانچویں صدی ہجری کے مشہور صوفی۔ ملک الپ ارسلان سلجوقی اور خواجہ نظام الملک طوسی کے ہم عصر تھے۔ آپ کا

سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے۔ آپؒ ہرات میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے جوانی میں ادبی و دینی علوم کے حاصل کرنے اور عربی اشعار کو حفظ کرنے میں شہرت پائی۔ علم حدیث اور فقہ میں عبور حاصل تھا۔ آپؒ نے عرفان و تصوّف کے علوم حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے حاصل کیے نیز حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے بھی بہت استفادہ کیا۔

آپؒ، عربی اور فارسی کے شاعر اور کثیر التصانیف تھے۔ ''طبقاتِ صوفیہ'' کا ہروی لہجہ میں ترجمہ کیا۔ آپؒ نے قرآن پاک کی ایک تفسیر بھی لکھی، جو میبدی کی تفسیری تالیف ''کشف الاسرار عدۃ الابرار'' کے لیے اساسِ کار قرار پائی ہے۔ آپ نے فارسی میں متعدد رسالے لکھے، جن میں مناجات نامہ، زاد العارفین، الٰہی نامہ، کنز السالکین، رسالہ دل و جان اور قلندر نامہ یادگار ہیں۔

آپؒ اُن اوّلین نثر نویسوں میں سے ہیں، جنھوں نے مُسجع اور موزوں نثر لکھی نیز نثر کو دلکش اور مؤثر بنانے کے لیے اس میں اشعار بھی شامل کیے۔

آپ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا مزار قلعۂ ہرات کے مغرب میں ہے۔ ''زیبِ جنت داد'' سے آپ کی تاریخِ وفات ۴۸۱ھ/ ۱۰۸۸ء برآمد ہوتی ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

عراق:

عراق ایک عرب ملک ہے۔ اس کے شمال میں ترکی، مغرب میں شام اور اردن، جنوب میں سعودی عرب، کویت، خلیج فارس اور مشرق میں ایران ہے۔ اس کا شمال مشرقی اور مشرق کا حصّہ کوہستانی جبکہ باقی سارا میدانی ہے۔ دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے مابین میدانی علاقہ کو ''بین النہرین'' کہتے ہیں اور یہ علاقہ نہایت زرخیز ہے۔ یہاں کی سرکاری زبان عربی اور مذہب اسلام ہے۔ بغداد اس کا پایۂ تخت ہے۔ جبکہ اس کے چودہ صوبے ہیں دوسرے اہم شہر یہ ہیں کربلا معلّٰی، نجف اشرف، خانقین، موصل، سلیمانیہ،

Marfat.com

بصرہ، کرکوک اور کوفہ۔

اہم پیداوار گندم، جو، چاول، کپاس، کھجور، پشم و پوست ہیں۔ سب سے اہم معدن تیل ہے، جو ۱۹۲۸ء میں دریافت ہوا۔

یہ سرزمین علی الترتیب آشوریوں، یونانیوں، رومیوں، عرب خُلفا اور عثمانی تُرکوں (دولت عثمانیہ) کے تصرف میں رہی۔ پہلی جنگِ عظیم ۱۸۔۱۹۱۴ میں دولت عثمانیہ کے ایک گورنر ''شریف مکہ'' حسین ابن علی اور اس کے بیٹوں علی، امیر فیصل، امیر عبداللہ نے اس مشکل وقت میں اپنے آقا ولی نعمت کے خلاف اپنے حامیوں سمیت بغاوت کا علم بلند کیا اور انگریزوں کے ساتھ مل گئے عربوں اور ترکوں کی باہمی لڑائی نے دولت عثمانیہ کو شکست سے دوچار کر دیا۔

شریف مکہ کے ایک بیٹے امیر فیصل کو اس کی 'خدمات' کے عوض برطانیہ کی سرپرستی میں ۱۹۲۱ء میں عراق کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ کرنل لارنس آف عریبیہ، اسی بادشاہ، امیر فیصل کا مُشیر تھا۔ امیر فیصل کے وفات پا جانے پر اس کا بیٹا شاہ غازی، ۱۹۳۳ء میں بادشاہ بنا۔ ۱۹۳۹ء میں شاہ غازی کے موٹر کار کے حادثہ کا شکار ہو جانے پر اُس کا چار سالہ بیٹا فیصل ثانی، تخت نشین ہوا اور اس کا چچا عبداللہ ولی عہد بنا۔ ۱۹۵۸ء میں جنرل عبدالکریم قاسم نے فوجی انقلاب برپا کیا تو امیر فیصل کا بیٹا، پوتا اور پورا شاہی خاندان مار ڈالا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں جنرل عارف کی قیادت میں آنے والے فوجی انقلاب نے جنرل قاسم کو بھی مار ڈالا۔

امیر فیصل کا ایک بھائی علی، حجاز کا حکمران بنا۔ ابنِ سعود نے ''شریفِ مکہ'' اور اس کے بیٹے علی کی بساط اُلٹ کر ہر دو کو حجاز سے بھگا دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ امیر فیصل کے دوسرے بھائی امیر عبداللہ کو شرق اردن کا حکمران بنایا گیا، جسے ۱۹۴۹ء میں مسجد اقصیٰ سے باہر نکلتے ہوئے گولی کا نشانہ بنا کر مار ڈالا گیا۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے سانحہ کے بعد امریکہ نے عراق پر حملہ کیا اور پورے ملک کا کنٹرول سنبھال لیا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ:

حضرت ابوطالب کے فرزند، ابنِ عمِ رسول اولیا اور اصفیا کے پیشوا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے والد گرامی۔ خانہ کعبہ میں ولادت ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۳۵ھ/ ۵۶-۶۵۵ء میں انصار و مہاجرین کے پُر زور اصرار پر خلیفہ بننا منظور فرمایا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ اپنی گراں مایہ تصنیف ''کشف المحجوب'' (فارسی) میں لکھتے ہیں:

''برادرِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بحر بلا کے غواص، سوختہ آتشِ ولایت۔ تمام اولیا اور اصفیا کے پیشوا، ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں جن کو تصوف میں شانِ عظیم اور مرتبۂ بلند حاصل تھا۔ اصولِ حقیقت میں اس قدر باریک بین اور نکتہ رس تھے کہ حضرت جنیدؒ نے آپؓ کی نسبت کہا ''شیخنا فِی الْاُصُوْل وَالْبَلَاءَ عَلِیُّ الْمُرتَضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ'' اصول اور بلاکشی میں ہمارے پیر، علی مرتضیٰؓ ہیں یعنی معاملت و علم میں علیؓ ہمارے امام ہیں علم تصوف کو اہل تصوف اُصول کہتے ہیں اور معاملت، تمام بلاکشی ہوتی ہے۔ اہل تصوف، حقایق عبارات، دقایق اشارات، تجرید دنیا و آخرت اور نظارۂ تقدیر حق کے معاملے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے لطائف کلام، لا تعداد ہیں اور ہمیں کتاب کو مختصر رکھنا ہے۔'' (اردو ترجمہ: فضل دین گوہر)

۱۹ رمضان ۴۰ھ/ ۶۱-۶۶۰ء کو کوفہ کی جامع مسجد میں نمازِ فجر کے دوران ایک خارجی ابن مُلجم نے زہر آلود خنجر سے آپؓ کے سر مبارک پر ضرب لگائی، جس کے زخم سے ۲۱ رمضان کو آپ نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہا۔ کُل تریسٹھ برس عمر پائی۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

عنایتؒ، مولانا:

آپ حضرت جی باباؒ کے سرکردہ اصحاب میں سے ہیں۔ آپ بیرون سرائے پیر جلال تشریف رکھتے تھے۔ مُجرد تھے اور اپنی ولایت کو لوگوں سے چھپانے کی غرض سے

Marfat.com

جُوتے گانٹھنے کا شغل اختیار کر رکھا تھا۔ (غضنفر)

غریبؒ، مولانا:

حضرت جی باباؒ کے پرانے دوست، جو ایک نفس میں ہزار مرتبہ نفی و اثبات کا ذکر کر لیا کرتے تھے۔ جب حضرت جی باباؒ سے جُدا ہو کر دور چلے گئے اور دوبارہ ملاقات ہوئی تو ذکر کے معاملے میں وہ پہلے والی بات نہیں رہ گئی تھی۔ (مرزا حامد بیگ)

فاطمۃ الزہراؓ:

حضورِ اکرمؐ کی بیٹی، جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ (مرزا حامد بیگ)

فتح محمد شمس آبادی:

علاقہ چھچھ (اٹک) کے موضع شمس آباد میں آباد اعوان گھرانے کے شجرہ میں فتح محمد ولد عثمان ولد شادی کا حوالہ ملتا ہے۔ اسی طرح موضع فتو چک، نزد گوندل منڈی، ضلع اٹک کی اعوان برادری فتح محمد شمس آبادیؒ کی نسل ہونے کی دعوے دار ہے۔ فتح محمد کے ایک بیٹے کا نام مُراد قلی تھا۔ وہ قدیم اٹک کے گکھڑوں کا سردار رہا۔ اُن کے دو بیٹوں محمد فاضل اور محمد یوسف کا حوالہ بھی ''ظواہر السرائر'' میں ملتا ہے۔ فتح محمد، عہد عالمگیری میں مغلیہ دربار میں خاص مقام رکھتے تھے۔ یہ مقام انہیں ایک خاص حوالے سے ملا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ کامل خان، اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں قلعۂ اٹک کا فوجدار تھا اور وہ مغلوں کی خاقان شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس قبیلے کے لوگ شمس آباد چھچھ اٹک میں آباد تھے۔ خواجہ محمد زاہد اٹکیؒ نے اولیاء کے خوارق عادت کے تحت کامل خان کی اس جنگ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

جب اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے والد، شاہجہان کو قید کیا اور دو بھائیوں کو قتل کر کے خود تخت نشین ہوا تو اس کا تیسرا بھائی شاہ شجاع، جو بنگال میں تھا، مقابلہ کی تاب نہ

Marfat.com

لا کر اراکان (برما) کی طرف فرار ہوا اور اس کے بعد مفقود الخبر ہو گیا۔

عالمگیر کے چھٹے سال جلوس میں اٹک سے ملحق یوسف زئی افغانوں کے علاقہ میں ایک شخص نے شاہ شجاع کا بہروپ بھرا۔ یوسف زئی، اس کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے اور تقریباً ایک لاکھ جنگجو سپاہی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ یوسف زئیوں کے اس سرغنہ کو روسیاہ ''بھاگو'' بنایا گیا ہے۔ پرچہ نویسوں نے اورنگ زیب عالمگیر کو اس کی اطلاع دی تو اسے بے حد تشویش ہوئی اور اس نے پیش بندی کے طور پر کامل خان فوجدار اٹک کے نام ایک فرمان بھیجا کہ وہ دریائے نیلاب (سندھ) کے قُرب وجوار کے جاگیرداروں اور فوجداروں کو جمع کر کے دشمن کی تادیب کے لیے فوراً مستعد ہو جائے اور ساتھ ہی کابل کے صوبیدار امیر خان کو بھی لکھ بھیجا کہ وہ شمشیر خان کو پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ کامل خان کی کمک کے لیے روانہ کر دے۔ لیکن کامل خاں نے شمشیر خان کی آمد کا انتظار نہیں کیا اور حسین بیگ خان، مراد قلی گکھڑ کے لشکر کے ساتھ غنیم سے نبرد آزما ہونے کے لیے اٹک سے چل پڑا۔

ایک دوسری سند کے مطابق امیر خاں کے نائب عبدالرحیم حاکمِ پشاور کے حکم سے مراد قلی خان گکھڑ اور راجہ رائے سنگھ بھدوریہ بھی کامل خاں کی مدد کو پہنچ گئے۔

یہ لشکر ابھی اٹک سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر حاجی مستان (غالباً موضع حاجی شاہ کا پُرانا نام) کے مقام پر فروکش تھا کہ فتح محمد نامی زمیندار نے اُسے آ کر اطلاع دی کہ غنیم کی فوج نے دریائے نیلاب کو عبور کر لیا ہے اور اب وہ گزر ہارون (موضع ہارون) کے قریب کمر کھول کر کھانا پکانے اور کھانے کی تیاری کر رہے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ دشمن پر حملے کا یہی وقت ہے، ورنہ اس کثیر اور منظم فوج کو زیر کرنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی کامل خان نے فوج کو فوراً کوچ کا حکم دیا اور ہدایت دی کہ طبلِ جنگ نہ بجایا جائے اور یوں وہ خاموشی سے بلائے ناگہانی کی طرح افغانوں پر ٹوٹ پڑا۔ افغانوں کی کل فوج کی تعداد جو دریا پار کر چکی تھی پچیس ہزار سوار اور پیادہ تھی، اُن میں سے دس ہزار سپاہی

Marfat.com

مغلوں کے مقابلے پر اُتر آئے لیکن انہیں شکست ہوئی یوسف زئیوں کے دو ہزار آدمی مارے گئے۔ لاتعداد سپاہی مجروح ہوئے اور بہت سے تیز و متلاطم دریائے سندھ میں غرق ہو گئے۔ لشکر شاہی نے مقتول افغانوں کے چار سو سر قلم کر لیے اور ان میں سے ایک سو بیس سر پشاور بھیج دیے اور باقی سروں کا کلہ مینار بنا دیا، تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ لیکن خافی خان کے مطابق اس جنگ میں چالیس پچاس ہزار افغان، سوار اور پیادے کامل خان کے مقابلے میں میدان میں اُتر آئے۔ بہت خون ریز جنگ ہوئی، جس میں ہزاروں افغان مارے گئے اور بہت سے شاہی پیادے اور سوار بھی کام آئے۔ اس جنگ میں کامل خاں کو فتح نصیب ہوئی۔ مقتول افغانوں کی دو ہزار چار سو کھوپڑیاں بادشاہ کے حضور ارسال کی گئیں۔ بادشاہ نے ان کا مینار کھڑا کرنے کی تاکید کی۔ کامل خاں نے افغانوں کی اُن کی کھوپڑیوں سے ٹیکسلا کے قریب ''کلہ مینار'' تعمیر کروایا۔ ''ماثر عالمگیری'' میں ہے کہ یوسف زئیوں پر فتح حاصل کرنے پر شہنشاہ نے کامل خان کو شاہی اعزاز و اکرام سے نوازا۔ ''قصہٴ مشائخ'' میں ہے کہ کامل خاں کو خلعت گھوڑا اور ایک ہاتھی دیا گیا اور اس کے ساتھی امرا میں سے ہر ایک کو خلعت سے نوازا گیا۔ صاحب ''بادشاہ نامہ عالمگیری'' لکھتا ہے کہ بادشاہ نے یہ خبر سن کر کامل خان کو خلعتِ فیل دیا اور منصب میں پانچ صد سوار میں دو صد سوار کا اضافہ کیا۔ ''قصہٴ مشائخ'' کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کامل خاں، تادم مرگ اٹک قلعہ میں فوجدار رہا۔

فتح محمد شمس آبادیؒ بھی حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے مُرید تھے۔ حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ نے لکھا ہے کہ فتح محمد شمس آبادیؒ، ایک امیر کے تعلقہ دار اور بڑے فارغ البال تھے۔ اُن کا ایک بیٹا مُراد قلی، گکھڑوں کا سردار بنا۔ دوسرے بیٹے کا نام محمد فاضل تھا۔

سعدی بلخاری جب پہلی بار پشاور آئے تو فتح محمدؒ سخت بیمار تھے۔ افاقہ ہوا تو گھوڑے پر سوار ہو کر کسی ضروری کام سے کہیں گئے، واپسی پر گھوڑا اتند ہو گیا۔ کمزور تھے، سنبھال نہ سکے باگ ٹوٹ گئی اور زندگی کی اُمید ختم ہو گئی۔ اُس پر مشائخ سے مدد چاہی۔

Marfat.com

خود فرماتے ہیں: اسی عالم میں حضرت سعدی بلخاریؒ نمودار ہوئے اور انہوں نے گھوڑے کو کان سے پکڑا تو وہ گویا زمین میں گڑ گیا۔ پھر میرے ساتھی آ گئے اور انہوں نے لگام کو درست کیا۔ یہ خبر ابھی گھر نہیں پہنچی تھی کہ حضرت سعدیؒ نے کسی کو گھر میری خیریت کی اطلاع کے لیے بھیج دیا اور صدقہ دینے کی تلقین کی، اس سے اہلِ خانہ اور آپؒ کے اصحاب متحیر ہوئے۔ میں گھر پہنچا تو آپؒ کے پیغام کی تصدیق ہوئی۔ فتح محمد کا کہنا ہے کہ میں لاہور سے گھوڑے پر اٹک آ رہا تھا۔ اچانک دیکھا کہ آپ (سعدی بلخاریؒ) پا پیادہ میرے ساتھ آ رہے ہیں۔ میں گھوڑے سے اتر آیا اور پیادہ چلنے لگا، جس سے تھک گیا۔ گجرات کے نزدیک پھر سوار ہوا۔ سوار ہوتے ہی گر گیا اور سخت چوٹ آئی۔ تب حضرت سعدی بخاری علیہ رحمت سے عفو کا طلب گار رہا۔ شمس آباد تک پیادہ آیا۔ آپ کو صاف دیکھتا رہا کہ پاپیادہ میرے ساتھ ساتھ آ رہے تھے اور میرے دوسرے ساتھیوں کو نظر نہیں آ رہے تھے، لیکن مجھے اس کا سبب معلوم نہ تھا۔

حضرت سعدی بلخاریؒ، پشاور آئے تو فتح محمد شمس آبادیؒ نے ہی آپؒ کے احباب کے لیے ماحضر مہیا کیا اور آپؒ کے تمام فقرا کو گھر لے گے۔ جب آپؒ وہاں مقیم تھے تو بارہا فرمایا کہ اس جگہ سے ہمیں بہت زیادہ ظلم وستم اور بہت زیادہ تکالیف کی بُو آ رہی ہے اور اس کی حقیقت کے بارے میں کچھ نہ فرمایا۔ اُس کے بعد جب آپؒ پشاور میں ہی تھے کہ علاقہ چھچھ کا امیر فوت ہو گیا۔ آپؒ لاہور تشریف لے گئے تو فتح محمدؒ، تنگی معاش کا شکار ہو گئے۔ فتح محمدؒ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایک روز مولانا تاج محمود نے میری پریشان حالی کا آپ (سعدی بلخاریؒ) سے ذکر کیا اور میرے لیے توجہ اور تصرف کی استدعا کی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ اُس کا اخلاص ہے جو اُسے اولیا سے ہے۔ فتح محمد کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب پہلی بار حضرت سعدی علیہ رحمت پشاور وارد ہوئے تو میری زوجہ کو طریقۂ ذکر تلقین کیا مگر اس پر کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ یہ صورتحال میں نے آپ (سعدی بلخاریؒ) کے گوش گزار کی تو فرمایا، اُس کو پھر لاؤ۔ میں کسی کام میں مشغول ہو گیا۔ عفیفہ کو اپنے بیٹے محمد فاضل کے ہمراہ بھیجا، کچھ اور

Marfat.com

عورتیں بھی اُس کے ساتھ تھیں آپؒ نے جذبۂ ذکر تعلیم فرمایا۔ دوسری عورتیں بغیر تلقین، مشغولِ ذکر ہو گئیں اور سب کے قلب اسم ذات کے ذکر کے ساتھ جاری ہو گئے۔ جو بھی وہاں دور ونزدیک تھا، اس کی کیفیت اور حالت بدل گئی۔ میں وہاں پہنچا تو جو اصحاب حجرہ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے، ان پر حیرت اور محویت طاری تھی۔ کچھ پر لرزہ طاری تھا اور از خود غائب اور کچھ متوجہ تھے۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپؒ مراقبہ میں ہیں اور تمام عورتیں مشغولِ ذکر ہیں۔ اپنے بیٹے محمد فاضل کو دیکھا کہ وہ گھر کے ایک ستون کے ساتھ لپٹا ہوا لرزاں و ترساں، سر جھکائے ہوئے ہے۔ میرے استفسار پر محمد فاضل نے ماحول کی ساری کیفیت مجھ پر ظاہر کر دی۔ (مرزا حامد بیگ)

فریدالدین عطارؒ:

شیخ فریدالدّین، ابو حامد محمد بن ابو بکر ابراہیم بن مصطفیٰ (پ: لگ بھگ ۵۴۰ھ/ ۴۶-۱۱۴۵ء) ایران کے بزرگ عرفا اور صوفی شعرا کے پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کے والد گرامی کی شادیاخ میں عطاری کی دکان تھی چنانچہ آپ نے اپنے والد محترم کے اس پیشے کو اپنا لیا اور اسی مناسبت سے عطار کا لقب پایا۔ آپ کے اپنے کہنے کے مطابق آپؒ دارو خانے میں طبابت بھی کرتے رہے ہیں۔ عطار نے دنیا داری کے امور سے قطع کر کے عرفان کی دنیا کی طرف توجہ کی اور اپنے لطیف افکار کو اثر انگیز اشعار میں بیان کیا۔ مکّہ معظّمہ گئے۔ وہاں مشائخ صوفیہ کی کثیر تعداد سے ملاقات کی اور حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے ایک مرید خاص حضرت شیخ مجد الدّین بغدادی معروف بہ خوارزمی کے مرید بن گئے۔ آپ کے قلمی آثار میں دیوان شعر بر مشتمل قصائد و غزلیات، مثنویاں: اسرار نامہ، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، منطق الطیر، مختار نامہ، وصیت نامہ، بلبل نامہ، حیدر نامہ، خسرو نامہ، شرف نامہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کے نثری آثار میں ''تذکرۃ الاولیا'' نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کا دیوانِ غزلیات اور قصائد تہران (ایران) سے شائع ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

چنگیز خاں کے ایران پر حملے کے دوران، ۶۱۸ء میں ایک منگول نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مقبرہ شہر نیشاپور کے قُرب میں ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

قُطب، سیّد محمد:

حضرت سرالاعظم محمد یحییٰ (جی باباؒ) فرماتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ سیّد محمد قطبؒ پشاور سے تشریف لائے تو میں اس وقت اٹک میں تھا۔ میں نے سیّد موصوف کی خدمت میں حاضری دی اور شرف ملازمت سے بہرہ ور ہوا۔ حضرت سیّد محمد قطبؒ، سرائے اٹک سے باہر آئے اور چاروں طرف گھومنے پھرنے اور دریا کی سیر کرنے لگے۔ دوسرے دن دریا عبور کر کے خیر آباد پہنچ گئے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ سیّد موصوفؒ کے درویشوں میں سے ایک درویش، سیّد موصوفؒ کو بتائے بغیر ہی خیر آباد کے حاکم بہرام خان کے پاس چلا گیا اور اُسے سیّد موصوفؒ کی آمد کی اطلاع دے کر سیّد موصوفؒ کی خدمت میں کچھ نذر بھیجنے کے لیے کہا۔ بہرام خان اس وقت ابھی شکار سے واپس آیا ہی تھا اور اتفاق سے کوئی شکار بھی نہ مل سکا، اس لیے اُسے خالی ہاتھ واپس آنا پڑا۔ چنانچہ اُس نے درویش کی بات سنی تو کہا کہ ہم شکار کے لیے گئے تھے لیکن کوئی شکار ہاتھ نہیں آیا اگر کوئی شکار ہاتھ لگ جاتا تو ہم اس میں سے کچھ سیّد موصوفؒ کی خدمت میں بھی بھیج دیتے۔ فی الوقت ہم سیّد موصوفؒ کی خدمت میں کچھ بھیجنے سے قاصر ہیں۔ درویش وہاں سے مایوس لوٹا اور پیش آمدہ صورتِ احوال سیّد موصوفؒ کے حضور بیان کر دی۔ سیّد موصوفؒ نے اُس درویش کو سخت سست کہا اور اُس سے مُتنفر ہو گئے کہ تم ہماری اجازت اور ہمیں اطلاع کیے بغیر کیوں وہاں جا کر لجاجت کرنے لگے، جسے ہماری طبع قبول نہیں کرتی۔ میں (جی باباؒ)، سیّد موصوفؒ سے اجازت لے کر رخصت ہوا اور اس کے کچھ عرصہ بعد اپنے مرشد، حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) کی خدمت میں سلام کرنے کی غرض سے لاہور گیا۔ حضرت ایشاںؒ کی خدمت میں پہنچتے ہی انہوں نے دریافت کیا کہ تم

Marfat.com

نے محمد قطبؒ کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں دیکھا ہے۔ حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) نے دریافت فرمایا کہ بہرام اُن سے کس طرح پیش آیا اور کیا سلوک کیا؟ جس پر میں نے سید موصوفؒ کے درویش اور بہرام کے مابین ہونے والی بات چیت دہراتے ہوئے کہا کہ بہرام، شکار کی غرض سے گیا ہوا تھا جبکہ اس نے صید مقصود سے خالی دامن واپسی کی۔ جب درویش مذکور نے سیّد موصوفؒ کی آمد کی خبر اسے سنائی تو اس نے کہا کہ میں شکار کی نیت و ارادے سے گیا ہوا تھا لیکن کوئی شکار ہاتھ نہ آنے کے باعث مجھے خالی ہاتھ واپس آنا پڑا ہے۔ اس صورتحال میں سید صاحبؒ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ یہ سن کر حضرت ایشاںؒ نے فرمایا: ''ہاں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صیدِ مقصود تو خود اس کے ہاتھ سے لے گئے، اس لیے شکار اس کے ہاتھ نہیں آیا۔'' اس مجلس میں بہرام کے بعض ہوا خواہ بھی موجود تھے۔ وہ مجھ سے رنجیدہ ہوئے کہ آپ کو ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا اور مجھے اشارے کنائے سے منع بھی کیا کہ درویش اور بہرام کے مابین ہونے والی گفتگو کو ظاہر نہ کروں لیکن اُن سب کے منع کرنے کے باوجود جو کچھ سچ تھا میں نے کہہ دیا۔ ایک ساعت گزرنے پر حضرت ایشاں (سعدی بلخاریؒ) نے پھر فرمایا بہرام نے درویش سے کیا کہا؟ میں نے جو پہلے کہا تھا، اسے دوہرا دیا۔ ایک ساعت بعد پھر حضرت ایشاںؒ نے یہی سوال کیا کہ بہرام نے درویش کو کیا جواب دیا؟ جس پر میں نے جو پہلے عرض کیا تھا، پھر عرض کر دیا۔ حضرت ایشاںؒ نے دوسرے دن، نماز اشراق ادا کرنے کے بعد، گھر جانا چاہا تو اس لیے سب لوگوں کو رخصت کر دیا۔ جب دروازے کے اندر گئے تو مجھے دوبارہ طلب کیا اور پوچھا کہ بہرام نے اُس درویش سے کیا کہا؟ میں نے جواب میں وہی عرض کیا جو اس سے پہلے عرض کر چکا تھا۔ اس طرح کئی بار یہی سوال و جواب ہوئے۔ اس واقعے کے ظہور پذیر ہونے کے تین چار ماہ بعد کابل کے حاکم امیر خان نے بادشاہ وقت کی اجازت سے بہرام کو اس ملک سے نکال دیا اور اس کا عہدہ اُس کے بھتیجے کو دے دیا۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

قندھار:

افغانستان کا ایک قدیمی شہر، جو دارالحکومت کابل سے اڑھائی سو کلو میٹر جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس شہر میں پانی فراوانی اور درختوں کی بہتات رہی ہے۔ باضابطہ تعمیر شدہ شہر ہے۔ ابتداء میں سلاطین صفویہ اور تیموریہ کے تصرف میں رہا۔ جب یہاں غلجہ قوم آباد تھی تو نادر شاہ نے غلجیوں سے یہ علاقہ چھین کر وہاں ابدالیوں (اب دُرّانی مشہور ہیں) کو آباد کیا۔ قدیمی قندھار شہر اور اس میں موجود قلعہ کو ویران کر کے اس کے قریب ہی ایک نیا شہر نادر آباد بسایا اور اسے اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنے دورِ حکومت میں نادر آباد کے قریب ایک اور شہر آباد کیا، جس کا نام "اشرف البلاد احمد شاہی قندھار" رکھا۔ یہاں انجیر اور انگور کئی قسم کا پیدا ہوتا ہے۔ قندھار کا موسم بھی شدید نہیں۔ یہاں برف نہیں پڑتی۔ (مرزا حامد بیگ)

کابل:

کابل کا علاقہ پُر آب، سرسبز و شاداب اور پُر جمعیت وادیوں کا مجموعہ ہے۔ شہر کابل، افغانستان کا دارالحکومت ہے۔ یہ شہر آسمائی اور شیر دروازہ کے پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے اور سطح سمندر سے اس کی بلندی ۱۷۶۲ میٹر ہے اور اس کی صورت مثلث جیسی ہے۔ دو پہاڑوں کے مابین ایک معبر ہے، جو وادی چہاردہی (نیا کابل) کو کابل قدیم سے ملاتی ہے۔ دریائے کابل، شہر کابل کے درمیان میں سے ہو کر گزرتا ہے۔

نادر شاہ افشار کے قتل ہو جانے پر اُس کے ایک جرنیل احمد شاہ ابدالی (دُرّانی) نے ایران کو خیر باد کہا اور افغانوں کے علاقے میں پہنچ کر اس نئی مملکت (افغانستان) کی بنیاد ۱۷۴۷ء میں رکھی۔ احمد شاہ ابدالی کے پوتے، شاہ شجاع نے انگریزی فوج کی حمایت سے کابل پر فتح پائی تھی جس کی وجہ سے افغان، انگریزوں سے نفرت کرنے کے باعث اپنے بادشاہ کے بھی مخالف ہو گئے اور شاہ اور سردار دوست محمد خان کے مابین جنگ

Marfat.com

ہوئی۔ دوران جنگ شاہ مارا گیا۔ سردار اکبر خان بن سردار دوست محمد خان کے حملوں اور دیگر موسمی حالات کے باعث انگریزی فوج یہاں تک تباہی و بربادی کا شکار ہوئی کہ فقط ایک شخص بچ کر آ سکا، جو فقیرانہ لباس میں ملبوس تھا۔ دوست محمد خان بارک زئی کے خاندان کا آخری بادشاہ غازی امان اللہ تھا، جس کا تختہ الٹ کر بچہ سقہ نے حکومت بنالی تھی۔ غازی موصوف کے ایک جلاوطن سپہ سالار جنرل نادر خان نے پیرس سے آ کر اس سے نجات دلائی، خود بادشاہ بن بیٹھا اور نادر شاہ لقب اختیار کیا۔ وہ انگریزوں کا ایجنٹ تھا۔ اس حقیقت کی پردہ پوشی کے لیے ۱۹۳۳ء میں اسی بادشاہ کی دعوت پر ہندوستان سے علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کابل تشریف لے گئے کابل یونیورسٹی کا خاکہ تیار کرنے کا تھا۔ (دیکھیے: ''پاکستان کی سیاسی تاریخ'' جلد: ۵، ص: ۲۷۴، از زاہد چوہدری) نادر شاہ کے انتقال پر اس کا بیٹا ظاہر شاہ تخت نشین ہوا جو ملک بدر ہوا اور سردار داؤد نے حکومت سنبھالی سوویت یونین کی مدد کے ساتھ سردار داؤد کا تختہ، خلق اور پرچم پارٹی نے الٹ دیا اور یہاں کمیونسٹ لیڈر شپ آ گئی۔ نُور محمد ترکئی کی حکومت گئی تو حفیظ اللہ امین نے باگ ڈور سنبھالی۔ اس کے بعد، ببرک کارمل کے دور میں مذہبی تنظیموں اور امریکی حلیف ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق کی جانب سے بدامنی پھیلائے جانے کے نتیجہ کے طور پر ببرک کارمل نے سوویت یونین کی مدد چاہی اور یوں سوویت فوج، افغانستان میں آ گئی۔ ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر نجیب اللہ حکمران بنے تو سوویت فوج واپس چلی گئی اور ملک میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ پروفیسر ربانی اور گلبدین حکمت یار بھی کچھ دیر حکومت کرتے رہے۔ جنرل دوستم، آزادی کے مجاہد کے طور پر اُبھرے۔ حکومت پاکستان کی درون خانہ مدد سے طالبان کی حکومت بنی، جسے امریکہ نے گرا دیا۔ اب امریکی تسلط کے تحت حامد کرزئی حکمران ہیں۔ ماضی میں سوویت یونین کی کمیونسٹ نوازی اور حالیہ امریکی پالیسی کے نتیجہ میں افغانی عوام سخت مشکلات کا شکار رہے اور تا حال ہیں۔

(مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

کشمیر:

کشمیر، ایک کوہستانی علاقہ ہے، جس میں پانی کی فراوانی ہے اور حاصل خیز ہے۔ برصغیر (پاکستان و ہند) کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کے تین درّے مشہور ہیں۔ چمبہ، درۂ خوشنجت اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع درۂ پیر پنجال، جو سری نگری کے جنوب میں واقع ہے۔ کشمیر کا رقبہ ۲۱۳۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے، اس کے دیگر علاقے لداخ، گلگت، پونچھ بلتستان ہیں۔ اس کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت سری نگر ہے۔ کشمیر کی پیداوار چاول، مکئی، جو اور میوہ جات ہیں۔

اہلِ کشمیر قالین بنانے میں ماہر ہیں۔ یہاں کی شال زمانۂ قدیم سے معروف ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جُداگانہ دو مملکتوں پاکستان اور ہندوستان کے قائم ہو جانے پر کشمیر کے مسئلے پر دونوں ملکوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں اور ۱۹۴۹ء سے اقوام متحدہ کا ایک مستقل کمیشن اس کی نگرانی کر رہا ہے۔

واضح رہے کہ دیسی ریاستوں میں کشمیر جسے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے ۷۵ لاکھ روپے نانک شاہی کے عوض گلاب سنگھ ڈوگرا کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ ''کمپنی کی حکومت'' از باری علیگ میں ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کے کشمیر کو گلاب سنگھ کے ہاتھوں فروخت کرنے کے ضمن میں دس شرائط درج ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ہے۔ جبکہ یہاں کا حکمران ہری سنگھ، ہندو تھا، جس نے آزادیِ ہند (۱۹۴۷ء) کے موقع پر کشمیر کا الحاق بھارت سے کیا۔ ۱۹۴۸ء کی پاک بھارت جنگ کی نتیجہ میں کشمیر کا ایک حصّہ پاکستان کے قبضے میں آ گیا۔ اب بھارت اور پاکستان میں سے کشمیر کا الحاق کس سے ہو؟ یہ تنازعہ آزادی (۱۹۴۷ء) کے بعد سے قائم ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

کوہاٹ:

''تاریخِ مخزنِ پنجاب'' از مفتی غلام سرور کے مطابق کوہاٹ میں صاحب ڈپٹی

Marfat.com

کمشنر معہ اپنے اسسٹنٹوں کے کچہری کرتے تھے۔ یہ شہر، پشاور سے دکن کی طرف لاہور سے دوسومیل مغرب میں آباد ہے۔ علاقہ اس ضلع کا پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے اور پشاور کے درمیان آفریدی پہاڑ کا سلسلہ ہے۔ اس ضلع کے مشرق اور جنوب مین قوم خٹک زئی اور بولاق، آباد ہے۔ قوم بنگش کے علاوہ سرحد شمالی ومغربی پر قوم آفریدی اور اورک زئی پہاڑوں میں سکونت رکھتی ہے۔ ایک قسم کا پتھر، اس ضلع کے علاقہ میں پہاڑ سے نکلتا ہے جس کو پانی میں جوش دے کر مومیائی بناتے ہیں۔

پروفیسر سیتارام کوہلی نے اپنی تالیف ''مہاراجہ رنجیت سنگھ'' میں لکھا ہے:

''دوست محمد خاں والئی کابل کے بھائیوں کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی غرض سے، مہاراجہ (رنجیت سنگھ) نے سلطان محمد اور پیر محمد خاں کو کوہاٹ اور ہشت نگر کے علاقہ میں تین لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر عطا کی۔ علاوہ ازیں پچیس ہزار کا علاقہ دوآبہ میں دیا۔''

انگریزی عہد میں پنجاب کے جن اضلاع کو پنجاب سے جدا کر کے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں شامل کیا گیا، کوہاٹ بھی اُن میں شامل ہے۔ واضح رہے کہ انگریزی حکومت نے چھ اضلاع کو پنجاب سے جدا کر کے انہیں ''صوبہ سرحد'' کا نام دے کر وہاں غازی ایکٹ کا نفاذ کر دیا تھا۔ اِس ایکٹ کے تحت اگر کوئی مسلمان مذہبی جوش میں آ کر کسی فرنگی (انگریز) پر گولی چلا دیتا ہے تو وہ انگریز اس گولی سے مرے نہ مرے، گولی چلانے والے کو موت کی سزا ہو جاتی تھی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

گجرات:

''تاریخِ مخزن پنجاب'' از مفتی غلام سرور کے مطابق پنجاب میں یہ ایک مشہور شہر دریائے چناب کے دہنے کنارے سے آٹھ میل کے فاصلے پر اُس سڑک کے قریب جو لاہور سے اٹک کو جاتی ہے آباد ہے۔ پہلے پہل آبادی اس شہر کی، اکبر بادشاہ نے کی۔ شہر پناہ پختہ اور پختہ قلعہ بنوایا اور گوجروں کو (جو اس نواح میں غارت گری کیا کرتے اور خانہ

Marfat.com

بدوش پھرا کرتے تھے) یہاں آباد کیا اور لاکھوں روپیہ کا محال اس کے شامل کر کے پرگنہ اس کا علیحدہ تجویز فرمایا اور فوجدار شاہی یہاں قائم کر کے اس کو کل علاقہ کا حاکم بنایا۔ محمد شاہی عہد تک آبادی اس کی بڑی عروج پر تھی۔ جب سکھوں نے غارت گری شروع کی تو اُس شہر کو بھی خوب لوٹا۔ مکانات جلا دیئے اور حویلیاں گرا دیں۔ شہر والوں کو ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج کر دیا۔ تمام لوگ سکھوں کے خوف سے بھاگ گئے۔ آخر جب صاحب سنگھ نے اس پر قبضہ کیا تو وہ اس کی آبادی کی طرف متوجہ ہوا اور چند سال میں کچھ صورت آبادی کی ظہور میں آئی۔ رنجیت سنگھ نے دو مرتبہ اس شہر پر یورش کی۔ پہلی مرتبہ جب یہاں آیا تو بہت سا نذرانہ اور بڑی احمد شاہی توپ، جس کو اب لوگ ''بھنگیاں والی توپ'' کہتے ہیں، لے کر لاہور کو واپس چلا گیا۔ دوسرے حملے میں قابض ہو کر صاحب سنگھ کو بے دخل کر دیا۔ رنجیت سنگھ سے پہلے اُسی کے باپ مہان سنگھ نے بھی شہر کا محاصرہ کیا تھا بلکہ اُسی محاصرہ کے وقت موت اُس کی بھی اسی مقام پر وقوع میں آئی۔ رنجیت سنگھ کی عملداری میں اس شہر کا آبادی ترقی پر تھی اور چونکہ یہاں کے لوگ اکثر لاہور کے دربارہ میں معزز عہدوں پر نوکر تھے، اس لیے حویلیاں بھی یہاں عالی شان بن گئیں۔ دلیپ سنگھ کے آخر سلطنت کے وقت شیر سنگھ و چتر سنگھ اٹاری والوں نے انگریزوں کے ساتھ یہاں معرکہ آرائی کی اور شکست کھائی تیرہ ضرب توپ، سکھوں کی، انگریزوں کے قبضہ میں آئی۔ اب اس شہر میں ضلع مقرر ہے، جو قسمت جہلم سے علاقہ رکھتا ہے اور صاحب ضلع کے متعلق تین تحصیلیں خاص گجرات، کھاریاں اور پھالیہ ہیں۔ پرانی عمارات میں سے قلعہ، باولی اور حمام وغیرہ تعمیر اکبر شاہی اب تک موجود ہے۔ ہنرمند، عزت طلب سفید پوش، اہلِ حرفہ، ساہوکار بیو، پاری سکونت پذیر ہیں۔ سلائی کا کام یہاں اچھا ہوتا ہے۔ تلوار و کارد وغیرہ آہنی کام، یہاں کا بنا ہوا تحفہ مشہور ہے۔ شہر کے مشرق کی طرف مقبرہ متبرکہ حضرت شاہ دولا دریائی کا ہے۔ شاہ جہان کے وقت حضرت شاہ دولا، زندہ تھے اور نگ زیب عالمگیر کے عہد ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۵، ۶۶ء میں وفات پائی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

لاہور:

قدیمی نام، ''لوہ کوٹ'' سلطان محمود غزنوی کے عہد میں یہ شہر، سلطنتِ غزنی کا حصہ رہا۔ شہزادہ مودود بن مسعود بن محمود غزنوی کے اتالیق کے طور پر ایاز لاہور آیا اور یہیں وفات پائی۔ ایاز کا مزار شاہ عالم گیٹ کے قریب ہے۔ خاندانِ غلاماں اور لودھیوں کے عہد میں اس شہر نے بہت ترقی کی۔ قطب الدین ایبک، اسی شہر میں نئی انارکلی کے قریب مدفون ہے۔ جلال الدین محمد اکبر نے اس شہر کو چودہ برس ہندوستان کا پایۂ تخت بنائے رکھا۔ احمد شاہ ابدالی کی زندگی میں ہی لہنا سنگھ، گوجر سنگھ اور سوبھا سنگھ نے احمد شاہ ابدالی کے بیٹے صوبہ دار پنجاب تیمور شاہ اور اس کے معاون سردار جہان خاں سے حکومت چھین لی اور لاہور کے تین حاکم رہے۔ بعدازآں لاہور کو رنجیت سنگھ نے پنجاب کا پایۂ تخت بنایا اور 1799ء تا 1839ء حکومت کی۔ 1849ء تک رنجیت سنگھ کا خاندان لاہور کا حاکم رہا۔ 1849ء تا 1947ء لاہور پر برطانوی راج رہا۔

(مرزا حامد بیگ)

لودھانہ:

مشرقی پنجاب کا ایک قدیمی شہر۔ اب ''لُدھیانہ'' کہلاتا ہے۔ کچھ تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ یہ شہر سلطان سکندر بن بہلول لودھی نے آباد کیا تھا لیکن اس میں کچھ حقیقت نہیں۔ اس شہر کو ۸۴۴ھ مطابق ۴۱۔۱۴۴۰ء میں دو افغان سرداروں، نہنگ لودی اور یوسف لودی نے آباد کیا۔ یوں یہ شہر ''لودیانہ'' کہلایا، جو بگڑ کر ''لودھیانہ'' یا ''لُدھیانہ'' مشہور ہو گیا۔

اب اس شہر کے شمال میں دریائے ستلج ہے۔ قدیم وقتوں میں ستلج اس شہر کے وسط سے ہو کر گزرتا تھا۔ یہ شہر، شیر شاہ سوری روڈ (گرینڈ ٹرنک روڈ) پر واقع ہے۔

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا کہ مجھ کو فراموش کر دیا

Marfat.com

اس مشہور شہر کے خالق م۔حسن لطیفی کا تعلق اسی شہر سے تھا۔م۔حسن لطیفی نے عالم جنون میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔اسی عالم جنون میں م۔حسن لطیفی اپنے آبائی شہر کو ''ارضِ لُد'' کہلا کرتے تھے۔

عبدالحکیم خاں لودھی نے ''حیاتِ لودھی'' معروف بہ شوکتِ افغانی (حصّہ دوم کے صفحہ ۸۰ پر شاہ شجاع الملک کے لدھیانہ میں پناہ لینے سے متعلق لکھا ہے:

''شاہ شجاع الملک کابل سے پہلے لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پناہ میں آیا اور وہاں سے بُری طرح، کوہ نور ہیرا چھنوا کر ۱۸۰۹ء میں بہ مقام لودھانہ، گورنمنٹ انگریزی کی پناہ میں آ گیا۔گورنمنٹ نے چار ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا۔''

مفتی علی الدین نے تاریخِ پنجاب بہ عنوان ''عبرت نامہ'' (فارسی) میں لکھا ہے:

''ایسٹ انڈیا کمپنی کا جرنیل David Ochterlony اپنی چار پلٹن فوج کے ساتھ گنڈا سنگھ کا تعاقب کرتا ہُوا لودھیانہ میں آوارد ہوا، اور اس علاقے کا انتظام و انصرام کرنے کے لیے سمت ۱۸۶۵ بکرمی/ ۱۸۰۹ء میں چھاؤنی قائم کر لی۔''

قدیم وقتوں سے یہ شہر لنگیوں اور شالوں کی بافت کے سبب پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔آزادی (۱۹۴۷ء) کے بعد ۱۹۶۶ء میں حکومت ہند نے مشرقی پنجاب کی تنظیم نو کے تحت اس علاقے کا کچھ حصّہ ہماچل پردیش اور کچھ ہریانہ کے نئے صوبوں میں بانٹ دیا۔(مرزا حامد بیگ)

ماوراء النہر:

''فرہنگِ فارسی'' جلد ششم (اعلام) کے مطابق: یہ سرزمین، دو دریاؤں جیحوں اور سیحوں کے مابین واقع ہے۔اس کے مشہور شہروں میں بخارا، سمرقند، خجند، اشروسنہ اور ترمذ شامل ہیں۔ماوراء النہر پانچ سو سال تک ایک بڑے اسلامی اور ایرانی تمدن کا مرکز رہا ہے۔قاچاری عہد تک ایران کی مرکزی حکومت کے تابع تھا۔اس سرزمین میں بڑے

Marfat.com

بڑے ایرانی دانشوروں، محدثوں، فلاسفروں اور حکما کا جنم ہوا۔ ''روس میں مسلمان قومیں'' کے مصنف آبادشاہ پوری رقم طراز ہیں:

''دینی نقطۂ نظر سے اس خاک سے نامور محدثین، علما اور فقہا پیدا ہوئے۔'' مشہور محدث عبداللہ بن مبارک ''صحیح بخاری'' کے مؤلف امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔ ''جامع ترمذی'' کے مؤلف امام حافظ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی اور امام بجستانی اسی سرزمین کے فرزند ہیں۔ مفسرین اور فقہا میں، محمد بن الفضل بخاری، ابوالقاسم جاراللہ، محمود بن عمر الزمخشری، ابوبکر القفال الشافعی، ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن اسحاق المروزی، علوم اسلامی کے ماہرین اور فضلا میں امام فخر الدین رازی، سعدالدین مسعود بن عمر التفتازانی، امام سرخسی ابواللیث سمرقندی، ابوزید احمد بن سہل البلخی، ابوعلی ابن سینا، جنہیں شیخ الرئیس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ ''معلم ثالث'' کہلاتے ہیں اور ان کے بعد کسی کو معلم رابع نہ کہا گیا جبکہ مُعلّم اوّل ارسطو اور معلم ثانی ابونصر فارابی ہیں۔ ابوالفتح ناصر ابن عبداللہ المطرزی الخوارزمی، سکاکی، جمال الدین قرشی، ماہرین ہیئت اور ریاضی دانوں میں ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی، الغ بیگ جیش الحاسب، صوفیا میں شیخ خواجہ بہاء الدین نقشبند، یہیں پیدا ہوئے۔ آخری زمانے میں جبکہ ترکستان اور روس کے دیگر محکوم علاقوں میں علمی اور دینی زندگی چراغِ سحری بن چکی تھی، تاتاری علاقے میں روستوف ڈان کی خاک سے علامہ موسیٰ جاراللہ پیدا ہوئے وہ آخری نامور دینی و علمی شخصیت تھے جو اس مردم خیز خطے نے عالم اسلام کو دی۔ (''فرہنگِ فارسی'' از ڈاکٹر محمد معین، جلد ششم حصہ: ''اعلام'') آج کل یہ سرزمین اُزبکستان کا حصہ ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

محمد اسماعیلؒ، مولانا:

حضرت محمد یحیٰ اٹکی المعروف جی باباؒ کے بڑے بیٹے اور اُن کے جانشین۔ حضرت جی باباؒ کے مرقد کی برابر والی قبر انہی کی ہے۔ اپنے وقت کے بڑے عالم اور

Marfat.com

صوفی ۔(مرزا حامد بیگ)

محمد اشرفؒ، مولانا:

بخاوا نے کے ایک سربرآوردہ عالمِ شریعت۔(مرزا حامد بیگ)

محمد اکرم، سیّد:

حضرت جی باباؒ کے بیان کے مطابق قدیم وقتوں کی ایک شخصیت، جو اُن پر ظاہر ہوئی اور غائب ہوگئی۔ اکثر سالک کی ملاقات مُتقدمین سے بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت جی باباؒ کی سیّد محمد اکرم سے یہ ملاقات بھی اسی نوعیت کی ہے۔(مرزا حامد بیگ)

محمد عارفؒ، خواجہ:

حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے سب سے چھوٹے فرزند۔ مفتی غلام سرور کے مطابق حضرت سعدی بلخاریؒ کے چار بیٹے تھے: خواجہ محمد سلیم، خواجہ محمد غنی، خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد عارف، یہ چاروں ظاہری اور باطنی کمالات میں اعلیٰ درجات پر فائز تھے۔ میاں محمد عمر چمکنیؒ کے تذکرہ ''ظواہر السرائر'' سے معلوم ہوتا ہے کہ چار نہیں، پانچ بیٹے تھے، جن میں سے خواجہ محمد عیسیٰؒ سب سے بڑے تھے، جو حضرت سعدی بلخاریؒ کی وفات سے قبل اُن کے پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔(مرزا حامد بیگ)

محمد علیان، حضرت ابوجعفر محمد بن علی النسویؒ:

مولانا عبدالرحمٰن جامی کے تذکرے ''نفحات الانس'' کے مطابق آپ کا تعلق طبقۂ اربعہ سے ہے۔ آپ ''نسا'' کے مشائخ اور ابوعثمان حیری کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جو کوئی اپنی خواہش سے اظہار کرامت کرتا ہے، وہ مُدعی اور جس کسی سے بغیر خواہش وارادہ کرامت کا اظہار ہوتا ہے وہ ولی ہے۔

Marfat.com

محمد عیسیٰؒ، خواجہ:

حضرت جی باباؒ کے مرشدِ حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ کے بڑے بیٹے اور اُن کے پہلے خلیفہ (مرزا احامد بیگ)

محمد قلی بیگ:

حضرت جی باباؒ کے احباب میں سے ایک سالک (مرزا احامد بیگ)

محمد محسنؒ، سیّد:

تفصیلات کے لیے دیکھیے: سیّد محمد محسنؒ۔

محمد یوسف، خواجہ:

سعدی بلخاریؒ کے بیٹے۔ (مرزا احامد بیگ)

مدینہ سیّداں:

گجرات (پنجاب) کا ایک نواحی قصبہ جہاں قدیم وقتوں سے سادات آباد ہیں۔ (مرزا احامد بیگ)

مدینہ منورہ:

مکّہ کے شمال مشرق اور حجاز کے علاقے میں واقع ہے۔ اس کا پرانا نام یثرب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسنؓ اور تینوں خلفائے کرام، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ کے مزارات اسی مقدس شہر میں ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک یہی دارالخلافہ تھا۔ لیکن جب بلوائیوں کے ہاتھوں اس کا تقدس پامال ہوا اور یہیں پر بلوائیوں نے ۳۵ ہجری میں حضرت عثمانؓ کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا تو حضرت علیؓ نے عراق کے شہر کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

Marfat.com

مَر و:

مطلق مَر و سے ہمیشہ ''مروشاہ جہان'' مراد ہوتا ہے۔ شیخ شیراز فرماتے ہیں:

طبیبی پری چہرہ در مرو بود
کہ درباغ دل قامتش سروبود

صوبہ خراسان میں مَر و، اُم القریٰ کا درجہ رکھتا ہے۔ ابواسحاق اصطخری، جس نے ۳۴۰ھ/۹۵۱ء میں بلاد عرب سے ہندوستان تک سیاحت کی، وہ ''مسالک الممالک'' میں لکھتا ہے، کہ ''مرو ہمیشہ مَر و، شاہ جہاں کے نام سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اس کا قلعہ طہمورث پیشدادی کا بنا کردہ ہے اور شہر کا بانی ذوالقرنین ہے۔ مرو ایک کھلے ہوئے میدان میں آباد ہے، جس کے اطراف میں پہاڑوں کا کہیں نام نہیں ہے۔ البتہ زمین ریتیلی ہے اور تمام عمارتیں مٹی کی ہیں۔ تین مسجدیں ہیں ایک میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ اوران مساجد میں ایک مسجد بازار اور دارالامارۃ، ابومسلم خراسانی، بانیِ دولت عباسیہ کی یادگار ہے۔'' اصطخری کے زمانۂ سیاحت تک امرائے مرو دارالامارۃ میں اجلاس کرتے تھے۔ یہ عمارت اینٹوں کی تھی اور اس کا رقبہ ۵۵ گز دور کا تھا۔ قلعہ، وسعت میں شہر کے برابر تھا لیکن اب ویران وشکستہ ہو چکا ہے۔ باوجود بلندی کے، قلعہ کے اوپر ہنوز کاریز جاری ہیں، جن سے کھیتیاں ہوتی ہیں۔ بازار اعلیٰ درجے کے صاف ستھرے ہیں۔ عید کی نماز محلّہ راس المیدان میں ہوتی ہے اور شہر کے اندر چار نہریں ہرمزقرہ، ماجان، رزیق، نہر سعدی خراسانی جاری ہیں اور ان سب کا منبع دریائے مرغاب (ماءمرو) ہے، جو بامیان کی طرف سے بہتا ہوا آتا ہے، جس کے گرد عمارات، مساجد اور بازار ہیں اور شہر کے اندر چار دروازے ہیں: باب المدینہ، باب سنجان، باب بالیں، باب درمشکاں۔ ابتداء میں مروشاہجہاں، مامون الرشید عباسی کا دارالخلافہ تھا اور وہ اس شہر کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کا محل باب درمشکاں میں تھا۔ ۱۹۷ھ بمطابق ۸۱۲ء میں امین الرشید پر فتح

پانے کے بعد بغداد میں منتقل ہوا۔

عباسیوں کے بعد آلِ سلجوق کا دارالحکومت قرار پایا اور سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی کے عہد میں بڑے عروج پر تھا ۶۱۷ھ بمطابق ۱۱۲۰ء میں تولی خاں نے تباہ کیا۔ اس وقت مرو فوجی چھاونی تھی اور یہاں ۹۰ ہزار فوج موجود تھی اور تینوں مسجدوں میں نماز ہوتی تھی۔تولی خاں نے قتل عام کیا اور تقریباً ۲۰۰ برس تک مر، ویران پڑا رہا اور ۸۱۲ھ/ ۱۴۰۹ء میں شاہرخ مرزا نے ازسرنو آباد کیا اور دریائے مرغاب سے نہر لایا (آبِ رفتہ بجو آمد) اور قدیم بند کو درست کیا۔عمق نہر ۲ گز سے ۱۵ گز تھا۔ دسویں صدی ہجری میں اوزبکوں نے اس کو تباہ و برباد کر دیا۔اب کھنڈرات باقی ہیں۔مرو، علمی بستی تھی جس کے فقیہہ اور ادیب مشہور ہیں۔ جامع مسجد اور مدارس میں دس عظیم الشان کتب خانے تھے جس کی تفصیل ''معجم البلدان'' میں ہے۔حکیم برزویہ اور باربد مغنی کا وطن تھا۔آب وہوا ضرب المثل تھی۔نہروں کی وجہ سے پانی کی افراط تھی۔ ہر گھر میں حمام تھا۔روٹی بلحاظ ذائقہ تمام خراسان میں مشہور تھی۔تربوز، عراق تک جاتا تھا۔ریشم کی پیداوار بہت تھی۔ جرجان اور طبرستان میں جب ریشم کے کارخانے قائم ہوئے تو کیڑے مَرو سے بھیجے جاتے تھے۔مَرو، کے ریشمی کپڑے بھی مشہور تھے اور میوہ میں منقیٰ، انجیر، عناب بافراط ہوتا تھا۔مَرو کے مشہور قریے اور ناحیے یہ ہیں: ہرمزقرہ، باشان، سنجان، سوسقان، دندانقان، مرورود، قصراحنف اور لوگر۔

(بہ حوالہ: ''سفرنامۂ حکیم ناصر خسرو'' ترجمہ: عبدالرزاق کانپوری، مطبوعہ: انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی، طبع اوّل: ۱۹۴۱ء) (محمد غضنفر علی وڑائچ)

مسجدِ اقصیٰ:

قرآن حکیم کے مطابق یہ وہی مسجد ہے، جس میں خدائے عزّ وجل نے نبی کریمؐ کو شب معراج میں مکّہ معظمہ سے یہاں تک پہنچایا تھا اور پھر آپؐ یہاں سے آسمان پر

Marfat.com

تشریف لے گئے تھے۔''

حکیم ناصر خسرو کے مطابق: ''مسجد کی صدر عمارت کا طول چار سو آٹھ ہاتھ ہے۔ جس کے داہنے ہاتھ پر رقبۂ حرم کے اندر جنوبی اور غربی دیوار کے گوشہ میں مقصورہ واقع ہے اور مجموعی حیثیت سے چھت کا طول ۴۲۰ ہاتھ اور عرض ۱۵۰ ہاتھ ہے اور مسجد اقصیٰ میں جملہ (۲۸۰) دو سو اسّی سنگ مرمر کے ستون ہیں اور اُن پر پتھر کی محرابیں ہیں اور اُن ستونوں کے سر بند اور تنے منقش ہیں۔ اور درزوں کو رانگ سے ایسا بند کر دیا گیا ہے، جس سے زیادہ مستحکم ہونا ممکن نہیں اور ہر دو ستونوں کے مابین چھ ہاتھ کے فاصلہ ہے۔ اور ان پتھروں کی درزوں پر رانگ کا ٹیپ ہے۔'' (سفر نامۂ حکیم ناصر خسرو)

۱۹۴۸ء میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگ میں، بیت المقدس کے کچھ حصے پر اسرائیلی قبضہ ہو گیا لیکن مشرقی بیت المقدس جس میں مسجد اقصیٰ واقع ہے، اردن کے پاس ہی رہ گیا تھا جبکہ ۱۹۶۷ء میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگ، جو صرف چھ دن تک رہی، اُس میں اسرائیل کے ہاتھوں عربوں کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا تو مصر سے صحرائے سینا اور غزہ چھن گیا۔ شام سے جولان (گولان) کی پہاڑیاں چھین لی گئیں اور اردن سے نہ صرف دریائے اردن کا مغربی کنارہ بلکہ مشرقی بیت المقدس بھی چھین لیا گیا اس طرح ۱۹۶۷ء میں اسرائیل، مسجد اقصیٰ پر بھی قابض ہو گیا۔

مسلمانوں میں مسجد اقصیٰ کو مکّہ اور مدینہ کے بعد تیسرے مقدس مقام کا درجہ حاصل ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

معصومؒ، خواجہ محمد:

شیخ احمد سرہندیؒ کے بیٹے۔ جب پیدا ہوئے، تو خواجہ باقی باللہ نے فرمایا تھا کہ احمد یہ فرزند تیرا مجھ کو مبارک ہے۔ چنانچہ سولہ برس کی عمر میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔ بعدہٗ بہ علوم باطنی متوجہ ہوئے اور اپنے بھائیوں سے سبقت لے گئے۔ والد نے اُن کو

Marfat.com

وصیت کی تھی کہ اپنی خانقاہ کو تختِ سلطنت اُور بوریہ کو مسندِ شاہی سے بہتر سمجھنا اور اُمراء، وزرا اور بادشاہوں سے بچ کر رہنا۔ اُمرائے شاہجہانی کی صحبت تو قبول نہ کی لیکن اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ سے نہایت محبت رہی۔ بعض اہلِ قلم نے لکھا ہے کہ آپ کے مُریدین کی بڑی تعداد اورنگ زیب عالمگیر کے دربار سے وابستہ رہی۔ خواجہ محمد معصومؒ جب زیارت حرمین کو گئے تو وہاں بھی ہزاروں مرید ہوئے۔ ''تذکرہ اوہمیہ'' میں لکھا ہے کہ خواجہ محمد معصومؒ نے روضہ نبویؐ پر عرض گزاری کہ شہزادہ دارا شکوہ، ولی عہد شاہ جہاں اہل سرہند کے درپے تخریب ہے۔ نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید رحیم داد تھا۔ اُس کا باپ مال تجارت لے کر ایک جہاز پر سوار ہو کر چلا۔ راستہ میں جہاز بھنور میں آ گیا تو اُس نے ہزار روپے شیخ کی نذر قبولی۔ جہاز بھنور سے نکل گیا۔ جب ہندوستان میں آیا۔ تو پانچ سو روپیہ نذر کیے۔ آپؒ نے فرمایا کہ بروقت تباہی جہاز کے تُو نے ہزار روپے قبولے تھے۔ اب نصف کیوں دیتا ہے؟ وہ بہت منفعل ہوا اور پانچ سو باقی ماندہ بھی پیش کیے۔ وفات ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

بہ حوالہ: ''تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان'' از مرزا محمد اختر دہلوی مطبوعہ: ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب لاہور، طبع دوم: ۱۹۵۷ء (محمد غضنفر علی وڑائچ)

معموریؒ، مولانا:

حضرت جی باباؒ کے خدمت گارِ خاص۔ (مرزا حامد بیگ)

مکہ سیّداں:

گجرات کے نواح کا ایک قدیمی قصبہ، جہاں قدیم وقتوں میں سادات کی آبادی تھی۔ اس آبادی کا ذکر حضرت جی باباؒ نے کیا ہے۔ اُس آبادی کی مقامی سید برادری نے حضرت جی باباؒ کو وہاں رات نہ گزارنے دی تھی۔ اب مکہ سیداں کے آثار کلی طور پر مٹ چکے ہیں۔ بہت ممکن ہے وہ آبادی مدینہ سیداں سے قربت کی بنا پر مدینہ سیداں ہی میں

مدغم ہوگئی ہو۔ یا اُجڑ کر معدوم ہوگئی۔ (مرزا حامد بیگ)

مکّہ معظّمہ:

سعودی عرب کا معروف اور قدیم شہر، جو حجاز میں بحیرۂ احمر کے نزدیک واقع ہے اور جدہ کی بندرگاہ کے ذریعے بحیرۂ احمر سے مربوط ہے۔ یہ شہر دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے قبلہ اور زیارت گاہ ہے۔ ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں دنیا کے اطراف واکناف سے مسلمان اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور فریضۂ حج بجالاتے ہیں۔ اسلام سے قبل بھی خانہ کعبہ کی بدولت مکّہ، جزیرہ نما عرب میں، حکمت اور دولت کا ایک اہم مرکز تھا اور اس کے مشہور بازار کا نام ''عکاظ'' تھا۔

سلطان سلیم اوّل کے زمانے میں جب مکّہ معظّمہ، دولت عثمانیہ کی قلمرو میں شامل ہو گیا تو ''دولتِ عثمانیہ'' کی جانب سے مکّہ معظّمہ کے لیے جو حاکم مقرر کیا جاتا تھا اسے احتراماً ''شریفِ مکّہ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پہلی جنگِ عظیم تک یہ دولت عثمانیہ کا علاقہ تھا۔ بعدازاں، شریف مکہ حسین ابن علیؓ کی یہاں پر حکومت بنی، جسے ابن سعود نے چلتا کیا۔ اُس وقت سے اب تک سعودی حکومت کی قلمرو کا حصّہ ہے۔

(محمد غضنفر علی وڑائچ)

منصور حلّاجؒ:

مقتول: ۳۰۹ھ/۲۲۔۹۲۱ء۔ حسین بن منصور حلّاجؒ کا شمار بزرگ صوفیا اور عرفا میں کیا جاتا ہے۔ کچھ حضرات کے نزدیک آپ کے خوارق عادات، کرامت کا درجہ رکھتے ہیں اور انہیں اولیا میں شمار کرتے ہیں جبکہ کچھ حضرات اُس کو جادو اور سحر کا اثر خیال کرتے ہیں۔ آپؒ کو ''انا الحق'' کہنے کی پاداش میں زندان میں ڈال دیا گیا اور خلیفہ مقتدر عباسی کے وزیر حامد بن عباس کے حکم پر آپ کو دار پر لٹکا دیا گیا۔

خواجہ حافظ شیرازیؒ نے کیا، خوب کہا ہے:

Marfat.com

منصورؒ بر سر دار ایں نکتہ خوش سراید
از شافعی مپرسید امثال ایں مسائل

ترجمہ: منصور نے دار پر اِس نکتے کو بڑی خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے۔ اس قسم کے مسائل امام شافعی سے مت پوچھو۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

عہد عالمگیری میں اسی طرح کا معاملہ شہزادہ داراشکوہ کے خیر خواہ، سرمدؒ کے ساتھ دہلی میں پیش آیا۔ دہلی کی بادشاہی مسجد کے قریب چوک میں سرمدؒ کی گردن اُتار دی گئی۔

(مرزا حامد بیگ)

موسیٰؑ، حضرت:

اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر۔ آپ ولید بن مصعب، فرعون مصر کے زمانۂ بادشاہی میں پیدا ہوئے چونکہ نجومیوں نے فرعون سے یہ کہہ رکھا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ایک لڑکا تمہارے احکام کو چلنے نہیں دے گا، اس صورت کے پیش نظر اس نے حکم دے رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں لڑکا پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جائے۔ جس وقت آپ کی ولادت ہوئی تو آپؑ کی والدہ ماجدہ نے فرعون کے ڈر سے آپ کو ایک صندوق میں ڈال کر اس صندوق کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ دریائے نیل کا پانی، اس صندوق کو فرعون کے محل میں لے گیا۔ فرعون کی زوجہ حضرت آسیہ کی کنیز نے جب صندوق دیکھا تو، اسے اُٹھا کر اپنی مالکہ کے پاس لے گئی۔ مالکہ نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا۔ بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی عورت کا دودھ ہی نہیں پیتا تھا۔ چنانچہ اس مجبوری کے باعث آپؑ کی والدہ ماجدہ کو دودھ پلانے کی خدمت سونپی گئی اور آپؑ فرعون ہی کے گھر میں پرورش پا کر بڑے ہوئے۔ ایک دن ایک قبطی آپ کے ہاتھوں مارا گیا، جس کے سبب آپؑ مصر سے بھاگ گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بھیڑ

Marfat.com

بکریاں چرانے کی خدمت انجام دیتے رہے، جس پر انہوں نے اپنی ایک بیٹی کی شادی آپؑ سے کردی۔ آپؑ نے اپنی زوجہ کے ساتھ مصر جانے کا ارادہ کیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو ایک عصا مرحمت کیا۔ دورانِ سفر ایک اندھیری رات میں آپؑ کی زوجہ محترمہ کو دردِزہ ہوا۔ اس بیابان میں ایک وادی تھی، جسے کوہِ طُور سے قُربت کے سبب ''وادیِ ایمن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپؑ آگ کی جستجو میں وہاں گئے تو آپ نے ایک درخت پر روشنی دیکھی اور اللہ کی جانب سے آپ کو معجزہ عطا کیا گیا۔ آپ نے اپنا معجزہ فرعون کے سامنے پیش کیا، جس پر فرعون نے اسے سحر اور جادو کہا اور ایمان نہ لایا۔ چونکہ مصر کے قبطی، بنی اسرائیل پر ظلم وستم کرتے تھے، اس لیے ان مظالم سے بچنے کے لیے بنی اسرائیل نے آپؑ کی قیادت میں وہاں سے ہجرت کی اور دریائے نیل پار کر گئے۔ قبطیوں نے آپؑ کا اور بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور آپؑ کو اور بنی اسرائیل کو پکڑنے کی غرض سے دریائے نیل کے اندر گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون سمیت دریائے نیل میں غرق ہو گئے۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کی مناجات کے لیے کوہِ طور پر گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر ''تورات'' نازل فرمائی۔ جب آپؑ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے تھے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی خواہش کی، جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لن ترانی''، یعنی ''تُو نہیں دیکھ سکتا''۔ (ماخوذ از ''فرہنگِ ادبیات فارسی دری'' تالیف: دکتر زہرای خانلری ''کیا''۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

نسیم:

حضرت سعدی بلخاریؒ کے خدمت گار۔ جو ہمہ وقت اُن کے ساتھ رہتے تھے۔

(مرزا حامد بیگ)

نورالدّین جولاہہؒ:

سعدی بلخاریؒ کے ایک مُرید۔ انہوں نے حضرت سعدی بلخاریؒ کے کفن کا کپڑا کھڈی پر تیار کیا تھا۔

نوشہرہ:

ایک قدیم شہر جو صوبہ سرحد میں شیر شاہ سوری روڈ پر دریائے کابل کے کنارے قلعۂ اٹک سے اٹھارہ میل شمال مغرب کو آباد ہے۔ مفتی غلام سرور نے لکھا ہے کہ:
''۱۸۴۳ء میں اس مقام پر افغانی ملکہ و پشاور کی فوج نے رنجیت سنگھ کے ساتھ لڑائی سخت کی، پہلے سکھ فوج بھاگ نکلی اور سینکڑوں سکھ قتل ہوئے۔ اس واسطے دوسری لڑائی میں بذاتِ خود رنجیت سنگھ نے جا کر کوشش کی اور افغانوں کو متفرق کر دیا اور نوشہرہ پر قبضہ پا کر یہاں ایک قلعہ بنوایا۔ جس کا مہتمم، ابوطویلہ تھا۔ اس قلعہ کے چار بُرج اور دو ہرے دمدمے ہیں۔ چھاؤنی فوج انگریزی کی یہاں بنی ہوئی تھی اور فوج مامور رہتی ہے۔ ۱۸۵۶ء میں دریا میں اس قدر طغیانی ہوئی کہ چھاؤنی تک پانی پہنچ گیا اور بارکیں منہدم ہو گئیں۔''

واضح رہے کہ رنجیت سنگھ ۱۸۳۹ء میں فوت ہو گیا تھا۔ اب یہ جناب مفتی غلام سرور صاحب ''تاریخ مخزن پنجاب'' بہتر جانتے ہیں کہ رنجیت سنگھ کے آنجہانی ہو جانے کے پانچ سال بعد اسے شکست دلانے اور بعد میں فتح یاب کرنے میں کیا حکمت تھی۔ مفتی صاحب کے دیئے ہوئے سال یا کہی ہوئی تاریخ وفات چنداں قابلِ اعتبار نہیں۔ جو اُن کے لکھے کی تصدیق کیے بغیر اعتبار کرے گا، اس کی تحریر خود ساقط الاعتبار ہو جائے گی۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

نیلاب:

دریائے سندھ کا قدیمی نام، تذکرہ میں اس دریا کے کنارے ہارون گھاٹ کا قصبہ بتایا گیا ہے۔ جو اِن دنوں علاقہ چھچھ میں ''ہارون'' کے نام سے مشہور ہے۔
(مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

ولایتِ سواد:

اس سے مُراد علاقہ سوات ہے۔ تذکرہ ''ظواہر السرائر'' میں ولایتِ سواد کے ایک گاؤں اسلام پور کا ذکر آیا ہے، جہاں حضرت اخوند درویزہؒ کے نبیرہ حضرت نور محمدؒ قیام پذیر تھے۔ ہم نے سوات میں اسلام پور نامی قصبہ ڈھونڈ نکالا، وہاں حضرت نور محمدؒ کا مزار موجود ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

ویسہ:

''ویس ورامین'' فارسی کی قدیم رومانی داستانوں میں سے ہے، جسے اشکانی دور سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ایران کے بعض نواحی علاقوں میں اس داستان کا پہلوی متن موجود ہے۔ ابونواس نے اپنے اشعار میں اس داستان کے بارے میں خواجہ عمید ابوالفتح مظفر نیشاپوری حاکم اصفہان سے گفتگو کی اور اس کے بعد حاکمِ اصفہان کی خواہش پر نظم کا جامہ پہنانے میں مشغول ہو گیا اور تقریباً ۴۴۶ھ/ ۵۵-۱۰۵۴ء میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور اس میں خواجہ عمید مذکور کی مدح کی۔ ویسہ، رامین کی معشوقہ کا نام ہے۔ ''ویس ورامین'' کی فارسی رومانی داستان کتابی صورت میں دستیاب ہے۔ (محمد غضنفر علی وڑائچ)

ہارون گھاٹ:

موضع شمس آباد، علاقہ چھچھ، ضلع اٹک سے دس فرلانگ کے فاصلے پر دریائے نیلاب (موجودہ نام: دریائے سندھ) کے کنارے آباد قدیمی قصبہ۔ مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں افغان حملہ آوروں اور دربار مغلیہ سے وابستہ سردار کامل خان کے بیچ اسی مقام پر ایک خونریز جنگ ہوئی۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے حوالہ: فتح محمد شمس آبادی) سکندر اعظم اور اس کی افواج، ہنڈ کے مقام سے دریائے نیلاب (دریائے سندھ) عبور کر کے علاقہ چھچھ کے موضع حمید اور ہارون گھاٹ پہنچی تھیں۔ (مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

ہرو:

یہ ایک چھوٹا دریا ہے جو حویلیاں اور خان پور کے جنوب سے نکل کر موضع بھوئی گاڑ کے مقام پر موجودہ ضلع اٹک کی حدود میں داخل ہوتا ہے اور موضع شاہیہ سے گزرتا ہوا گڑیالہ کے مقام پر دریائے سندھ (قدیمی نام: دریائے نیلاب) میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہرو کی کل لمبائی تقریباً سو میل ہے۔ موجودہ اٹک شہر (سابقہ نام: کیمبل پور) سے اندازاً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر گزرتا ہوا گڑیالہ کی طرف نکل جاتا ہے۔ (مرزا حامد بیگ)

ہندالؒ، شیخ:

حضرت جی باباا ٹکیؒ کے احباب میں سے ایک سالک۔ (مرزا حامد بیگ)

ہویاؒ، شیخ:

دیکھیے شیخ ہویاؒ۔

Marfat.com

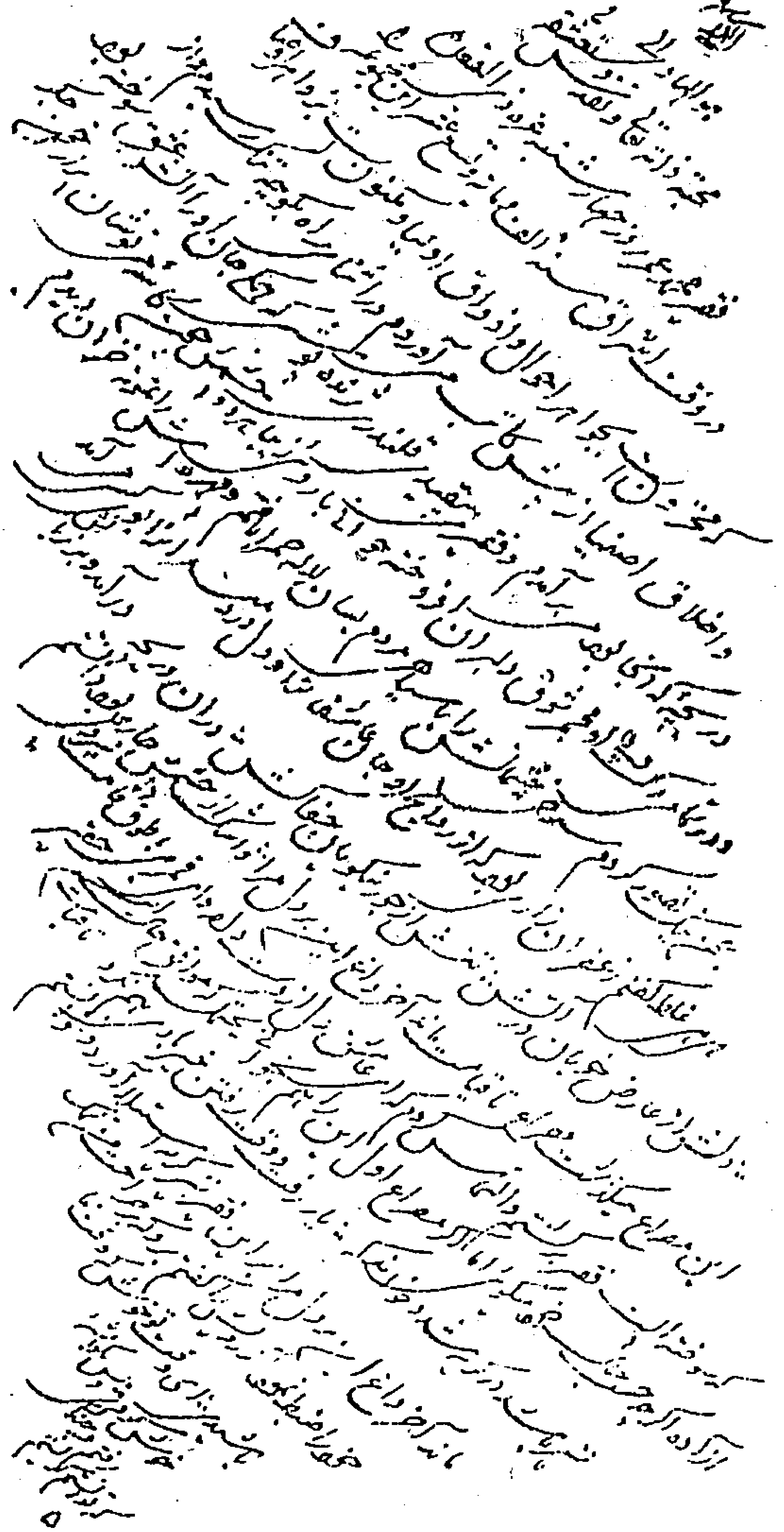

عکسِ تحریر: حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ: مشمولہ صفحۂ آخر تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' (نسخۂ داؤدی)
مرقومہ: شوال ۱۱۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۷۰۷ء مخزونہ: نیشنل میوزیم آف پاکستان، برنز گارڈن، کراچی، پاکستان۔

Marfat.com

فارسی متن: تحریر حضرت میاں محمد عمر چمکنی" مشمولہ تذکرہ : "ظواہر السرائر" نسخہ ء داؤدی، مخزونہ : نیشنل میوزیم آف پاکستان، برنز گارڈن، کراچی۔

اللہ

ہوالہادی الی محبۃ ذاتہ تعالیٰ وتقدس وفی تعشقہ

فقیر محمد عمر روز چہار شنبہ غرۃ ذی القعدہ در وقت اشراق سنہ الف و مائۃ وتسع عشر این مجموعہ را کہ مخزون است بجواہرِ احوال و اذواقِ اولیاء ومکنون است بہ زواہرِ اوصاف و اخلاقِ اصفیاء از پیشِ کاتب می آوردم، دراثنایِ راہ بہ کوچہ تنگ رسیدم واز دریچہ کہ آنجا بود می برآمدم و فقیری بیقیدی قلندری ژندہ پوشی کہ ہمگی جانِ اورا آتشِ عشق سوختہ بود ودر تمامی رگ و پی او مجمرِ شوقِ دلبران افروختہ، جوانی بارُوئی زیبا، ہردو چشمش چون کاسہ ءِ مَی نوشان پُر از خونِ جگر، چون نیک تصور کردم سُرخیِ چشمانش را با سیاہیِ مردم بسانِ لالہ حمرایافتم وچہرہ اش را نمونہ خزان دیدم۔ ھَی ھَی غلط گفتم زعفران زاری بود کہ از روائح او جانِ عاشقان راو دلِ دردمندان رابوی کسی می آمد

دلش از عارضِ خُوبان در آتش   تنش از جورِ نیکویان جفاکش

درآن دریچہ درآمد و بر زبانش این مصراع می گذشت۔

مصراع

تا قیامت ماند آخر داغِ این بر دل مرا

واشک از چشمش جاری بُود۔ دانستم کہ سوختہ ای است۔ فقیر برگشتم والتماس کردم کہ ای عاشقِ دل از دست دادہ وای قُمری باطوقِ قامت سروی آزادہ اگر چہ حسبِ حالِ خودمی گویی اما اگر مصراعِ اوّل این راہم بخوانی محتمل کہ موافقِ حالِ این حقیر نیز باشد ! درگریہ شد وخواند کہ :

یار رفت و وقتِ رفتن خیر بادی ہم نکرد
تا قیامت ماند آخر داغِ این بر دل مرا

براین فقیر نیز گریہ استیلا آورد و نتوانستم خودرا ضبط نمود۔ آن درویش را گفتم: برو کہ بر جراحتِ من نمک پاشیدی:

ای وقتِ تو خوش کہ وقتِ ماخوش کردی

پس بہ گوشہ ءرفتم وچندان کہ توانستم، گریستم۔

Marfat.com

ترجمہ، فارسی متن: تحریر حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ مشمولہ تذکرہ: ''ظواہر السرائر'' نسخہء
داؤدی مخزونہ : نیشنل میوزیم آف پاکستان، برنز گارڈن، کراچی

اللہ

ہوالہادی الی محبۃ ذاتہ تعالیٰ وتقدس وفی تعشقہ

فقیر محمد عمر بروز بدھ غرہ ذی قعد، بہ وقتِ اشراق ۱۱۱۹ھ ق، یہ مجموعہ، جو کہ اولیاء کے احوال و اذواق کے جواہر کا خزینہ ہے اور جس میں اصفیاء کے درخشاں اخلاق واوصاف پوشیدہ ہیں؛ کاتب سے لے کر آ رہا تھا کہ چلتے چلتے ایک تنگ گلی سے گزر ہوا، جس میں ایک دریچہ تھا۔ جب میں اُس سے باہر نکلا تو ایک گدڑی پوش مردِ آزاد جس کا تن بدن آتشِ عشق نے جلا کر بھسم کر رکھا تھا اور جس کی تمام رگ وپے کو شوقِ دلبراں کی دہکتی انگیٹھی نے خُوب دہکا رکھا تھا۔ ایک نہایت خُوب صُورت جوان، جس کی دونوں آنکھیں مے خواروں کے پیالے کی طرح خونِ جگر سے پُر تھیں۔ جب میں نے خُوب غور کیا تو اُس کی آنکھوں کی سُرخی کو آنکھوں کی پتلیوں کی سیاہی کے ساتھ گُلِ لالہ کی طرح پایا۔ جب اُس کے چہرے پر نگاہ کی تو اُسے نمونہء خزاں پایا۔ اوہو! یہ میں نے کیا کہہ دیا۔ کیسی غلط بات کہہ دی۔ وہ تو زعفران زار تھا جس کی مہک سے عاشقوں کی جان اور دردمندوں کے دل کو کسی کی خوشبو آ رہی تھی۔

اُس کا دل حسینوں کے چہروں کی آگ سے تپ رہا تھا
اور اُس کا جسم، حسینوں کے ظلم و جور سہہ رہا تھا

وہ دریچہ سے باہر نکلا تو اُس کی زبان پر یہ مصرع جاری تھا:

میرے دل کا یہ داغ ، تا قیامت رہے گا

اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے جان لیا کہ یہ سوختہء جاں ہے۔ میں پلٹ پڑا اور اُس سے التماس کیا کہ اے دل ہار جانے والے عاشق اور اے قُمری، جو اپنے طوقِ قامت کے ساتھ سرو کی طرح آزاد ہے، کچھ اپنے حال کے بارے میں بتا اور اس شعر کا مصرعۂ اول بھی پڑھ، جو اس حقیر کے حسبِ حال ہوگا۔ یہ سُن کر وہ رو دیا اور اُس نے یہ شعر پڑھا:

میرا یار چلا گیا اور جاتے وقت ، ہمیں الوداع بھی نہ کہا
میرے دل کا یہ داغ روزِ قیامت تک رہے گا

یہ سُن کر اس فقیر پر بھی گریہ غالب آ گیا اور میں اپنے گریہ کو ضبط نہ کر سکا۔

میں نے اُس درویش سے کہا: ''چلے جاؤ، کہ تُم نے میرے زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔''

کتنا اچھا تھا وہ وقت جب ہم خوش وخُرم تھے۔

اُس کے بعد میں ایک گوشے میں جا بیٹھا اور جس حد تک مجھ سے ہو سکا، رو لیا۔

Marfat.com

بیرونی منظر درگاہ : سرالاعظم محمد یحییٰ چغتائی المعروف حضرت جی بابا، اٹک خورد ضلع اٹک، پاکستان۔

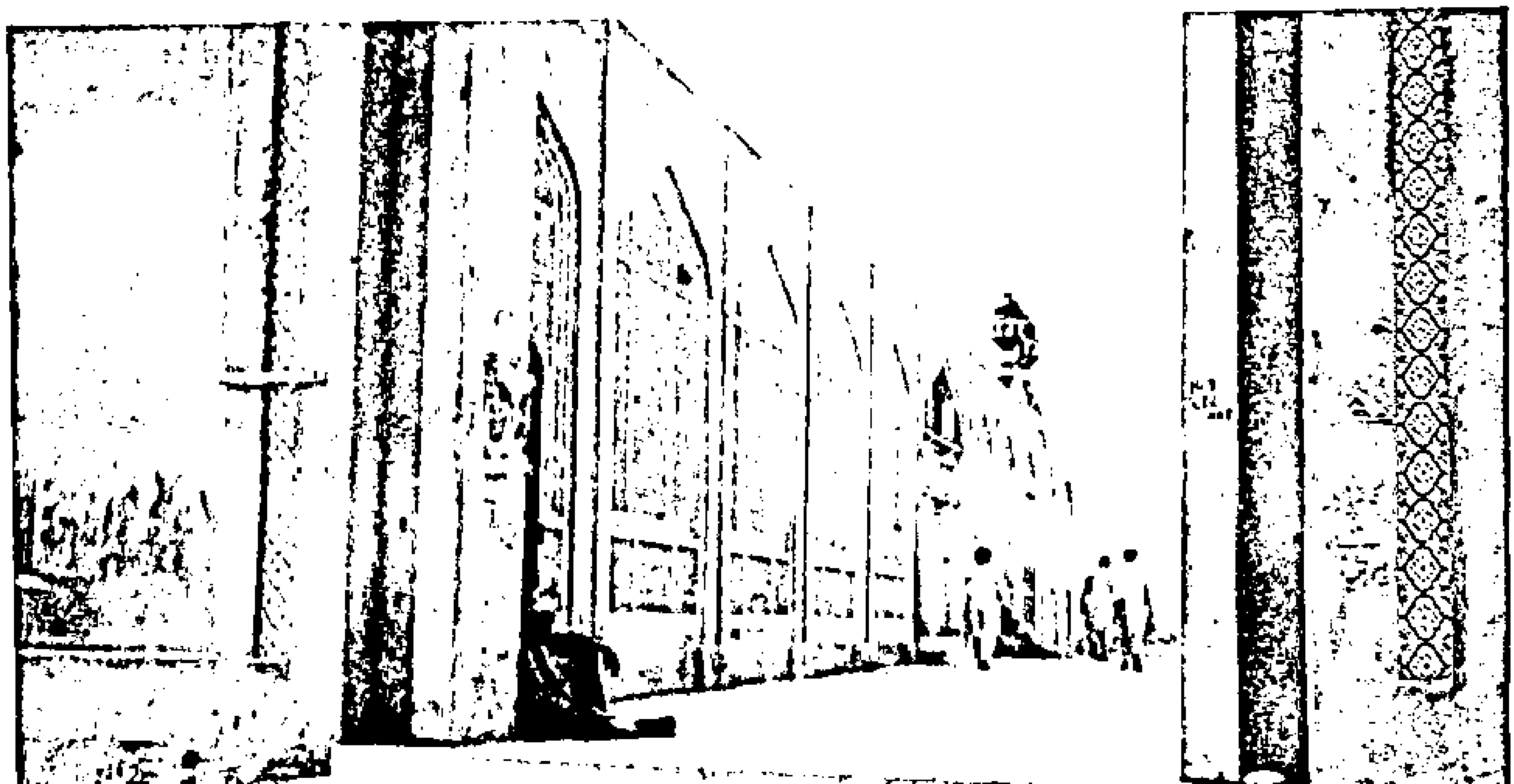

اندرونی منظر درگاہ : سرالاعظم محمد یحییٰ چغتائی المعروف حضرت جی بابا، اٹک خورد، ضلع اٹک، پاکستان۔

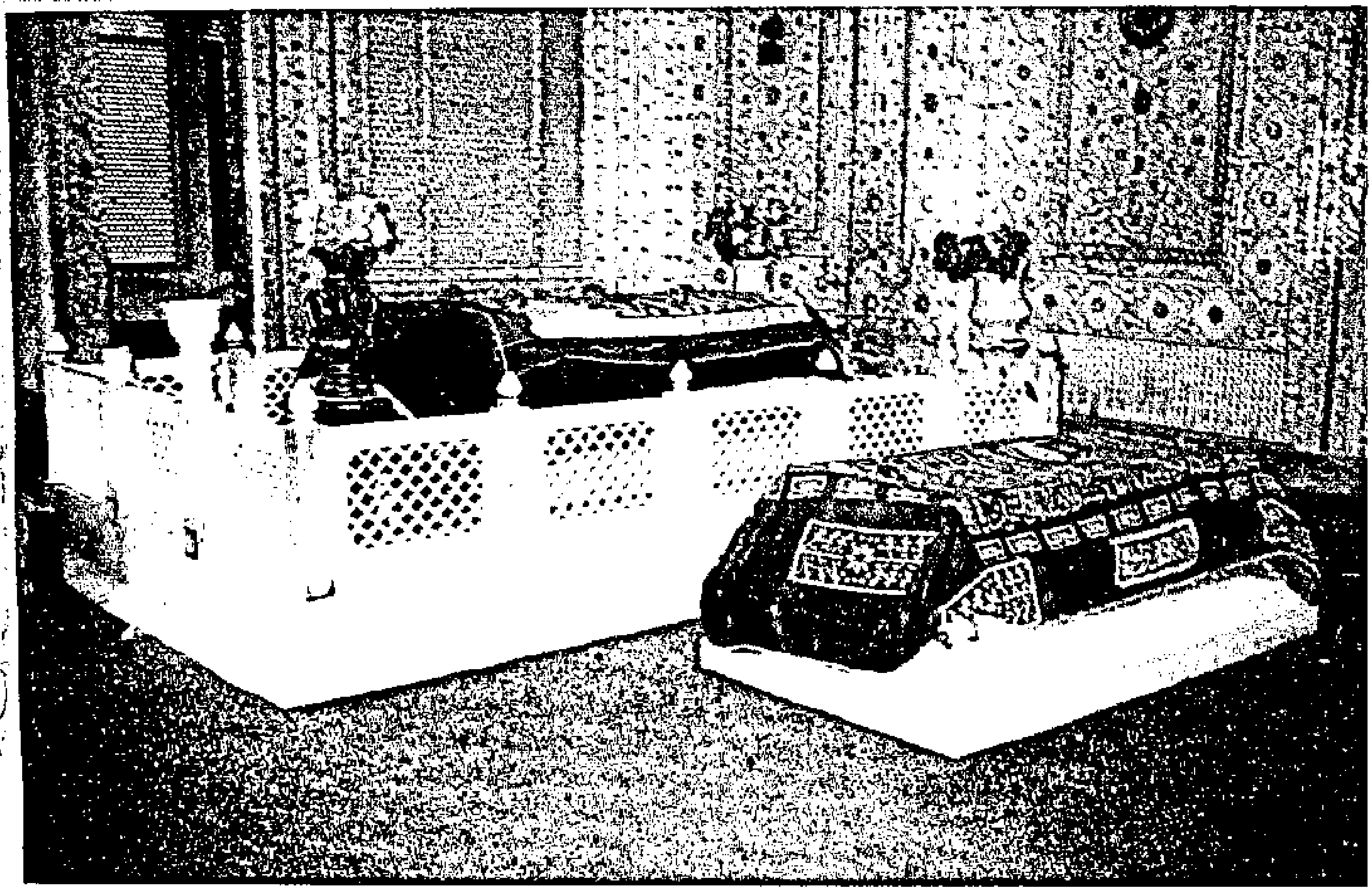

مرقد : حضرت محمد اسماعیل چغتائیؒ وسرالاعظم محمد یحییٰ چغتائی المعروف حضرت جی باباؒ، اٹک خورد۔

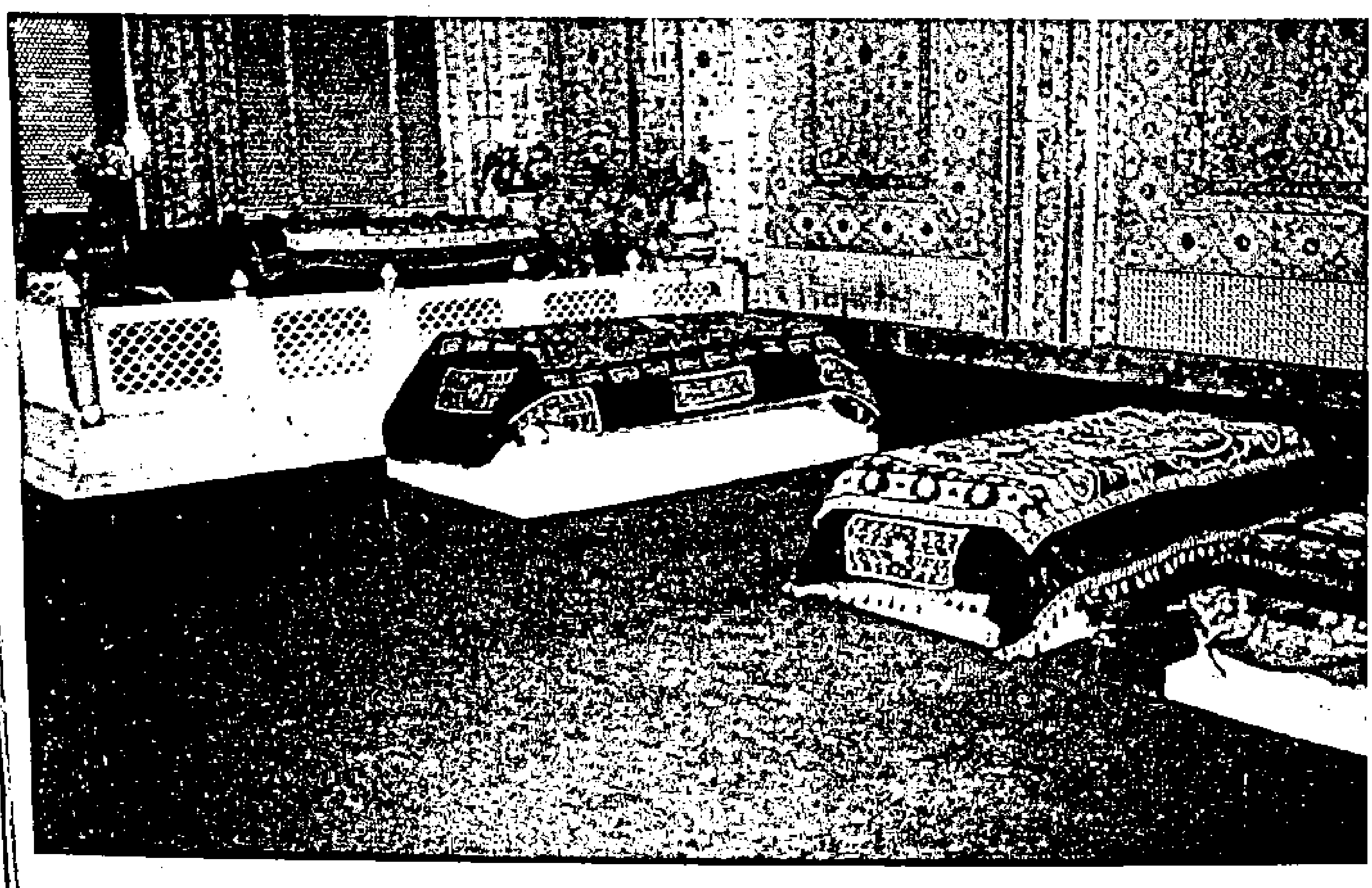

مرقد : محمد عبداللہ چغتائی بن محمد اسماعیلؒ، محمد عیسیٰ چغتائی بن حضرت جی باباؒ، محمد اسماعیل چغتائی بن حضرت جی باباؒ، سرالاعظم محمد یحییٰ چغتائی المعروف حضرت جی باباؒ، اٹک خورد

اندرونی منظر مدرسہ و مسجد : درگاہ حضرت جی باباؒ، اٹک خورد۔

بیرونی منظر درگاہ : حضرت ہویا چغتائیؒ بن فیروز الدین چغتائیؒ، حضرت محمد الیاس چغتائیؒ بن ہویا چغتائیؒ و
حضرت پیرداد چغتائیؒ بن محمد الیاس چغتائیؒ موضع سروالہ ضلع اٹک۔

Marfat.com

بیرونی منظر درگاہ : حضرت ہویا چغتائیؒ، حضرت محمد الیاس چغتائیؒ و حضرت پیرداد چغتائیؒ موضع سروالہ ضلع اٹک۔

مرقد : حضرت ہویا چغتائی بن فیروز الدین چغتائیؒ، موضع سروالہ ضلع اٹک۔

Marfat.com

مرقد : حضرت پیرداد چغتائیؒ بن حضرت محمد الیاس چغتائیؒ وحضرت محمد الیاس چغتائیؒ بن حضرت ہویا چغتائیؒ، موضع سروالہ ضلع اٹک۔

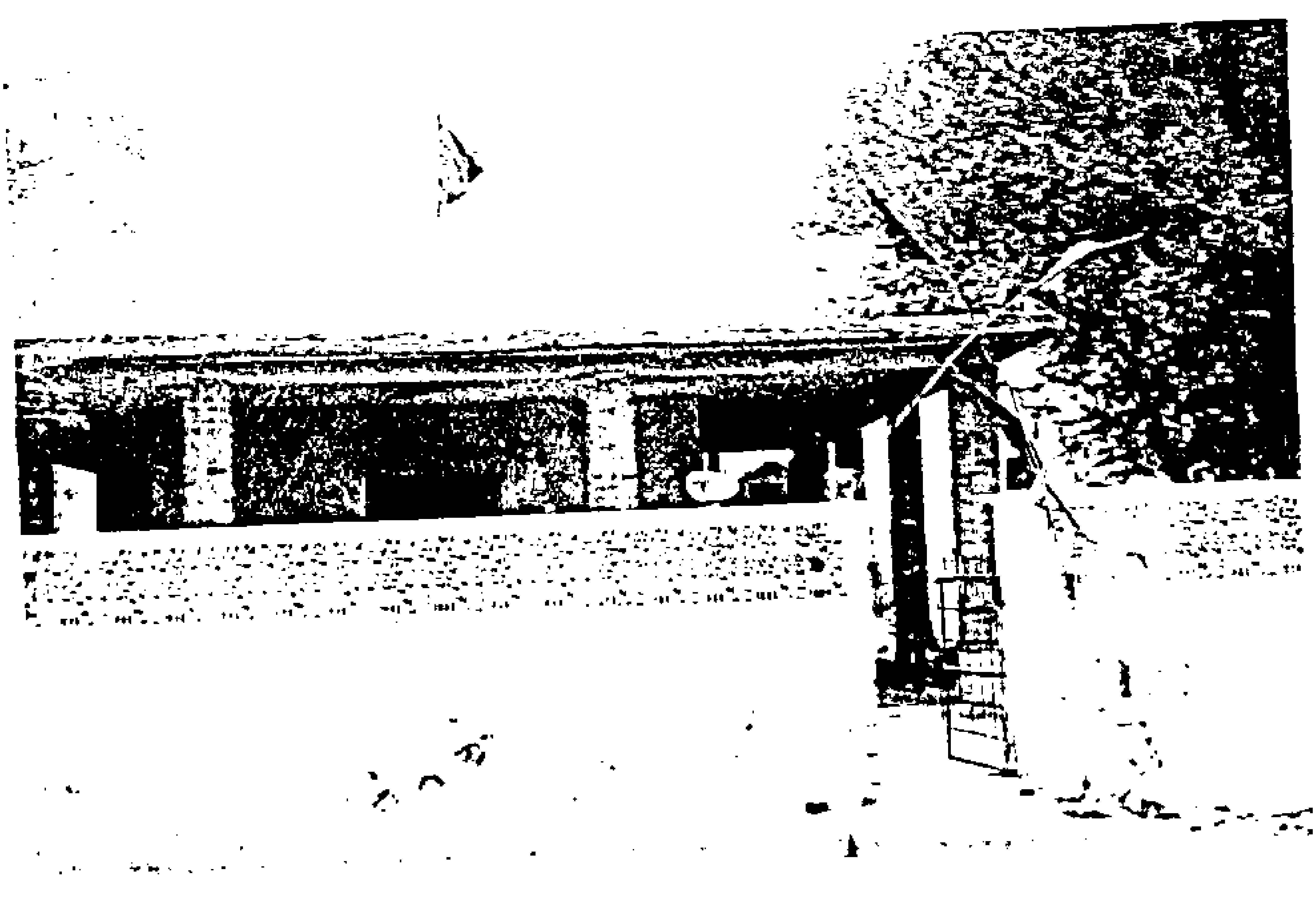

بیرونی منظر درگاہ : صاحب زادگان حضرت جی باباؒ، موضع جسیاں ضلع اٹک۔

Marfat.com

مرقد : صاحب زادگان حضرت جی بابا، موضع جسیاں ضلع اٹک ایک قبر زنانہ اور ایک مردانہ ہے۔

بیرونی منظر درگاہ : حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوری، سعدی پارک مزنگ، لاہور۔

Marfat.com

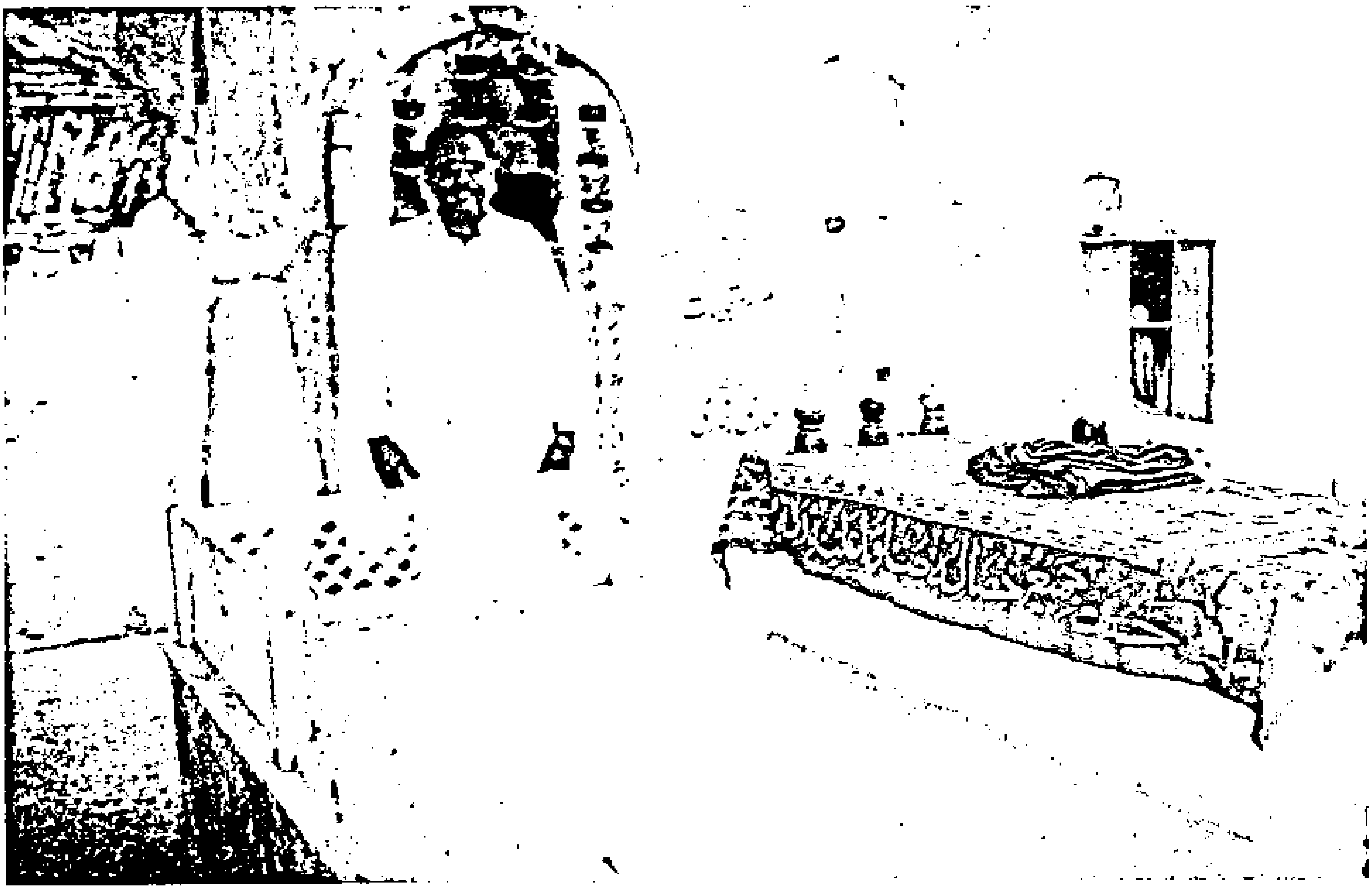

پروفیسر محمد غضنفر علی وڑائچ (مترجم) کی مرقد حضرت سعدی بلخاری ثم لاہوریؒ، سعدی پارک مزنگ، لاہور، پاکستان، حاضری۔

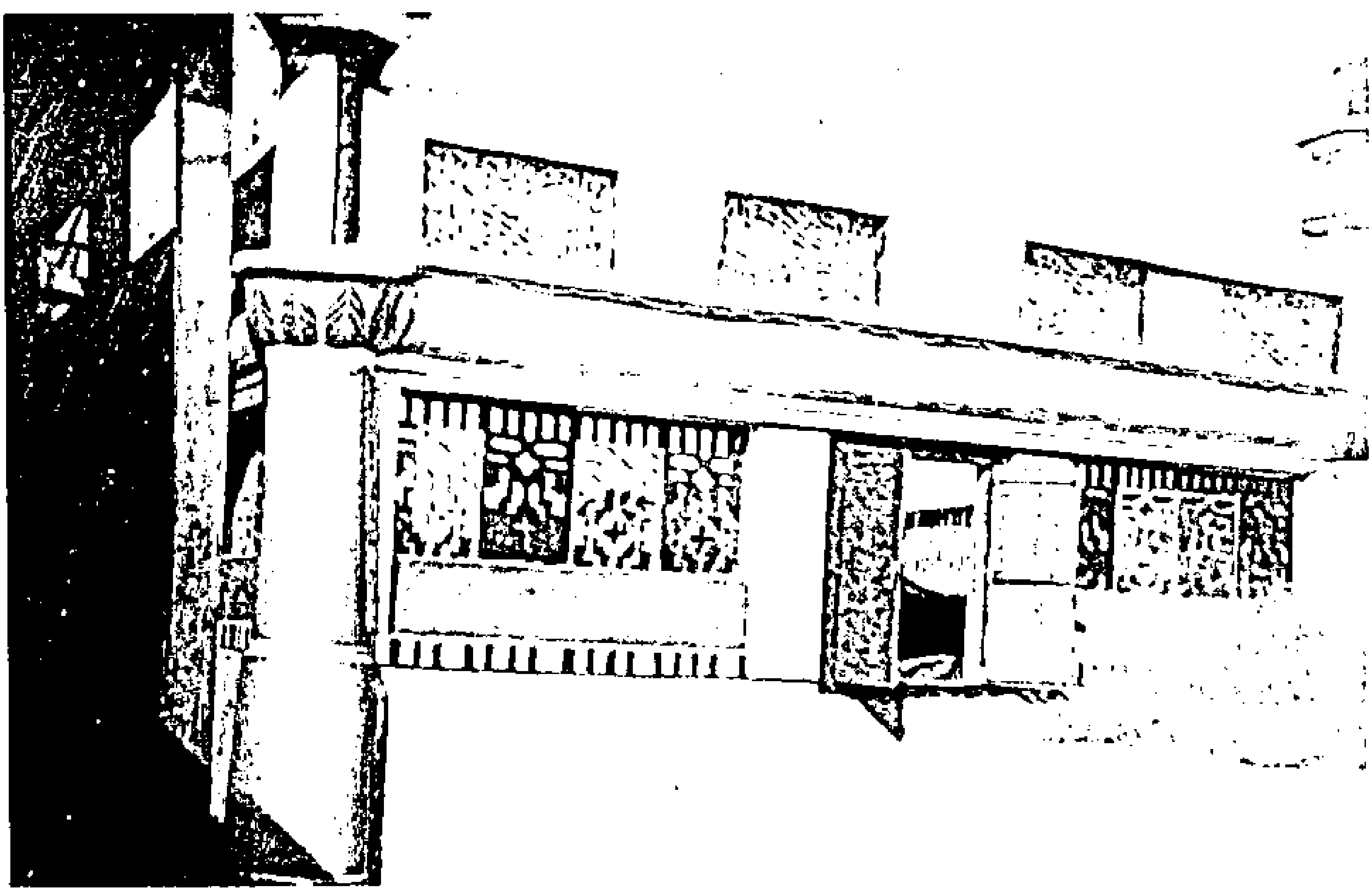

درگاہ : حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ، چمکنی، پشاور، پاکستان۔

Marfat.com

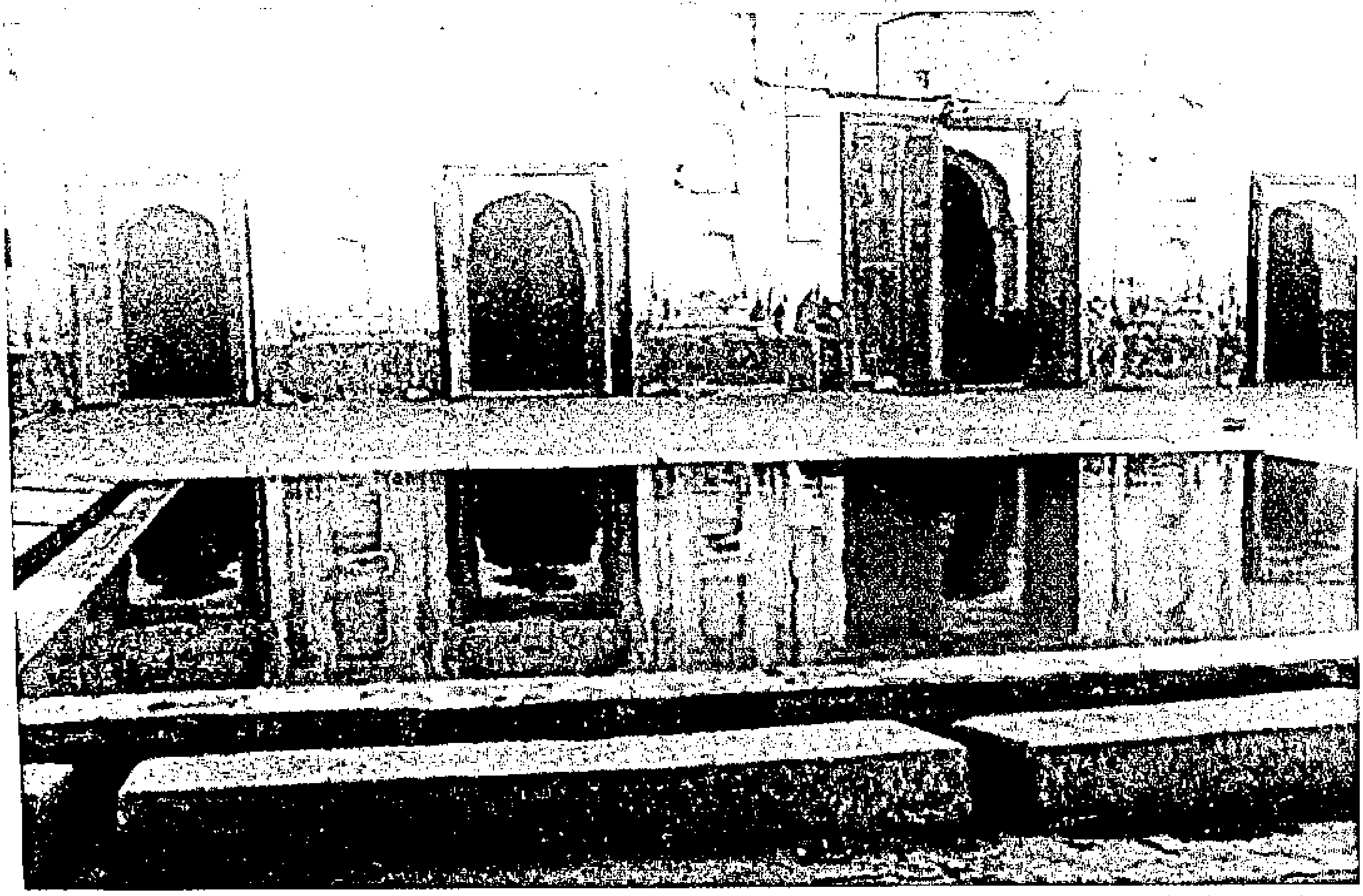

اندرونی منظر : مدرسہ و مسجد، حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ، چمکنی پشاور۔

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ (مرتّب) کی مرقد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ و حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، دہلی، بھارت، حاضری۔

(تصاویر : ڈاکٹر مرزا حامد بیگ)

Marfat.com

Marfat.com

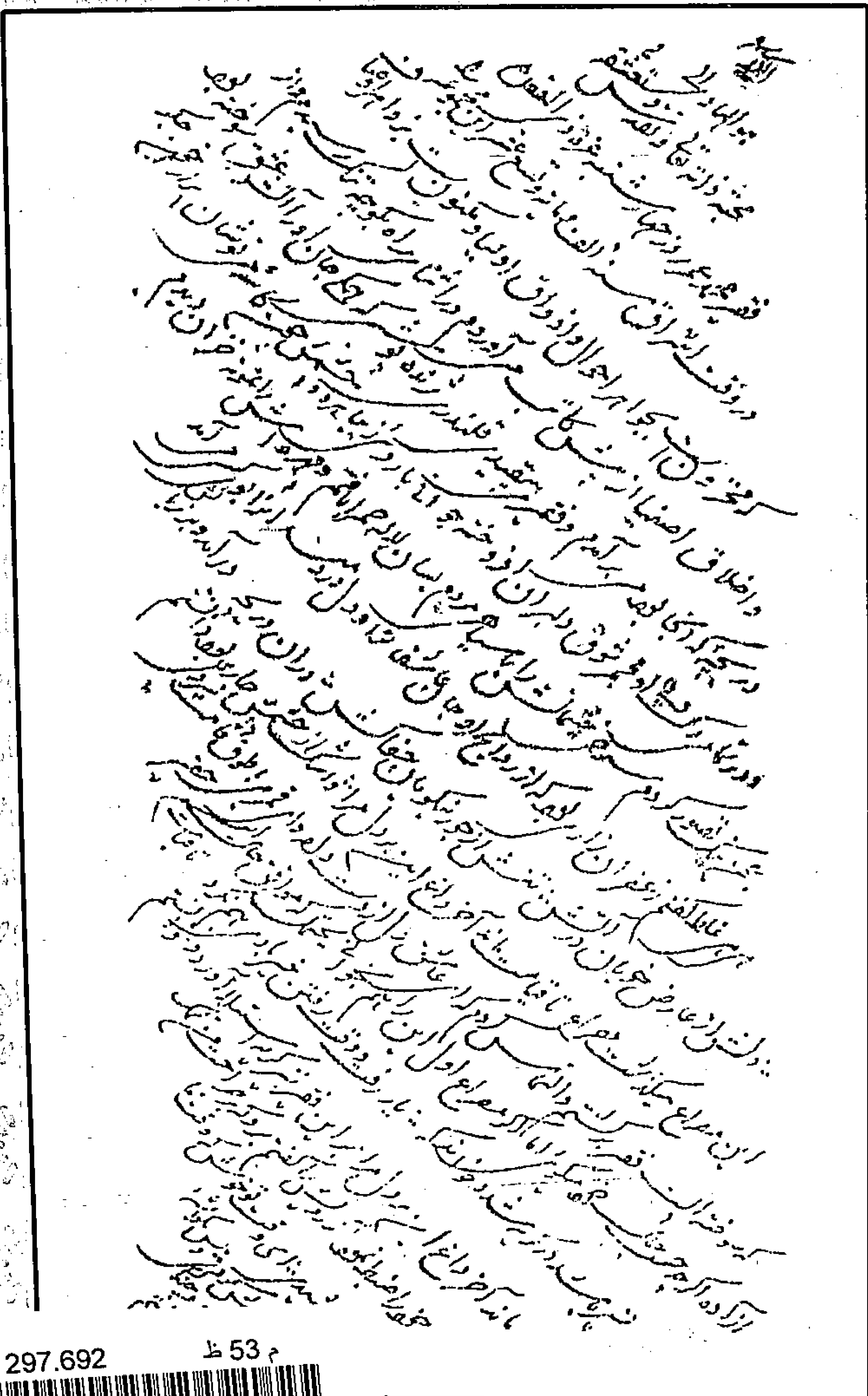

297.692 م 53 ظ
168518-U-67

عکسِ تحریر: حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ: مشمولہ صفحۂ آخر تا

مرقومہ: شوال ۱۱۱۹ھ مطابق دسمبر ۱۷۰۷ء مخزونہ: نیشنل میوزیم آف پا...

Marfat.com

تذکرہ خواجگان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

ظواہر السرائرؒ

حضرت جی بابا اٹکیؒ

از

حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ

ترجمہ و تحشیہ

محمد غضنفر علی وڑائچ

ترتیب و تہذیب

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

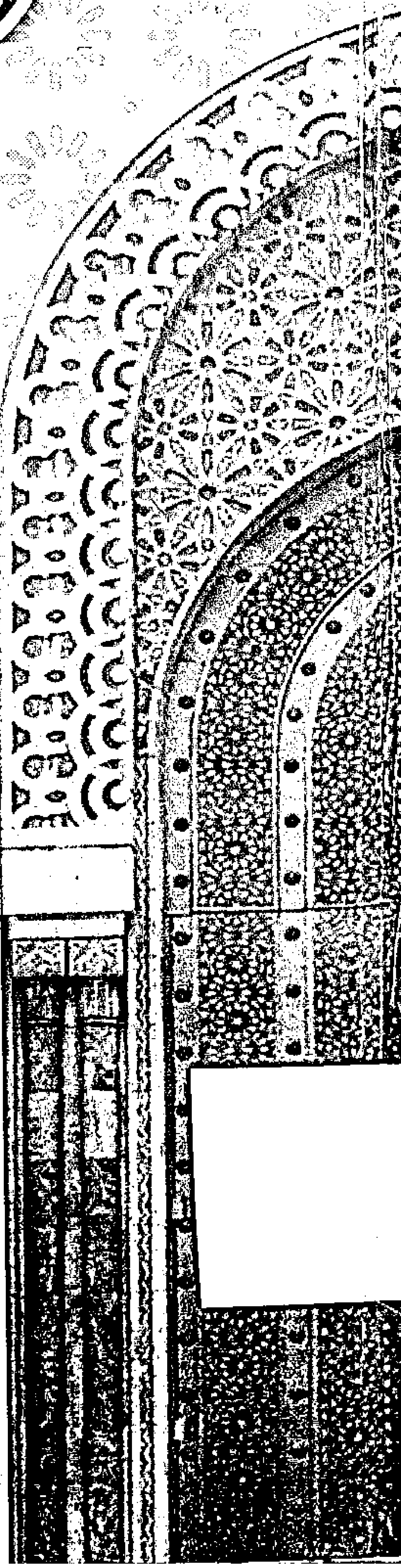

Marfat.com